قرة عيون الموحدين

في تحقيق دعوة الأنبياء والمرسلين

تأليف

العلامة الشيخ عبد الرحمن بن حسن آل الشيخ

١١٩٣ھ — ١٢٨٥ھ

اردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

انصار السنة المحمدية

دفتر مرکزی ، ۱۱ ، کلہار روڈ رستم پارک نواں کوٹ لاہور

Marfat.com

قُرَّةُ عُيُونِ المُوَحِّدِين

في تحقيق دعوة الأنبياء والمرسلين

—— تأليف ——

العلّامة الشيخ عبد الرحمن بن حسن آل الشيخ

مطر الله غيث رحمته وأنزله منازل الصديقين في فسيح جنته

۱۱۹۳ھ —— ۱۲۸۵ھ

377-376
-378

ذخیرہ

اُردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

أنصار السُّنّة المحمّدية

المركز الرئيسي: ۱۱ - کلیار روڈ رُستم پارک نواں کوٹ لاہور

Marfat.com

59576

باب

بيان شيء من أنواع السحر

اِس باب میں

جادُو

کی چند اقسام بیان کی گئی ہیں

Marfat.com

قال احمد حدثنا محمد بن جعفر حدثنا عوف بن حیان
ابن العلاء حدثنا قطن بن قبیصۃ عن ابیہ أَنَّهُ سَمِعَ
النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : إِنَّ الْعِيَافَةَ
وَ الطَّرْقَ وَ الطِّيَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ ۔
قَالَ عوفٌ : أَلْعِيَافَةُ زَجْرُ الطَّيْرِ
وَ الطَّرْقُ : أَلْخَطُّ يُخَطُّ بِالْأَرْضِ
وَ الْجِبْتُ : قَالَ الْحَسَنُ : رَنَّةُ
الشَّيْطٰنِ ۔ (اسنادہ جید)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخارق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ

پرندوں کو اڑانا، زمین پر خطوط کھینچنا اور کسی کو دیکھ کر فال بد لینا سب جادُو کی اقسام ہیں۔

حضرت عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پرندوں کو اڑانا عیافہ اور زمین پر خطوط وغیرہ کھینچنا طَرق کہلاتا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیطان کی چیخ و پکار اور آہ و بکا کو الجبت کہتے ہیں۔

قولہ : قال احمد

امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

اور محمد بن جعفر : آپ غندر الہذلی البصری کے نام سے مشہور و معروف تھے قابلِ اعتماد اور ثقہ راویوں میں سے تھے۔ ۲۹۳ھ میں فوت ہوئے۔

عوف بن ابی جمیلۃ العبدی البصری، عوف الاعرابی کے نام سے مشہور تھے، ثقہ تھے چھیاسی برس عمر پاکر ۱۴۶ھ میں فوت ہوئے۔

حیان بن العلاء یا حیان بن مخارق دونوں طرح درست ہے، ان کی کنیت ابو العلاء تھی، بصرہ سے تعلق رکھتے تھے، محدثین کے نزدیک مقبول کے درجے میں تھے۔

قَطَن ، بصرہ سے تعلق رکھتے تھے، کنیت ابو سہل تھی، نقلِ روایت میں صدوق تھے

Marfat.com

و لابي داؤد و النسائي و ابن حبان في صحيحه اَلْمُسْنَدُ مِنْهُ۔

وعن ابن عباس ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ النُّجُوْمِ
فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ
زَادَ مَا زَادَ - (رواه ابوداؤد و اسنادہ صحیح)

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا۔
تو گویا اُس نے اتنا جادو سیکھ لیا اور جس قدر زیادہ سیکھتا جائے گا اتنا ہی اس کی وجہ سے گناہ میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

قوله : عن ابيه :
عن ابیہ سے مراد قبیصہ بن مخارق ﷺ ہے، اُن کی کنیت ابو عبداللہ الہلالی ہے، صحابی رسول ہیں، بصرہ میں جاکر آباد ہو گئے تھے۔
قوله : ان العيافة :
کسی پرندے کو اُڑا کر، اُس کے نام سے یا اُس کی آواز سے یا اُس کے اُڑنے کی سمت سے فال لینے کو عیافہ کہتے ہیں، اس قسم کی فال لینا عرب کی گھٹی میں داخل تھا، اُن کے اشعار میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔
عاف، یعیف، عیفاً کے معنی ڈانٹنا، خیال کرنا، گمان کرنا کے ہیں۔
قوله : والطرق :
زمین پر خطوط کھینچ کر فال لینے کو الطرق[1] کہتے ہیں، عوف نے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں اور یہی زیادہ درست اور صحیح ہیں۔
صاحب النہایہ علامہ ابن اثیر ﷫ لکھتے ہیں :
"عورتوں کا کنکریاں پھینک کر فال نکالنا الطرق کہلاتا ہے۔"
قوله : من الجبت :
جبت سے مراد جادو ہے۔

---

[1] آج کل اس کو "علم رمل" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

قولہ : قال الحسن رنة الشیطان :
یعنی حسن رحمہ اللہ نے شیطان کی چیخ و پکار اور آہ و بکا کو اَنَّہ رنت سے تعبیر کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد بن مفلح کا کہنا ہے کہ بقی بن مخلد کی تفسیر میں منقول ہے، کہ :

ان ابلیس رنّ اربع رنات ابلیس نے چار مرتبہ آہ و بکا کی ہے۔
رنة حین لعن ۱۔ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔
ورنة حین اهبط ۲۔ جب اُسے آسمان سے زمین پر اُتارا گیا۔
ورنة حین ولد رسول الله. ۳۔ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی
ورنة حین نزلت فاتحة الکتاب. ۴۔ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

رن . یرن . رنینًا : الرنین : آواز کو کہتے ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے جو مفہوم ادا کیا ہے، اُس کی صحت اس سے ظاہر ہوتی ہے۔

قولہ : المسند منه :
ابُو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے عوف کے بیان کردہ معنی و مفہوم کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف حدیث بیان کی ہے۔

قولہ : من اقتبس :
صاحب نہایہ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :
"انسان جب کسی چیز کا علم حاصل کرے تو کہتا ہے :
اِقْتَبَسْتُ الْعِلْمَ . کہ میں نے علم سیکھ لیا۔"

قولہ : شعبة :
شعبہ ایک حصے اور جزء کو کہتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :
الحیاء شعبة من الایمان. کہ حیاء ایمان کا جزء اور حصہ ہے۔

قولہ : فقد اقتبس شعبة من السحر :
یعنی جس کا علم حاصل کرنا حرام ہے۔
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
"رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ علم نجوم جادو ہی کی ایک قسم ہے اور جادوگر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
ولا یفلح الساحر حیث اتی. جادوگر کہیں بھی نجات نہ پا سکے گا۔

قولہ : زاد ما زاد :
یعنی جس قدر علم نجوم زیادہ حاصل کرتا جائے گا اُسی قدر گناہ بڑھتا جائے گا کیونکہ

Marfat.com

و للنسائی من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ أَلَا هَلْ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ أَلْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ

(رواه مسلم)

و لهما عن ابن عمر رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص گرہ دیتے وقت اُس میں پھونک مارے اُس نے جادو کیا ہے۔

اور جو شخص جادو کرے اُس نے شرک کیا اور جو اپنے جسم پر تعویذ دھاگہ لٹکائے اُسے اُسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں العضہ کے بارے میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے۔

پھر خود ہی فرمایا کہ وہ چغلی کھانا ہے۔ یعنی دو شخصوں میں ایسی بات بنانا جس سے وہ آپس میں لڑائی جھگڑے پر اُتر آئیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فصاحت و بلاغت میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے

علم نجوم کو مؤثر خیال کرنا گناہ ہے جیسے جادو کو مؤثر سمجھنا باطل ہے۔ واللہ اعلم۔

قولہ: رواہ ابوداؤد باسناد صحیح:

امام نووی اور امام ذہبی رحمہا اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

Marfat.com

قولہ : وللنسائی من حدیث ابی هریرة :

مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کی نسبت امام نسائی کی طرف کی ہے، امام نسائی نے اس کو مرفوعًا روایت کیا ہے، ابن مفلح نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

قولہ : وللنسائی :

امام نسائی رحمہ اللہ کا پورا نام یہ ہے :

امام احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار، آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی سنن کبریٰ اور مجتبیٰ وغیرہ مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ امام نسائی نے محمد بن المثنی، ابن بشار، قتیبہ اور بہت سے لوگوں سے روایت کی ہے۔

علل الحدیث میں امام نسائی مرجع خلائق تھے، علم حدیث کا یہ بحرِ بیکراں اٹھاسی برس عمر پاکر ۳۰۳ھ میں اپنے مالکِ حقیقی کے جوارِ رحمت میں جا بسا۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

قولہ : من عقد عقدة ثم نفث فیه فقد سحر :

گرہ دینے کی طرف قرآن کریم نے بھی ارشاد کیا ہے :

ومن شر النفّٰثٰت فی العقد. (الفلق - ۴) گنڈھوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے۔

یہاں سے وہ جادوگرنیاں مراد ہیں جو جادو کرتی ہیں۔

لفظ نَفَثَ اور تَفَلَ تقریبًا ہم معنی ہیں البتہ نَفَثَ میں آب دہن ذرا کم ہوتا ہے۔

قولہ : ومن تعلق شیئا وُکل الیه :

یعنی جو شخص اپنے دلی رجحانات کو کسی غیراللہ کی طرف پھیر لے۔ بایں معنی کہ اس سے امیدیں وابستہ کرلے اور اس سے ڈرتا رہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے انسان کو اسی غیراللہ کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے۔

اور جو شخص اپنے قلبی تعلق کو صرف اللہ واحد سے جوڑے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لیتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ :

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه. (۶۵-۳) جو اللہ پر بھروسہ کرے اُس کے لیے وہ کافی ہے۔

وعلی الله فتوکلوا ان کنتم مؤمنین. (۵-۲۳) اللہ پر بھروسہ رکھو، اگر تم مومن ہو۔

پس جس شخص نے کسی نفع کے حصول یا کسی تکلیف کو دور کرانے کی غرض سے غیراللہ کے ساتھ اپنا دلی تعلق قائم کرلیا تو اُس نے شرک کیا۔

Marfat.com

قوله : الاهل أنبئكم ما العضه :

لفظ العضہ : بفتح المہملہ وسکون المعجمہ ہے. اس لفظ کی تشریح خود رسُول مکرم ﷺ نے فرمائی. کہ :

هي النميمة القالة بين الناس .	وہ چغلی کھانا ہے، یعنی دو افراد کے درمیان ایسی بات بنانا جس سے وہ آپس میں لڑائی جھگڑے پر اتر آئیں.

نمام یعنی چغلخور پر لفظ العضہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ چغلخور جادوگر کا سا عمل کرتا ہے.

ابن عبدالبر یحیٰی بن ابی کثیر سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا، کہ :

يفسد النمام والكذاب في ساعة ما لا يفسد الساحر في سنة .	جھوٹا اور چغلخور ایک ساعت میں جو فساد برپا کرتا ہے جادوگر ایک سال میں بھی اتنا فساد برپا نہیں کرسکتا.

ابوالخطاب اپنی کتاب "عیون المسائل" میں لکھتے ہیں :

ومن السحر السعي بالنميمة والافساد بين الناس .	چغلی کھانا اور لوگوں کے درمیان فساد برپا کرنا جادو ہی کی ایک قسم ہے.

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" غیبت اور چغلی کی حُرمت پر علما اہلِ سُنّت کا اتفاق ہے البتہ خیرخواہی کے لیے غیبت جائز ہے."

اس میں دلیل ہے کہ چغلی کھانا کبیرہ گناہ ہے.

قوله : القالة بين الناس :

اس ارشادِ نبوی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے :

فشت القالة بين الناس .	بڑھ چڑھ کر باتیں بنانا لوگوں کی عام عادت ہوگئی ہے.

قوله : البيان :

یعنی فصاحت وبلاغت سے اپنی بات بیان کرنا.

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" بعض اہلِ علم نے اسی وجہ سے فصاحت وبلاغت کی مذمت کی ہے، کیونکہ یہ جادو ہی کی ایک قسم ہے اور بذاتِ خود مذموم ہے.

Marfat.com

مسائل

الاولیٰ: أَنَّ الْعِيَافَةَ وَ الطَّرْقَ وَ الطِّيَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ ۔

الثانیۃ: تَفْسِيرُ الْعِيَافَةِ وَ الطَّرْقِ

الثالثۃ: أَنَّ عِلْمَ النُّجُومِ نَوْعٌ مِّنَ السِّحْرِ

الرابعۃ: أَلْعَقْدُ مَعَ النَّفْثِ مِنْ ذٰلِكَ ۔

الخامسۃ: أَنَّ النَّمِيمَةَ مِنْ ذٰلِكَ ۔

السادسۃ: أَنَّ مِنْ ذٰلِكَ بَعْضَ الْفَصَاحَةِ ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

(۱) عیافہ، طرق اور الطیرہ جادو ہی کی اقسام ہیں۔

(۲) عیافہ اور طرق کی مکمل وضاحت اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔

(۳) علمِ نجوم بھی جادو کی ایک قسم ہے۔

(۴) پھونک مار کر گرہ دینا جادو ہے۔

(۵) چغلی کھانا جادو کی ایک شکل ہے۔

(۶) بعض اوقات فصاحت و بلاغت سے بات کرنا بھی جادو کہلاتا ہے۔

اہل علم اور اہل ادب کی ایک جماعت نے فصاحت کی تاویل مدح سے کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی تعریف کی ہے۔
ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک سائل آیا اور اس نے اپنے سوال کو انتہائی فصاحت و بلاغت سے پیش کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

Marfat.com

نے فرمایا :

هذا والله السحر — بخدا یہ جادو ہے، لیکن حلال

الحلال۔ — ہے۔

پہلی صورت یعنی بیان کو مذمت پر محمول کرنا زیادہ درست اور صحیح ہے مگر اس بیان سے وہ بیان مراد ہے جس سے سننے والے پر بات خلط ملط ہو جائے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ :

فی زخرف القول تزیینٌ لباطله — والحق قد یعتریه سوء تعبیر

ملمع سازی سے کبھی باطل مزین ہو جاتا ہے اور کبھی حق کو بھی بری تعبیر پیش آجاتی ہے۔

مندرجہ شعر درج ذیل شعر پر تضمین ہے۔

تقول هذا مجاج النحل تمدحه — وان تشأ قلت ذا قئ الزنا بیر

مدحا وذما وما جاوزت وصفهما — والحق قد یعتریه سوء تعبیر

تو کہے گا کہ یہ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہے اور اگر تو چاہے تو کہہ دے کہ یہ بھڑوں کی ہونک ہے، مدح اور ذم دونوں طرح سے اور تو نے غلط نہیں کہا کبھی حق کو بھی بری تعبیر پیش آجاتی ہے۔

قوله : ان من البیان لسحرا :

فصاحت و بلاغت اور بیان کو سحر سے تعبیر کرنا تشبیہ بلیغ ہے کیونکہ فصاحت و بلاغت سے وہی اثر ہوتا ہے جو سحر اور جادو سے ہوتا ہے بعض اوقات انسان فصاحت و بلاغت سے حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کر دیتا ہے جس کی وجہ سے جاہل اور کم علم دھوکہ کھا جاتے ہیں اور باطل کو حق سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

البتہ وہ فصاحت و بلاغت جس سے حق و انصاف کی وضاحت ہوتی ہو اور باطل کی بیخ کنی ہو تو ایسی فصاحت قابل تحسین ہے کیونکہ انبیا کرام علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی صفت نمایاں تھی کہ وہ احکام الٰہی کو انتہائی خوش اسلوبی اور فصاحت و بلاغت سے پیش فرماتے تھے، جس قدر کوئی پیغمبر فصیح و بلیغ ہوتا تھا اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند ہوتا تھا اور اسی بنا پر ان کے اعمال میں عظمت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ [۱]

---

[۱] یہاں یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہیئے کہ فصاحت و بلاغت اسی وقت تک قابل تحسین ہوگی جب کہ اس میں بے جا طوالت نہ ہو اور حق اپنی جگہ قائم رہے، حق پر کسی قسم کا کوئی غبار نہ آنے پائے اور باطل کی تعریف نہ کی جائے کیونکہ جب فصاحت و بلاغت ان حدود سے تجاوز کر جائے گی تو مذموم قرار پائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ :

ان الله یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانه کما یتخلل البقرة بلسانها (مسند احمد۔ ابوداؤد)

جو شخص حق کو پامال کرنے میں فصاحت و بلاغت سے کام لے وہ عند اللہ انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ اس کی زبان اس طرح کترن کا کام کرتی ہے جیسے گائے کی زبان۔

(مترجم)

Marfat.com

باب

ماجاء فی الکہان ونحوہم

اس باب میں

کہانت اور غیب دانی

کے بارے میں احکام شریعت کی وضاحت کی گئی ہے

Marfat.com

روی مسلم في صحيحه عن بعض ازواج النبي ﷺ عن النبي ﷺ قال :

مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات سے مروی ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ
جس شخص نے کسی نجومی کے پاس جا کر کچھ پوچھا اور اس کی تصدیق بھی کی تو اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہو گی ۔

قوله : باب ما جاء فی الکھان و نحوھم :

وہ شیاطین جو فرشتوں کی بعض باتیں چوری چھپے سن کر دوسروں کو بتاتے ہیں ان کو کاہن کہا جاتا ہے ۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اکثر شیاطین فرشتوں کی کچھ باتیں سن لیا کرتے تھے لیکن رسول مکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد آسمان پر کڑی نگرانی کر دی گئی لہٰذا اب وہ بہت ہی مشکل سے کوئی بات سن پاتے ہیں ۔

اب صورت حال یہ ہے کہ یہ شیاطین بعض علاقوں کی خبریں دوسرے علاقوں کے کاہنوں کو بتا دیتے ہیں جس سے جاہل لوگ ان کاہنوں کی کرامت اور کشف کے قائل ہو جاتے ہیں اور اکثر لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ ان کو بتانے والے اولیاء اللہ ہیں جو بعض اوقات غیب کی خبریں بتاتے ہیں ۔ حالانکہ یہ سب کچھ شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے ۔ قرآن کریم میں اس کی وضاحت موجود ہے ۔ کہ :

---

[1] کتاب و سنت میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ ہر ایک انسان کے ساتھ کوئی نہ کوئی شیطان ضرور رہتا ہے ۔ بعض اوقات خبیث النفس انسان کی خواہش پر اس کا شیطان کسی دوسرے انسان کے شیطان سے اس کے گھریلو ، نجی اور خصوصی حالات معلوم کر کے اپنے خبیث النفس انسان کو بتا دیتا ہے ۔ اس کے بتانے سے یہ شخص سادہ لوح عوام کو جب بتاتے ہیں تو جاہل عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا متقی ، پرہیزگار اور صاحب کشف و کرامت ولی ہے ۔ حالانکہ یہ شخص بڑا دھوکے باز ہے ، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے میں پیش پیش ہے ایسے شعبدہ باز بہت سے عوام کو پھسلا چکے ہیں اس لیے ہر شخص کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے ۔ (مترجم)

Marfat.com

ويوم يحشرهم جميعا	جس روز اللہ ان سب لوگوں کو گھیر کر
يا معشر الجن	جمع کرے گا اُس روز وہ جنوں (یعنی
قد استكثرتم من	شیاطین جن) سے خطاب کرکے فرمائے
الانس قال اولياؤهم	گا کہ "اے گروہ جن! تم نے تو نوع
من الانس ربنا	انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا۔" انسانوں
استمتع بعضنا ببعض	میں سے جو ان کے رفیق تھے وہ عرض
وبلغنا اجلنا الذي	کریں گے" پروردگار! ہم میں سے ہر
اجلت لنا ؕ	ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا
	ہے اور اب ہم اس وقت پر آپہنچے
	ہیں جو تو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا تھا۔
قال النار مثوٰكم	اللہ فرمائے گا" اچھا اب آگ تمہارا
خالدين فيها الا	ٹھکانا ہے۔ اس میں تم ہمیشہ رہو گے
ما شاء الله ان	اس سے بچیں گے صرف وہی جنہیں
ربك عليم حكيم۔	اللہ بچانا چاہے گا۔ بیشک تمہارا رب
(الانعام - ١٢٨)	دانا اور علیم ہے۔

قوله : عن بعض ازواج النبي ﷺ

اس سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ کیونکہ ابو مسعود الثقفی نے اپنی مسند کے اطراف حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی سند سے یہی روایت بیان کی ہے۔

قوله : من أتى عرافا :

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"جو شخص چند باتیں ملا کر بطور نتیجہ مسروقہ چیز اور جائے سرقہ کی نشان دہی کر دے۔ اُس کو عراف یعنی نجومی کہتے ہیں۔"

کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ : عراف کاہن ہی ہوتا ہے اور کاہن وہ ہے جو زمانہ مستقبل میں ہونے والے کسی کام کی خبر دے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص دل کی بات بتا دے اُسے کاہن کہتے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"کاہن، نجومی اور علم رمل وغیرہ جاننے والے کو عراف کہتے ہیں۔"

امام موصوف مزید فرماتے ہیں :

"نجومی، عراف میں داخل ہے"

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"جو شخص پرندوں کو اُڑا کر کامیاب فال نکالنے میں شہرت حاصل کرلے عرب لوگ اُسے عراف

Marfat.com

عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ ۔ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ علٰى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم (رواه ابوداؤد)

و للاربعة و الحاكم. و قال صحيح على شرطهما عن مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم ولابي يعلى بسند جيد عن ابن مسعود مثلهٗ موقوفًا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کاہن اور نجومی کے پاس کوئی سوال پوچھنے کے لیے گیا اور پھر اُس کے جواب کی تصدیق بھی کی تو اُس نے شریعتِ اسلامیہ کا انکار کیا

چاروں کُتب سُنن اور مُسند حاکم میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اُس کی بات کی تصدیق کرے تو اُس نے شریعتِ محمدیہ کا انکار کر دیا۔

یہ روایت مُسند ابی یعلیٰ میں سندِ جید سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح موقوفاً مروی ہے۔

اور عالف کہتے تھے۔

قوله ، لم تقبل له صلوٰة اربعين يوما :

امام نووی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ :

"کاہن سے سوال کرنے والا نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن اس کو نماز کا ثواب نہیں ملے گا۔ اس تاویل کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی نجومی کے پاس جاتا ہے اُس پر چالیس روز کی نماز کی قضا ضروری نہیں ہے۔"

Marfat.com

وعن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ مرفوعًا : لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ - وَ مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم رواه البزار بسند جيد

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خود فال نکالے یا اُس کے لیے فال نکالی جائے یا خود کاہن بنے یا اُس کے لیے کوئی دُوسرا شخص کاہن تجویز کرے یا جو شخص خود جادُوگر ہو یا اُس کے لیے کوئی دُوسرا شخص جادُوگر تجویز کرے وہ ہم میں سے نہیں۔
اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اُس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اُس نے شریعتِ محمدیہ سے کُفر کا ارتکاب کیا۔

قوله ، من أتى كاهنا فصدقه بما يقول ،
یہ روایت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے۔ ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ منقول ہیں :

او امرأته يا امرأته حائضا :
مسدد رحمہ اللہ اس جملے کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں، کہ :
جو شخص حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت کرے یا اس کی دُبر میں اپنی نفسانی خواہش کا مرتکب ہو تو یُوں سمجھیے کہ یہ شخص دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہے۔

قوله : عن .... من اتى عرافا :
مصنف رحمہ اللہ نے راوی کا نام ذکر نہیں کیا اور اس کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ جیسے ابُوداؤد میں ہے۔
البتہ امام احمد، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

قوله ، فقد كفر بما انزل على محمد صلی اللہ علیہ وسلم
علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ،

Marfat.com

اُنزلَ سے کتاب وسنت مراد ہے۔

قولہ : ولابی یعلی بسند جید :

ابو یعلی کا پورا نام یہ ہے۔ احمد بن علی بن المثنی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مسند ابی یعلی آپ کی مشہور کتاب ہے

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے یحیی بن معین، ابو خیثمہ، ابو بکر بن ابی شیبہ اور بہت سے ائمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ ابو یعلی بہت بڑے امام اور حافظ الحدیث تھے۔ ۳۰۷ھ میں فوت ہوئے۔

یہ اثر مسند البزار میں بھی ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

من أتى كاهنا او ساحرا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد صلی اللہ علیہ وسلم	جو شخص کسی کاہن یا جادوگر کی بات کی تصدیق کرتا ہے گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین اسلام کا انکار کر دیا۔

ان احادیث میں کاہن اور جادوگر کے کفر پر واضح دلائل ہیں۔[1]

---

[1] اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا علم غیب کا دعویٰ کرنا یا کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ علم غیب جانتا ہے، کفر ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ اس پر شاہد ہے:

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ما تكسب غدا وما تدرى نفس بأى ارض تموت ان الله عليم خبير (لقمان - ۳۴)	اُس گھڑی (قیامت) کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور با خبر ہے۔

سورۂ الانعام میں ارشاد ربانی ہے:

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو۔ (الانعام - ۵۹)	اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سورۂ جن میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔ (الجن - ۲۶، ۲۷)	وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے پسند کر لیا ہو۔

پس جو شخص عراف یا کاہن کی تصدیق کرتا ہے وہ مندرجہ بالا آیت سے کفر کا مرتکب ہوتا ہے اور جو آیات سے کفر کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

وروواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن من حدیث ابن عباس

دون قولہ: " وَ مَنْ أَتٰی إلیٰ اٰخرہٖ" قال البغوی: **أَلْعَرَّافُ الَّذِيْ يَدَّعِيْ مَعْرِفَةَ الْأُمُوْرِ بِمُقَدَّمَاتٍ يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى الْمَسْرُوْقِ وَ مَكَانَ الضَّالَّةِ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ -**

وقيل: هُوَ الْكَاهِنُ ، وَ الْكَاهِنُ هُوَ الَّذِيْ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ - وقيل: أَلَّذِيْ يُخْبِرُ عَمَّا فِي الضَّمِيْرِ -

---

طبرانی نے اوسط میں سندِ حسن سے یہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ البتہ اِس میں وَمَن اتی کاھنا سے آگے تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے عراف کی تشریح میں بیان کیا ہے کہ جو شخص چند باتیں ملاکر مسروقہ چیز اور جائے سرقہ کی نشان دہی کردے اُس کو عراف یعنی نجومی کہتے ہیں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص آئندہ آنے والی خبریں بتائے اُس کو کاہن کہا جاتا ہے۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ جو شخص کسی کے دل کی بات بتائے وہ کاہن ہوتا ہے۔

قولہ : لیس منا :

یہ جملہ ایمان واجب کی نفی کی دلیل ہے اور یہ تطیر کے شرک اور کہانت کے کفر ہونے کے مخالف نہیں ہے۔

قولہ ، رواہ البزار :

Marfat.com

وقال ابوالعباس بن تیمیة رحمه الله : اَلْعَرَّافُ إِسْمٌ لِلْكَاهِنِ ، وَ الْمُنَجِّمِ وَ الرَّمَّالُ وَ نَحْوِهِمْ مِمَّنْ يَتَكَلَّمُ فِي مَعْرِفَةِ الْأُمُوْرِ بِهٰذِهِ الطُّرُقِ .

وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ : فِيْ قَوْمٍ يَكْتُبُوْنَ أَبَا جَادٍ ، وَ يَنْظُرُوْنَ فِي النُّجُوْمِ " مَآ أَرٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ خَلَاقٍ " .

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہانت، تنجیم اور علم رمل وغیرہ کی مدد سے بعض امور کی اطلاع دے اُس کو عرّاف کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اُن لوگوں کے بارے میں جو حروف ابجد وغیرہ لکھ کر حساب کرتے اور نجوم سیکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا عمل کرے اُس کا آخرت میں کوئی حصہ اور اجر نہیں ہے۔

ان کا پورا نام یہ ہے : احمد بن عمرو بن عبدالخالق ابوبکر البزار البصری رحمہ اللہ المسند الکبیر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ ابن بشار ابن المثنیٰ کے علاوہ بہت سے محدثین سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔

قولہ : قال ابن عباس فی قوم یکتبون :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

قولہ : ما أری :

ما أری کے معنیٰ ، میں نہیں جانتا ، مجھے معلوم نہیں ۔ اور ما اُری کے معنیٰ : میں گمان نہیں کرتا ہوں۔

ابی جاد وغیرہ حروف کا لکھنا اور سیکھنا جس سے معلوم ہو کہ ان حروف کا جاننے والا غیب پر مطلع ہو گیا ہے جسے علم الحروف بھی کہتے ہیں، یہی صورت ہے جس پر وعید اور ڈانٹ

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولی: لَا يَجْتَمِعُ تَصْدِيقُ الْكَاهِنِ مَعَ الْإِيمَانِ بِالْقُرْآنِ.

الثانیۃ: أَلتَّصْرِيحُ بِأَنَّهُ كُفْرٌ.

الثالثۃ: ذِكْرُ مَنْ تُكُهِّنَ لَهُ.

الرابعۃ: ذِكْرُ مَنْ تُطُيِّرَ لَهُ.

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① قرآنِ کریم پر ایمان اور کاہن کی تصدیق ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

② اِس بات کی وضاحت کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

③ جس شخص کے لیے کہانت کی گئی ہو، اُس کا حکم۔

④ جس شخص کے لیے فال لی گئی ہو اُس کی وضاحت۔

پلائی گئی ہے البتہ حروفِ تہجی اور حساب وغیرہ کے لیے لکھنا اور سیکھنا منع نہیں ہے۔

قولہ: وینظرون فی النجوم:

یعنی اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ ستاروں میں تاثیر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایسا علم جس کی صحت کتاب سنت سے معلوم نہ ہو، سیکھنے سے بچنا چاہیے اور ایسے لوگوں کے پاس جانے، اُن سے سوال کرنے اور اُن کی غلط باتوں کی تصدیق کرنے کی تردید احادیث میں مذکور ہے۔

افسوس کہ بہت سے لوگ ان امور سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں۔

فاللہ المستعان

Marfat.com

الخامسة ذِكْرُ مَنْ سُحِرَ لَهُ ۔

السادسة ذِكْرُ مَنْ تَعَلَّمَ أَبَا جَادٍ۔

السابعة ذِكْرُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْكَاهِنِ وَ الْعَرَّافِ ۔

---

⑤ جس شخص کے لیے جادُو کیا گیا ہو اُس کا حکم۔

⑥ جو شخص حروفِ ابجد وغیرہ لکھ کر حساب کرتا ہے اُس کے بارے میں حکم۔

⑦ کاہن اور عرّاف میں جو فرق ہے اُس کی وضاحت۔

Marfat.com

بابُ ما جاءَ
فی النشرۃ

اِس باب میں جادُو وغیرہ اور جِنوں کو
نکالنے کے عِلاج کے
متعلق اُمور کا ذِکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

عن جابر رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ عَنِ النُّشْرَةِ ؟ فَقَالَ هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۔ رواہ احمد بسند جید ، و ابوداؤد

وَقَالَ سُئِلَ أَحْمَدُ عَنْهَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَكْرَهُ هٰذَا كُلَّهٗ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نُشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے ۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نشرہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سارے عمل کو مکروہ قرار دیتے تھے ۔

قولہ ، باب ما جاء فی النشرۃ ،

صاحب قاموس کے مطابق نُشرۃ کے نؔ پر پیش ہے ۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؛

رقیہ اور نشرہ علاج کی ایک قسم ہے ۔ اس سے ان لوگوں کا علاج کیا جاتا ہے جن پر جنات کا اثر ہو ۔

اس علاج کو نشرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ بیماری کو زائل کیا جاتا ہے ۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؛

"کسی شخص سے جادو دور کرنے کو نشرہ کہتے ہیں اور یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے ، جو جادو جانتا ہو ۔

قولہ ، عن جابر رضی اللہ عنہ

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام احمد سے امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے ۔

قولہ ، سُئل عن النشرۃ ،

النشرۃ پر الف لام عہد ذہنی کے لیے ہے ۔ اس سے شیطانی عمل سے ترتیب دیا گیا نشرہ مراد ہے جو اہل جاہلیت کیا کرتے تھے ۔

59576

Marfat.com

وفی البخاری عن قتادة رضی اللہ عنہ : قلت لابن المسیب

رَجُلٌ بِهٖ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنْ إِمْرَأَتِهٖ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ ؟ قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ إِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهِ الْإِصْلَاحَ فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ۔

وَ رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ رحمہ اللہ أَنَّهٗ قَالَ لَا يَحُلُّ السِّحْرَ إِلَّا سَاحِرٌ۔

صحیح بُخاری میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ کہتے کہ میں نے سعید ابنِ مسیب رحمہ اللہ سے پُوچھا کہ اگر کسی شخص پر جادُو یا کوئی ایسا ٹوٹکا ہو جس سے وُہ اپنی عورت کے پاس نہیں آسکتا۔ آیا اِس کا حل کیا جائے یا نُشرہ کریں؟ آپ نے جواب دیا کہ اِس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اِس سے اِصلاح مقصود ہے اور جو چیز فائدہ مند ہو اُس کے اِستعمال کی ممانعت نہیں۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جادُو کو جادُوگر ہی دُور کرسکتا ہے۔

قولہ ، عن قتادة رحمہ اللہ

ابن دعامہ الدوسی رحمہ اللہ مراد ہیں۔ دعامہ بکسر الدال تابعین میں سب سے زیادہ حافظ الحدیث تھے۔ بہت بڑے فقیہ اور ثقہ تھے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ نابینا ہی پیدا ہوئے تھے۔ ۱۱۸ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے۔

قولہ ، رجل بہ طب ،

جب کسی پر جادو کیا گیا ہو تو کہتے ہیں طب الرجل یعنی اس پر جادو کر دیا گیا ہے۔

قولہ ، یؤخذ :

بفتح الواو مهموز وتشديد الخاء المعجمة وبعدها ذال معجمة ، یؤخذ کا معنی یہ ہے کہ ، جادو کیے گئے شخص کو اس کی بیوی سے دُور رکھا جائے

Marfat.com

قال ابن القیم رحمہ اللہ : أَلنُّشْرَةُ حَلُّ السِّحْرِ عَنِ الْمَسْحُوْرِ ۔ وَ هِيَ نَوْعَانِ ۔

احدھا : حَلٌّ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ ۔ وَ هُوَ الَّذِيْ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ وَ عَلَيْهِ يُحْمَلُ قَوْلُ الْحَسَنِ رحمہ اللہ فَيَتَقَرَّبُ النَّاشِرُ وَ الْمُنْتَشِرُ إِلَى الشَّيْطٰنِ بِمَا يُحِبُّ فَيُبْطِلُ عَمَلَهُ عَنِ الْمَسْحُوْرِ ۔

والثاني : أَلنُّشْرَةُ بِالرُّقْيَةِ وَ التَّعَوُّذَاتِ وَ الْأَدْوِيَةِ وَ الدَّعَوَاتِ الْمُبَاحَةِ فَهٰذَا جَائِزٌ

جھاڑ عمل تک جائز

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جادُو کیے گئے شخص سے جادُو کو دُور کرنا نُشرہ کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ جادُو کو جادُو ہی سے دُور کیا جائے ۔ یہ شیطانی عمل ہے جو ناجائز ہے۔

اِس کی صُورت یہ ہے کہ جادُو دُور کرنے والا اور جس پر جادُو کا وار کیا گیا ہے ۔ دونوں ایسا فعل کرتے ہیں جس سے شیطان کا قرب حاصل ہو چنانچہ شیطان اپنا اثر دُور کر دیتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

نُشرہ کی دُوسری قسم وُہ ہے جو جھاڑ پھونک، تعوذ، ادویات اور جائز ادعیہ سے علاج کیا جاتا ہے ۔ یہ جائز ہے۔

تاکہ اُس سے ہم بستری نہ کر سکے۔

أُخذة ، جادوگر کے کلام کو کہتے ہیں ؛

Marfat.com

قولہ : أیُحَلّ :

یٰ پر ضمہ ، حٓ پر فتحہ ۔ مبنی بر مفعول ہے ۔

قولہ : او ینشّر : شٓ پر شد ہے ۔

قولہ ، لا بأس بہ ،

یعنی جادو کے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ کیونکہ جادو کیے گئے شخص کی صلاح مراد ہے اور اصلاحی امور کی بجاآوری کے لیے اس قسم کے حفاظتی اقدامات کی ممانعت نہیں ہے یہ سعید بن المسیب کی رائے ہے جس سے ایسا نشرہ مُراد ہے جو جادو کی اقسام پر مبنی نہ ہو ۔

قولہ : وروی الحسن :

حسن بن ابی الحسن یسار مراد ہیں ۔ بصرہ کے رہنے والے تھے ۔ انصار کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے ۔ اپنے دور کے فقیہ اور ثقہ راویوں میں سے تھے ۔ تابعین میں اونچے طبقہ کے امام شمار ہوتے تھے ۔ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے ۔ آپ کی عمر نوے برس کے لگ بھگ تھی ۔

قولہ ، قال ابن القیم ، النشرۃ حل السحر عن المسحور :

جادُو دُور کرنے کے جواز میں ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ لیث بن ابی سلیم سے روایت کرتے ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ مجھے یہ نسخہ تیر بہدف ملا ہے کہ مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر پانی والے برتن میں پھونک کر مریض کے سر پر ڈال دیا جائے تو انشاء اللہ فوراً صحت حاصل ہوگی ۔ آیات یہ ہیں :

فلما القوا قال	پھر جب انھوں نے اپنے آنچھ
موسٰی ما جئتم	پھینک دیے تو موسٰی علیہ السلام نے
بہ السحر ان اللہ	کہا ۔ یہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ جادُو
سیبطلہ ان اللہ	ہے ۔ اللہ ابھی اسے باطل کیے دیتا ہے
لا یصلح عمل المفسدین	مفسدوں کے کام کو اللہ سُدھرنے
ویحق اللہ الحق	نہیں دیتا ۔ اور اللہ اپنے فرمانوں سے
بکلماتہ ولو کرہ	حق کو حق کر دکھاتا ہے خواہ مجرموں کو
المجرمون (یونس ۸۱-۸۲)	وہ کتنا ہی ناگوار ہو ۔
فوقع الحق و	اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہُوا
بطل ما کانوا	اور جو کچھ انھوں نے کر رکھا تھا وہ باطل
یعملون ۔	ہو کر رہ گیا ۔
فغلبوا ھنالک	فرعون اور اس کے ساتھی میدانِ مقابلہ
وانقلبوا صاغرین ۔	میں مغلوب ہوئے اور فتح مند ہونے
	کے بجائے اُلٹے ذلیل ہو گئے ۔
والقی السحرۃ	اور جادوگروں کا حال یہ ہُوا کہ گویا

Marfat.com

مسائل

الاولیٰ: اَلنَّهیُ عَنِ النُّشْرَةِ ۔

الثانیہ: اَلفَرقُ بَینَ المَنْهِیِّ عَنهُ وَ المُرَخَّصِ فِیهِ عَمَّا یُزِیلُ الإِشکَالَ ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① جادُو کا علاج جادُو سے کرنے کی ممانعت۔

② ممنوع علاج اور جس علاج کی رُخصت دی گئی ہے اِس میں فرق کی وضاحت جس سے شبہات دُور ہو جاتے ہیں۔

ساجدین۔	کسی چیز نے اندر سے انہیں سجدے میں گرا دیا۔
قالوا آمنا برب العالمین۔ (الاعراف - ۱۲۱،۱۲۰)	بول اُٹھے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔
انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ (طٰہٰ)	یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ وہب بن منبہ کی کتاب میں ہے، کہ:

"بیری کے سات سبز اور تازہ پتّے لے کر ان کو دو پتھروں میں پیس کر پانی میں ڈال دو، اور اس پانی پر آیۃ الکرسی اور چاروں قُل پڑھ کر دَم کر دو اور پھر بیمار کو تین گھونٹ پلا دو اور باقی پانی سے وہ غسل کر لے۔ یہ نسخہ بیمار کے لیے تیر بہدف ثابت ہو گا جب کہ مرد کو بیوی کی مجامعت سے روک دیا گیا ہو۔"

Marfat.com

بابُ ماجاءَ
فِی الطّیرِ

اِس باب میں شگون اور فال کے بارے میں شریعت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور اس کو کسی قطعی فیصلے پر پہنچنے کا ذریعہ قرار دینے سے روکا گیا ہے۔

Marfat.com

قولہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف : ۱۳۱)

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ (یٰس : ۲۱)

درحقیقت ان کی فال بد تو اللہ تعالیٰ کے پاس تھی، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔

رسولوں نے جواب دیا "تمھاری فال بد تو تمھارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اس لیے کرتے ہو کہ تمھیں نصیحت کی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو"

قوله : باب ما جاء في التطير :

پرندے یا جانور وغیرہ سے فال لینے کو تطیّر کہتے ہیں، زیر نظر باب میں اس کی ممانعت پر بحث کی گئی ہے۔

تطیّر یتطیّر کا مصدر ہے "الطیَرۃ" جو طا کے کسرہ اور یا کے فتحہ کے ساتھ ہے، کبھی یا ساکن بھی ہو جاتی ہے تطیر سے طیرۃ اسم مصدر ہے جیسا کہ تخیر اور خیرۃ کہا جاتا ہے۔ مصادر میں یہ وزن صرف ان ہی دو جگہوں پر آتا ہے ان کے علاوہ اور کہیں نہیں آتا یعنی تطیر سے طیرۃ اور تخیر سے خیرۃ۔

مشرکین عرب کی یہ عادت تھی کہ کسی کام کو شروع کرنے سے قبل پرندوں اور حیوانات کے اڑنے اور گزر جانے سے فال لیتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا اور اسے باطل قرار دیا اور امت کو بتایا کہ یہ حرکت نہ حصول نفع کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتی ہے اور نہ دفع ضرر کے لیے۔

المدائنی کہتے ہیں کہ میں نے روبہ بن العجاج سے سوال کیا کہ :

السانح کسے کہتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا، پرندہ اگر دائیں جانب کو اڑے تو اسے السانح کہا جاتا ہے

میں نے پوچھا کہ البارح کسے کہتے ہیں؟

بولے، پرندہ اگر بائیں جانب اڑے تو اسے البارح کہتے ہیں۔

اور جو سیدھا اڑ جائے اسے الناطح یا النطیح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور جو پرندہ پچھلی طرف کو اڑے اسے القاعد یا القعید کہتے ہیں۔

Marfat.com

تطیر چونکہ ایک شیطانی اور شرکیہ عمل ہے جو توحید کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس کی تردید فرمائی ہے۔

قولہ : الا انما طائرھم عند اللہ :

پوری آیت کریمہ یہ ہے :

فاذا جاءتھم الحسنۃ	جب اچھا دور آتا تو کہتے کہ ہم
قالوا لنا ھذہٖ ج و ان	اسی کے مستحق ہیں اور جب بُرا
تصبھم سیئۃ یطیروا	دور آتا تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں
بموسٰی و من معہ ،	کو اپنے لیے فال بد ٹھہراتے حالانکہ
الا انما طٰئرھم عند	درحقیقت ان کی فال بد تو اللہ کے
اللہ ولٰکن اکثرھم	پاس تھی مگر ان میں سے اکثر بے علم
لا یعلمون (الاعراف-۱۳۱)	تھے۔

جب فرعون اور اس کی قوم کو صحت و عافیت اور کشادگی رزق کی نعمتیں کثرت سے میسر آئیں تو خوشی سے پھولے نہ سمائے اور کہنے لگے کہ ہم ہی اس کے صحیح اور حقیقی حقدار ہیں اور اس کے برعکس جب کبھی مصائب اور قحط سالی وغیرہ کے عذاب میں مُبتلا ہو جاتے۔ تو فوراً اپنی اصل بے ہودگی پر اُتر آتے اور کہتے کہ یہ مصائب و آلام (حضرت) موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ماننے والوں کی وجہ سے نازل ہُوئے ہیں۔

اُن کی اس یاوہ گوئی کی تردید اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ :

الا انما طٰئرھم عند اللہ

کہ یہ مصائب و آلام اور عذاب خداوندی تمہارے ہی کُفر، تکذیب آیات الٰہی اور اس کے رسول کو جھٹلانے کی پاداش میں نازل ہُوئے ہیں۔

قولہ : ولٰکن اکثرھم لا یعلمون :

یعنی ان کی اکثریت احمق اور جاہل ہے۔ وہ عقل اور غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ اگر ذرا بھی عقل و خرد سے کام لیں تو ان پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایات میں تو سراسر خیر و برکت، سعادت دارین اور کامیابی ہی کامیابی ہے اور ان انعامات سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو سچے دل سے ایمان لائے۔ اور ہمارے پیغمبر کی اطاعت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا ان کے لیے فیصلہ کیا گیا اور جو چیز ان کے لیے مقدر ہو چکی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کی فال و شئوم اللہ کے پاس ہے اور اسی کی طرف سے ہے یعنی ان کو جو شئوم پہنچتی ہے وہ اُن کے کفر کی وجہ سے اور اس کی آیات اور اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی بنا پر اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے۔

قولہ : قالوا طائرھم معکم :

Marfat.com

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ لَا عَدْوٰى۔

وَ لَا طِيَرَةَ۔

وَ لَا هَامَةَ وَ لَا صَفَرَ۔ اخرجاہ

زاد مسلم : وَ لَا نَوْءَ وَ لَا غُوْلَ۔

ولھما عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

لَا عَدْوٰى وَ لَا طِيَرَةَ وَ يُعْجِبُنِي الْفَأْلُ۔

قَالُوْا وَ مَا الْفَأْلُ؟ قَالَ اَلْكَلِمَةُ

الطَّيِّبَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے۔

نہ فالِ بد کوئی چیز ہے۔

نہ اُلو کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے اور نہ ہی صفر کچھ ہے۔

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نچھتر اور بھتنوں کا بھی کوئی وجود نہیں ہے

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے اور نہ فالِ بد کوئی چیز ہے اور مجھے

فال پسند ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ فال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اچھی

بات کو فال کہتے ہیں۔

معنی یہ ہے واللہ اعلم کہ جن مشکلات میں تم گھر گئے ہو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے وہ صرف تمھارے ہی بُرے کردار، کُفریہ عقائد اور انبیاء و مرسلین کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہوئی ہے، ہماری وجہ سے نہیں، تمھاری شقاوتِ قلبی بغاوت، سرکشی تمھارے سامنے آئی ہے کیونکہ باغی اور ظالم کی بدفالی خود اُس کے اپنے اندر موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com

قولہ : ائن ذکرتم :

مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو تمہاری خیر خواہی کی بنا پر تمہیں نصیحت کی تھی اور توحید پر کاربند رہنے کے لیے تم کو کہا تھا لیکن تمہاری شومئی قسمت اور شقاوتِ قلبی کا یہ عالم ہے کہ تم نے اس قسم کے نازیبا الفاظ سے ہمیں جواب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ

بل انتم قوم مسرفون ۔ تم بالکل حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

قولہ : لاعدویٰ :

ابوالسعادات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ :

"جب ایک شخص دوسرے کی وجہ سے اسی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو اُسے عدویٰ سے تعبیر کرتے ہیں"۔

قولہ : لا طیرۃ :

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں نفی اور نہی دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں لیکن نفی کے معنی اپنے اندر زیادہ بلاغت رکھتے ہیں کیونکہ نفی طیرۃ اور اس کی تاثیر دونوں کا بطلان کرتی ہے۔ اس کے برعکس نہی صرف ممانعت پر دال ہے۔ پوری حدیث یعنی لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامۃ سے بھی نفی مراد ہے۔ اس سے ان تمام امور کا بطلان مقصود ہے جو اہل جاہلیت قبل از بعثت نبوی کیا کرتے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہمارے اوپر سے ایک پرندہ چیختا ہوا گزر گیا، ایک آدمی کہنے لگا۔

خیر ، خیر یعنی بھلائی ہے بھلائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہا کہ دیکھو !

لا خیر ولا شر اس میں خیر ہے نہ شر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سنتے ہی اس کی تردید اور ممانعت فرمائی کہ کہیں اس کے دل میں خیر و شر کی تاثیر کا عقیدہ نہ پیدا ہو جائے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سفر کو چلے راستے میں کسی مقام پر کوا کائیں کائیں کرتا ہوا گزر گیا۔ یہ سن کر حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھی بول اُٹھا کہ :

خیر ۔ بھلائی ہو۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فوراً گویا ہوئے۔ اس کے اختیار میں کون سی بھلائی ہے ؟ یہ کہا اور فرمانے لگے :

لا تصحبنی جاؤ، میرے ساتھ سفر میں شریک نہ رہو۔

قولہ ، ولا ھامۃ ،

فراء کے قول کے مطابق ھامۃ اُلو کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اگر اُلّو کسی کے مکان پر بیٹھ جاتا تو وہ اس کو نحوست سے تعبیر کیا کرتے تھے، وہ کہتے تھے:

نعت الی نفسی	اب یا تو میری موت کا وقت آگیا
او احدا من اھل	ہے یا میرے گھر والوں میں سے
داری۔	کوئی مرنے والا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمادی۔

قولہ: ولا صفر،

ابو عبیدہ اپنی کتاب غریب الحدیث میں روبہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"انسان اور چوپائے کے پیٹ میں ایک سانپ نما کیڑا پیدا ہوجاتا ہے۔ اُسے صفر کہتے ہیں۔"

عربوں کے ہاں اسے خارش وغیرہ سے بھی زیادہ متعدی بیماری سمجھا جاتا ہے۔

سفیان بن عیینہ، امام احمد ابن جریر اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ زیر نظر جملے میں آنحضرت ﷺ نے اس فاسد عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک ولا صفر سے ماہ صفر مراد ہے کیونکہ مشرکین ماہ محرم کو حلال کرنے کے لیے اس کے بدلے میں ماہ صفر کو حرمت والا مہینہ بنا لیا کرتے تھے جس کی تردید کی گئی ہے۔

امام ابو داؤد محمد بن راشد سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ:

"اہل جاہلیت یعنی مشرکین ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے لہٰذا اس حدیث میں اُن کے اس عقیدہ اور قول کی تردید کی گئی ہے۔"

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا تطیر کی اقسام میں سے ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے اسی طرح مشرکین کا پورے ہفتے میں سے بدھ کے دن کو منحوس خیال کرنا اور ماہ شوال کو منحوس سمجھنا خصوصاً نکاح وغیرہ کے معاملے میں، سب غلط باتیں ہیں۔

قولہ، ولا نوء:

اس لفظ پر مصنفؒ نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے لہٰذا اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ایک الگ باب کی صورت میں آرہی ہے۔ انشاء اللہ

قولہ، ولا غول:

بضم الغین، اس کی جمع اغوال اور غیلان ہے۔

ابو السعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ:

"جنوں اور شیطانوں کی ایک قسم ہے جو مشرکین عرب کے عقیدہ کے مطابق جنگلوں میں راہ چلتے لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں، مختلف شکلوں میں تبدیل ہونا ان کا شیوہ ہے۔

Marfat.com

ولابی داؤد بسند صحیح عن عقبة بن عامر قال : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ۔
وَ لَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ : أَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنٰتِ اِلَّا أَنْتَ وَ لَا يَدْفَعُ السَّيِّاٰتِ إِلَّا أَنْتَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔

سُنن ابوداؤد میں صحیح سند سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسُولِ اکرم ﷺ کے پاس فالِ بد کا تذکرہ ہُوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے فال بہتر ہے۔

اور یہ کسی مسلمان کو کسی مقصد سے باز نہیں رکھتی۔ تم میں سے کوئی شخص ناپسند چیز دیکھے تو یہ دعا کرے۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائی دُور نہیں کرسکتا اور تیری مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت نہ بُرائی سے بچنے کی ہمت ہے۔

مشرکین کے بقول یہ مسافروں کو راہ سے بے راہ کرکے ہلاک کر دیتے تھے۔
آنحضرت ﷺ نے لا غول فرما کر مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے

قولہ : و یعجبنی الفال :

ابوالسعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :
"فال خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں پر بولا جاتا ہے البتہ طیرۃ تکلیف دہ حالت کے لیے خاص ہے، بعض اوقات خوشی کی حالت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قولہ : وما الفأل ؟ قال : الكلمة الطيبة :

آنحضرت ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مجھے فال بہت اچھی لگتی ہے جس سے ثابت ہُوا کہ فال اور چیز ہے اور طیرۃ جس کی ممانعت کی گئی ہے اور چیز ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

" فال کو پسند کرنے یا اس سے خوش ہونے میں شرک کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، بلکہ یہ انسانی فطرت اور طبیعت کے عین مطابق ہے کیونکہ فطرتِ انسانی ہر اُس چیز کو اچھا سمجھتی ہے جو اس کے ذوق کے مطابق ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کو دُنیا میں دو چیزیں پسند ہیں۔ ایک خوشبو اور دوسری عورت۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو محبوب گردانتے تھے۔ اسی طرح آپ کو اچھی آواز سے اذان اور تلاوتِ قرآن کریم کو سُننا بہت محبوب تھا آپ اچھے اخلاق اور عمدہ خصلتوں اور عادتوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر اچھی چیز کو اور جو اس کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہو اُسے پسند فرماتے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی طبیعت اور فطرت میں یہ صفت ودیعت فرما دی ہے کہ وہ ہر اچھے نام کو چاہتا اور اس سے محبت کا خواہاں ہے جس کی وجہ سے انسان طبعی طور پر ان کی طرف میلان رکھتا ہے جیسے انسان کی طبیعت ہے۔ اسی طرح ان اشیاء کے ناموں میں بھی یہ تاثیر رکھ دی ہے جس سے انسان ان کا نام سنتے ہی خوشی اور مسرت محسوس کرنے لگتا ہے جیسے

کامیابی و کامرانی، تندرستی اور سرخروئی اور مبارکبادی وغیرہ الفاظ سنتے ہی انسان کی طبیعت کھلکھلا اٹھتی ہے، دل مضبوط ہو جاتا اور سینہ کھُل جاتا ہے اور انسان کا جسم ایک تازگی محسوس کرنے لگتا ہے۔

لیکن مذکورہ اوصاف کے خلاف اگر کوئی چیز انسان کے کان میں پڑے تو غم اور خوف کے آثار دکھائی دیتے ہیں اور انسان کا جسم ایک گھٹن سی محسوس کرتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ چیز دُنیا میں مصائب و مشکلات کا پیش خیمہ بنتی ہے اور قوتِ ایمانی میں نقص اور کمی واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ چیز انسان کے شرک میں مُبتلا ہو جانے کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے "

قولہ : عن عقبة بن عامر :

کتاب التوحید کے عام نسخوں میں یہ روایت عقبہ بن عامر ہی سے مروی ہے۔ یہ درست نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ یہ روایت عروہ بن عامر سے منقول ہے جیسا کہ مسند امام احمد اور ابو داؤد میں منقول ہے۔ حضرت عروہ بن عامر مکۃ المکرمہ کے رہنے والے تھے، امام احمد رحمہ اللہ نے ان کو قرشی اور بعض علماء نے جہنی لکھا ہے، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے لیکن المزی رحمہ اللہ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ ابن حبان نے عروہ بن عامر کو ثقات تابعین میں شمار کیا ہے۔

قولہ : احسنها الفأل :

فال کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال کو پسند کرتے تھے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح روایت نقل کی ہے کہ :

Marfat.com

ان النبی ﷺ کان اذا خرج لحاجته یحب ان یسمع یا نجیح یا راشد۔	رسول اللہ ﷺ جب کسی مقصد کے لیے باہر تشریف لاتے تو آپ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ آپ یہ آواز سنیں، اے کامیاب، اے بھلائی پانے والے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان النبی ﷺ کان لا یتطیر من شیء وکان اذا بعث عاملا سأله عن اسمه فاذا اعجبه فرح به وان کره اسمه رئی کراهیة ذلک فی وجهه۔	رسول اکرم ﷺ کسی چیز سے فال نہیں لیتے تھے۔ جب کسی شخص کو کسی خاص مہم پر روانہ کرتے۔ تو اُس سے پُوچھتے تمہارا نام کیا ہے؟ اگر نام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے اور اگر اس کا نام اچھا نہ ہوتا تو آپ کے چہرے پر کراہت کے آثار نظر آنے لگتے۔

اس حدیث میں فال لینے کا ذکر اس کی صحت کو ثابت کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت ﷺ نے فال کو تطیر میں شمار کیا اور پھر فال کے بارے میں فرمایا کہ یہ صحیح ہے تطیر کی ممانعت فرما دی نیز فال اور تطیر میں جو فرق تھا۔ اُس کی وضاحت بیان فرمائی کیونکہ ان دونوں میں فرق اور امتیاز پایا جاتا ہے۔ فال نفع مند اور تطیر نقصان دہ ہے۔

دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے شرکیہ الفاظ سے جھاڑ پھونک کرنے سے منع فرمایا اور اس جھاڑ پھونک کی اجازت دے دی جس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں کیونکہ قرآنی آیات اور مسنون دُعاؤں کی رُو سے جھاڑ پھونک فوائد سے خالی نہیں ہے"

قولہ: ولا ترد مسلما:

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کافر طیرہ کی بنا پر اپنے کام سے رک جاتا ہے لیکن مومن اپنے ارادے میں اس کی پروا نہیں کرتا۔

قولہ: اللّٰھم لا یأتی بالحسنات:

معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! میرا یہ عقیدہ ہے کہ تطیر وغیرہ سے کوئی نعمت اور بھلائی حاصل نہیں ہوتی اور نہ کوئی مشکل دُور ہو سکتی ہے بلکہ تو ہی ایسا مالک اور مُربی ہے جس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ کسی کو بھلائی اور نعمت سے مالا مال کرنا صرف تیرا ہی کام ہے اور کسی کی مشکلات کو دُور کرنا بھی صرف تیرے ہی اختیار میں ہے۔

ان دُعائیہ جملوں میں الحسنات سے نعمت اور السیئات سے مصائب و مشکلات

Marfat.com

مراد ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے :

وان تصبهم حسنة	اگر انھیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو
يقولوا : هذه من	کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے
عند الله . وان تصبهم	اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے .تو
سيئة يقولوا هذه	کہتے ہیں یہ تمھاری بدولت ہے .
من عندك . قل كل	کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے
من عند الله . فمالِ	ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے
هٰولاء القوم لا	کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں
يكادون يفقهون	آتی. اے انسان! تجھے جو بھلائی
حديثا . ما اصابك من	بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت
حسنة فمن الله و ما	سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر
اصابك من سيئة	آتی ہے وہ تیرے اپنے کسبِ عمل
فمن نفسك (النساء-۷۸،۷۹)	کی بدولت ہے۔

پیشِ نظر دُعا میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل کو تمام دُنیا سے قطع تعلق کرکے صرف اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے۔ کیونکہ نفع وضرر دینا، یا کسی نعمت سے مالا مال کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا اصل نام توحید ہے۔

جس شخص کے دل میں تطیر وغیرہ کا کبھی احساس اور خیال پیدا ہو تو یہ دُعا پڑھنا بہت ہی مناسب ہے جس سے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوگا اور شیطانی وساوس هباء منثورا ہو جائیں گے. اس دُعا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز میں بھلائی یا تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ نفع وضرر پہنچانے میں کسی کو دخل ہے تو وہ احمق اور مشرک ہے۔

قوله ، ولا حول ولا قوة الا بك :

اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقینِ کامل رکھتے ہُوئے اور تطیر وغیرہ سے جو بسا اوقات مصائب ومشکلات میں گھر جانے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے منقطع ہوکر صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنا اور مدد چاہنا توحید کا اصل الاصول اور مغز ہے جو اس دُعائیہ جُملہ میں پنہاں ہے حقیقی توکل ہی وہ سب سے بڑا اور عظیم سبب ہے جس سے تمام بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں، اور مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کو الحول کہتے ہیں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی پر قدرت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ہاتھ میں ہے۔

اس دُعائیہ جملے میں بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور قوت کے ،حول اور قوت کے حصول

Marfat.com

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعًا : اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ

اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ -

وَ مَا مِنَّا إِلَّا وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ

بِالتَّوَكُّلِ -

رواه ابو داؤد، والترمذی وصححه وَ جَعَلَ أٰخِرَهُ

مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "الطیرۃ" کو دوبار شرک سے تعبیر فرمایا۔

اور ہم میں کوئی ایسا شخص نہیں جسے بتقاضائے بشریت ایسا وہم نہ گزرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اس کو دفع کرتا ہے۔

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کرکے صحیح کہا اور آخری جملہ یعنی "وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ" کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔

کی نفی کی گئی ہے جس کا دوسرا نام توحید ربوبیت ہے اور توحید ربوبیت، توحید الوہیت کی سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے۔

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت پر مفصل بحث کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے۔

قولہ : عن ابن مسعود :

اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد میں "الطیرۃ شرک" تین بار کہنا منقول ہے۔

اس حدیث میں صاف الفاظ میں وضاحت اور صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ الطیرۃ (بدفالی لینا) حرام اور شرک ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ سے دل کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے اسے شرک قرار دیا ہے لہذا جو چیز شرک ہو اُسے مکروہ کہنا خواہ اصطلاحاً ہی ہو قرین صحت کیونکر ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

وَ لِأَحْمَدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ
مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهٖ فَقَدْ أَشْرَكَ قَالُوْا فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ ؟

قَالَ أَنْ تَقُوْلَ : أَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَ لَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ ۔

و له من حديث الفضل ابن عباس رضی اللہ عنہما إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا اَمْضَاكَ اَوْ رَدَّكَ ۔

مُسنداحمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص کو فالِ بد اپنے کام سے روک دے اس نے شرک کیا صحابہؓ نے عرض کی کہ اِس کا کفارہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا اِس کا کفارہ یہ دُعا ہے: "اے اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے پرند کے سوا کوئی پرند نہیں اور تیرے سوا کوئی معبُود نہیں"

مسنداحمد میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فالِ بد یہ ہے کہ وُہ تجھے کسی کام میں لگا دے یا روک دے ۔

شرح السنن میں ہے کہ :
الطیرۃ کو شرک اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ نفع اور تکلیف پہنچاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے کے مترادف ہے ۔

قوله ؛ وما منا الا ؛
ابوالقاسم اصبہانی اور علامہ المنذری فرماتے ہیں کہ زیرِ نظر حدیث کے جُملے میں عبارت محذوف ہے ، پُوری عبارت یہ ہے :

وما منا الا وقد وقع في قلبه شيء من ذلك ۔	اس سلسلے میں ہم میں سے ہر شخص کے دل میں خدشات پیدا ہوتے ہیں ۔

قوله : ولكن الله يذهبه بالتوكل ،
جب ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکّل اور یقین کامل کر لیا کہ نفع دینے والا اور مصائب کو

Marfat.com

رفع کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو ہمارے اس توکل اور یقین کی وجہ سے تطیر وغیرہ کی نحوستیں از خود ہی ختم ہو کر رہ گئیں۔

قولہ ، وجعلی اٰخرہ من قول ابن مسعود :

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخری جملہ یعنی ما منا الا سے بالتوکل تک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول سمجھنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ الطیرۃ شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

قولہ : ولاحمد من حدیث بن عمرو :

اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے اور اس سند میں ابن لہیعہ کے علاوہ سب راوی ثقہ ہیں۔

عبداللہ بن عمرو کی کنیت ابُومحمد تھی، بعض علماء نے ان کی کنیت ابوعبدالرحمان بیان کی ہے۔ یہ سابقین الاولین میں سے ہیں، زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے صحابہ سے ہیں۔ فقہاء عبادلہ میں سے ایک ہیں اور صحیح روایت کے مطابق ان کی وفات طائف میں ذی الحجہ ۶۵ ہجری کو حرہ کی راتوں میں ہُوئی۔

قولہ : من ردتہ الطیرۃ عن حاجتہ فقد اشرک :

کسی چیز کو دیکھ کر یا سُن کر اس کو منحوس سمجھتے ہوئے اپنے کام یا سفر سے رُک جانا شرک ہے لہٰذا جو شخص ایسا خلافِ شریعت عمل کرے گا وہ مشرک ہوگا۔

اور اس لحاظ سے کہ ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد نہیں کیا بلکہ غیر اللہ پر اعتماد کر لیا ہے اس لیے اس کے اس فعل میں شیطان کا عمل دخل اور اس کا حصہ پایا جائے گا۔

قولہ : فما کفارۃ ذٰلک :

جب کسی شخص کے دل میں اس قسم کے تطیر اور تشاؤم کا خیال پیدا ہو۔ وہ فوراً مذکورہ دُعا پڑھ لے اور دل میں جو وسوسہ نمایاں ہُوا تھا اس سے اپنے دل کو صاف کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس معمولی وسوسے کو معاف کر دے گا کیونکہ اس دُعا کے پڑھنے سے اللہ پر توکل اور اعتماد پیدا ہو گیا ہے اور غیر اللہ سے اعراض کی فضا بحال ہوگئی ہے یہ حدیث اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ جو شخص الطیرۃ وغیرہ کی پروا نہ کرتے ہُوئے اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہے تو اسے کسی قسم کا نقصان ہرگز نہ ہوگا اور نہ تکلیف پہنچے گی۔ ہاں! وہ شخص جس کا توکل علی اللہ خالص نہ ہو اور شیطانی وساوس کے مطابق عمل کرنے کا مرتکب ہو، اسے اس کی سزا ضرور ملے گی اور وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوگا جس سے وہ ڈرتا ہے کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے اعراض کا مرتکب ہُوا ہے۔ ہر قسم کی بھلائی اور خیر و برکت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی کمال مہربانی و لطف و کرم سے مصائب و مشکلات کو دُور فرماتا ہے پس جو شخص کسی مصیبت اور

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولی أَلتَّنْبِيهُ عَلَى قَوْلِهِ "اَلَا إِنَّمَا طَآئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" مَعَ قَوْلِهِ "طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ"

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① اللہ تعالیٰ کے قول "اَلَآ اِنَّمَا طَآئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" اور "طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ" کا معنی ذہن نشین کرنا۔

مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اُسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مصیبت میرے اپنے کرتوت کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

ما اصابك من حسنة فمن الله و ما اصابك من سيئة فمن نفسك ۔ (النساء ۔ ۷۹)	(اے انسان!) تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے۔

قوله : ولـه من حديث الفضل ابن عباس :

یہ حدیث مسند امام احمد میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں، فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ :

خرجت مع رسول الله ﷺ يوما فبرح ظبى فمال فى شقه فاحتضنته فقلت : يا رسول الله تطيرت فقال : انما الطيرة ما امضاك او ردك ۔	ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا تو دیکھا ایک ہرن نمودار ہوا اور ایک طرف کو دوڑا میں نے اُسے گھیر لیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے اس سے شگون لیا ہے۔ آپ نے فرمایا، شگون یہ ہوتا ہے کہ تجھے کسی کام پر چلائے یا روک دے۔

Marfat.com

الثانیۃ نفیُ العدوٰی ۔

الثالثۃ نفیُ الطِّیرۃِ ۔

الرابعۃ نفیُ الھامّۃِ ۔

الخامسۃ نفیُ الصّفرِ ۔

---

(۲) مرض کے مُتعدی ہونے کی نفی ۔

(۳) فالِ بد کی نفی ۔

(۴) اُلّو سے فالِ بد کی ممانعت ۔

(۵) صفر کے عقیدہ کی تردید ۔

فضل رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے ۔

ابن معین نے لکھا ہے کہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے ۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ واقعہ مرج الصفر کے دن شہید ہوئے جو ۱۳ھ ہجری میں پیش آیا تھا ۔ اس وقت ان کی عمر صرف بائیس سال تھی ۔

ابوداؤد کے قول کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ دمشق کی جنگ میں شہید ہوئے ۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت کی درع پہنے ہوئے دادِ شجاعت دے رہے تھے ۔

قولہ : انما الطیرۃ ما امضاك او ردك ،

جب کوئی شخص تطیر کے بعد اس کے مطابق عمل کرے یعنی یا تو اپنے کام سے رُک جائے یا اُس پر عمل شروع کر دے تو یہی وہ حدِ فاصل ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ انسان تطیر پر اعتماد اور بھروسہ کر لیتا ہے ۔

اور وہ فال جس کو آنحضرت ﷺ نے پسند فرمایا ہے اس میں اعتماد صرف اللہ تعالٰی پر ہی ہوتا ہے ۔ اس میں صرف خوشی اور مسرت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور بس ۔ اس امتیازی فرق کو بالکل نہ بھولنا چاہیئے ۔

فافہم و تدبر ۔ واللہ اعلم

Marfat.com

السادسة أَنَّ الْفَأْلَ لَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ بَلْ مُسْتَحَبٌّ

السابعة تَفْسِيْرُ الْفَأْلِ

الثامنة أَنَّ الْوَاقِعَ فِي الْقُلُوْبِ مِنْ ذٰلِكَ مَعَ كَرَاهِيَتِهٖ لَا يَضُرُّ بَلْ يُذْهِبُهُ اللّٰهُ بِالتَّوَكُّلِ۔

التاسعة ذِكْرُ مَا يَقُوْلُ مَنْ وَجَدَهٗ۔

العاشرة اَلتَّصْرِيْحُ بِأَنَّ الطِّيَرَةَ شِرْكٌ۔

الحادية عشرة تَفْسِيْرُ الطِّيَرَةِ الْمَذْمُوْمَةِ۔

---

⑥ فال کی ممانعت نہیں بلکہ یہ مستحب ہے۔

⑦ فال پر مفصل بحث اور اس کے تمام پہلوؤں کی وضاحت۔

⑧ اگر فالِ بد کے وساوس دل میں پیدا ہو جائیں اور انسان ان کو ناپسند کرے تو یہ تکلیف دہ نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے یہ وساوس ختم ہو جاتے ہیں۔

⑨ جس شخص کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہو جائیں اُن کو رفع کرنے کی دُعا۔

⑩ فالِ بد کے شرک ہونے کی تصریح۔

⑪ قابلِ مذمت تطیّر سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور پوری تفصیل سے اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب ما جاء

فی النجوم

اس باب میں

کہانت اور غیب دانی

کے بارے میں احکام شریعت کی وضاحت کی گئی ہے

Marfat.com

Marfat.com

قال البخاری رحمہ اللہ فی صحیحہ : قال قتادۃ : خَلَقَ اللّٰہُ ھٰذِہِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ زِیْنَۃً لِّلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَعَلَامَاتٍ یُّھْتَدٰی بِھَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِیْھَا غَیْرَ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِیْبَہٗ وَکَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَہٗ بِہٖ ۔ (انتہٰی)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِن ستاروں کو تین چیزوں کیلئے پیدا فرمایا ہے۔

آسمان کی زینت کے لیے، شیاطین کو مارنے کے لیے اور بر و بحر میں راستے معلوم کرنے کے لیے۔

جو شخص اِس کے علاوہ کوئی اور مطلب لیتا ہے وہ خطا کار ہے۔ اُس نے اپنا حصہ شرعی ضائع کر دیا اور خود کو اِس تکلف میں ڈال دیا، جس کا کوئی علم نہیں۔

قولہ ، باب ما جاء فی التنجیم :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" آسمانی سیاروں کی رفتار سے زمین کے حادثات و واقعات کی کھوج لگانے کو تنجیم کہتے ہیں۔"

الخطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

" وہ علم نجوم جس کی کتاب و سُنت میں ممانعت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ نجومیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ آنے والے فلاں دن یا فلاں مہینے میں یہ حادثہ رونما ہوگا یا اس قسم کی ہوا چلے گی یا فلاں وقت بارش ہوگی یا فلاں چیز مہنگی ہو جائے گی فلاں سستی ہوگی وغیرہ وغیرہ اس قسم کی پیش گوئی سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں داخل ہوتا ہے یا فلاں فلاں ستارے جب جمع یا الگ ہو جاتے ہیں تو ان کی وجہ سے زمین پر اس قسم کے انقلابات و تغیرات ظہور پذیر ہوتے ہیں، نجومیوں کا یہ دعویٰ حقیقت میں علم

Marfat.com

غیب کا دعویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخصوص ہے"۔

قولہ ، قال البخاری فی صحیحہ :

اس اثر کو عبدالرزاق، عبدبن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر وغیرہ نے بھی نقل فرمایا ہے اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کتاب النجوم میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذرا تفصیل سے نقل کیا ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے دور میں علم نجوم کا غلغلہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی تردید کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہی علم نجوم توحید کے منافی ہے جو انسان کو شرک میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ تمام قسم کے حوادث کا برپا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن نجومی ان کی نسبت ستاروں کی طرف کرتا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض (۳۵-۳)	کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے ؟
قل لا يعلم من فى السمٰوٰت و الارض الغيب الا الله و ما يشعرون ايان يبعثون - (۲۷-۶۵)	کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کرکے) اُٹھائے جائیں گے۔

قولہ : خلق الله هٰذه النجوم لثلاث :

اس جملے کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

و لقد زينا السماء الدنيا بمصابيح وجعلنها رجوما للشيٰطين (الملک - ۵)	ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انھیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

ایک مقام پر یُوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ :

و علمٰت ۰ و بالنجم هم يهتدون . (النحل - ۱۶)	اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نظر اثر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ستارے آسمانِ دُنیا میں ہیں جیسا کہ ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

Marfat.com

وَكَرِهَ قَتَادَةُ تَعَلُّمَ مَنَازِلَ الْقَمَرِ
وَلَمْ يُرَخِّصِ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ:
ذکرہ حرب عنہما
وَرَخَّصَ فِي تَعَلُّمِ الْمَنَازِلِ اَحْمَدُ
وَ اِسْحٰقُ۔

چاند کی منزلیں جاننے کے علم کو سیکھنا حضرت قتادہ رحمۃ اللہ کے ہاں مکروہ ہے۔ ابنِ عیینہ رحمۃ اللہ نے اِس کی بالکل اجازت نہیں دی۔

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ اور اسحاق بن ابراہیم راہویہ رحمۃ اللہ نے اس کی تعلیم کی اجازت دی ہے۔

اما السّماء الدّنیا ؛	آسمانِ دُنیا کو ؛
فانّ اللہ خلقہا من دخان وجعل فیہا سراجا و قمرا منیرا و زیّنہا بمصابیح وجعلہا رجوما للشیاطین وحفظا من کلّ شیطان رجیم۔	اللہ تعالیٰ نے دھوئیں سے پیدا کیا اور اس میں سورج اور چاند کو روشن کیا اور اسے ستاروں سے مزیّن فرمایا جس سے شیاطین کو شعلے پڑتے ہیں اور شیاطین سے حفاظت ہوتی ہے۔

قولہ ؛ وعلامات یہتدی بہا :
یعنی ان ستاروں سے سمندروں اور جنگلوں میں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کی جہت کا پتہ لگایا جاتا ہے جس سے مسافر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

و ھو الّذی جعل لکم النّجوم لتھتدوا بہا فی ظلمٰت البرّ و البحر	اللہ تعالیٰ وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فائدہ کے لیے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو۔

یعنی ان سے اپنی منزلِ مقصود کا تعیّن کر لیتے ہو۔

Marfat.com

سوالــــ :

نجومیوں کی بعض باتیں درست ثابت ہوتی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جوابــــ :

نجومیوں کی بعض درست باتوں کی حیثیت وہی ہے جو کاہنوں کی ہے یہ ایک بات درست کہتے ہیں اور سو جھوٹ بولتے ہیں ، ان کی درست بات کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ بربنائے علم درست ہے بلکہ وہ اتفاقاً درست ثابت ہو جاتی ہے اس میں نجومی کا کوئی کمال نہیں ہے پس جو شخص ان کو سچا سمجھتا ہے وہ آزمائش اور فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قوله : وكره قتادة تعلم منازل القمر :

الخطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

وہ علمِ نجوم جس سے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد زوالِ شمس اور جہت قبلہ وغیرہ معلوم کی جاتی ہے اس کا حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے۔

کیونکہ یہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس سے پتا چل جاتا ہے کہ جب تک سایہ کم ہوتا رہے گا تو سورج مشرقی کنارہ سے وسط آسمان کی طرف بڑھتا جائے گا اور جب سایہ زیادہ ہونے لگے گا تو وسط آسمان سے سورج مغربی کنارہ کی طرف گرنا شروع ہو جائے گا اور یہ ایک صحیح علم ہے جس کا ادراک مشاہدہ سے ہوتا ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس فن کے جاننے والوں نے ایسے آلات ایجاد کر لیے ہیں جن کی وجہ سے آدمی سورج کی رفتار کا ہر وقت معاینہ کرنے کا محتاج نہیں رہا۔

اور وہ جو ستاروں سے جہتِ قبلہ پر استدلال کیا جاتا ہے تو وہ ایسے ستارے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسے اہلِ علم ائمہ نے قوانین وضع کیے ہیں جن کے دینی شغف اور معرفتِ اسلام میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے اور ہم ان کو اس معاملہ میں سچا سمجھتے ہیں مثلاً کبھی ان ستاروں کو کعبہ میں کھڑے ہو کر مشاہدہ کیا اور کبھی کعبہ سے باہر تو ان کا ادراک ایک مشاہدہ کی خبر ہے اور ہمارا ادراک یہ ہے کہ ہم ان کی خبر کو قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ دینی لحاظ سے ہمارے نزدیک مشکوک نہیں ہیں اور نہ وہ اپنی معرفت میں کوتاہی کرنے والے تھے"۔

ابن المنذر حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ :

"وہ چاند کی منزلوں کا علم سیکھنے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے"۔

ابن المنذر نے ابراہیم کا یہ قول بھی روایت کیا ہے کہ "ان کے نزدیک وہ علم نجوم جس سے بر و بحر وغیرہ میں راستے اور دیگر ضروری چیزوں کا پتا چل سکے وہ ممنوع نہیں ہے"۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"وہ علم نجوم جس سے انسان اپنا سفر صحیح طور پر جاری رکھ سکے یا جس سے جہتِ قبلہ یا راستہ معلوم ہو سکے جائز اور مباح ہے لیکن وہ علمِ نجوم جس سے ایک دوسرے پر اثر مرتب ہونا ثابت ہو گا وہ خواہ کم ہو یا زیادہ حرام اور باطل ہے"۔

Marfat.com

وعن ابی موسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثَۃٌ لَّا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ وَ قَاطِعُ الرَّحِمِ۔

(رواہ احمد، وابن حبان فی صحیحہ)

حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔

ا۔ دائمی شراب خور، ۲۔ جادو کو سچا ماننے والا،

۳۔ رشتہ کو ختم اور منقطع کرنے والا۔

قولہ : ذکرہ حرب عنہما ؛

اس سے امام وحافظ حرب بن اسمٰعیل الکرمانی رحمہ اللہ مراد ہیں۔ ان کی کنیت ابُومحمد تھی۔ اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عظیم شاگردوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ انھوں نے امام احمد، اسحاق، علی بن المدینی اور ابن معین سے روایات نقل کی ہیں۔ اُن کی مایۂ ناز تصنیف "کتاب المسائل" ہے جس میں وہ مسائل درج ہیں۔ جو امام احمد سے پُوچھے گئے تھے ۲۸۰ھ میں فوت ہُوئے۔

اسحاق کا پورا نام یہ ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد ابو ایوب الحنظلی النیسابوری۔ یہ ابن راہویہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

اسحاق نے ابن المبارک، ابی اسامہ، ابن عیینہ اور ان کے طبقہ کے علماء سے روایات نقل کی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

اسحاق ہمارے نزدیک مسلمانوں کے ائمہ میں سے ہیں۔

امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد وغیرہ رحمہم اللہ نے اسحاق رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے اور انھوں نے بھی امام احمد سے روایت کی ہے۔ اس جلیل القدر امام نے ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ أَلْحِكْمَةُ فِي خَلْقِ النُّجُومِ

الثانیۃ أَلرَّدُّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ غَيْرَ ذٰلِكَ

الثالثۃ ذِكْرُ الْخِلَافِ فِي تَعَلُّمِ الْمَنَازِلِ -

الرابعۃ اَلْوَعِيْدُ فِيمَنْ صَدَّقَ بِشَيْءٍ مِّنَ السِّحْرِ وَ لَوْ عَرَفَ أَنَّهُ بَاطِلٌ -

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① ستاروں کے پیدا کرنے میں کون کون سی حکمتیں پنہاں ہیں؟ اُن کا بیان۔

② جو حکمتیں بیان کی گئی ہیں، ان کے علاوہ تمام کی تردید۔

③ منازلِ قمر کا علم حاصل کرنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف۔

④ سحر کو باطل سمجھتے ہوئے بھی اس کی تصدیق کرنے پر وعید۔

قولہ : و عن ابی موسیٰ قال :

اس روایت کو طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس کی صحت کی تائید کی ہے۔

ان کا پورا نام یہ ہے :

عبد اللہ بن قیس بن سلیم بن حضار : ان کی کنیت ابو موسیٰ الاشعری ہے جلیل القدر

Marfat.com

صحابہ میں سے تھے۔ سنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

قولہ : ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ :

حدیث کا یہی جملہ باب سے متعلق ہے۔

قولہ : و مصدق بالسحر :

اس جیسی مثالیں سابقہ صفحات میں گزر چکی ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے :

من اتیٰ کاھنا	جو شخص کسی نجومی (کاہن) کے پاس
فصدقہ بما یقول	(کوئی سوال پوچھنے کے لیے) گیا اور پھر
فقد کفر بما انزل	اس (کے جواب کی) تصدیق بھی کی تو
علی محمد ﷺ	اس نے اس شریعت کا انکار کیا جو
	حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے

ان جیسی احادیث کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ نے اس بات کو اختیار فرمایا ہے کہ ان کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور ان کی تاویل نہ کی جائے۔

رحمہ اللہ نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کتاب الکبائر میں لکھتے ہیں کہ :

"کیمیا گری کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی معصیت کبیرہ کے ذیل میں آتا ہے اسی طرح بیوی کا اپنے خاوند کو اور خاوند کا بیوی کو کلماتِ مجہولہ سے تعویذِ محبت یا تعویذِ بغض و عداوت دینا بھی کبیرہ گناہ میں داخل ہے اور بہت سے کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن کی حرمت سے مخلوقِ خدا کی اکثریت بے خبر اور ناواقف ہے اور جن پر سخت وعید سنائی گئی اور زجر و توبیخ کی گئی ہے۔"

Marfat.com

باب ماجاء

فِي

الإِسْتِسْقَاءِ

بِالأَنْوَاءِ

اِس باب میں بارش کو ستاروں کی مختلف منزلوں
کی طرف منسوب کرنے پر وعید کی گئی ہے
اور بتایا گیا ہے کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا خلاف
شریعت ہے

Marfat.com

قول اللہ تعالیٰ: وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ - ۸۲)

اور اس نعمت میں اپنا حصہ تم نے یہ رکھا ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو۔

اس باب میں بارش کو ستاروں کی مختلف منزلوں کی طرف منسوب کرنے پر وعید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا خلافِ شرع ہے۔ چاند کی مختلف منزلوں کو انوار کہتے ہیں۔

ابوالسعادات رحمہ اللہ نہایۃ میں فرماتے ہیں کہ:

"چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور وہ ہر رات اپنے لیے ان منزلوں میں سے ایک منزل تبدیل کرتا ہے۔"

چاند کی مختلف منزلوں کو قرآن کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے جیسے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ۔ (یٰس - ۳۹)	چاند، اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔

ہر تیرہ تاریخ کی رات کو طلوعِ فجر کے وقت مغرب میں چاند غروب ہو جاتا ہے اور اس کے بالمقابل اسی وقت مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اسی طرح پورا دور ساری منزلوں میں ایک سال میں مکمل ہوتا ہے۔ عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب چاند ایک منزل سے غروب کے بعد اس کے بالمقابل منزل سے طلوع ہوتا ہے تو اس وقت بارش ہوتی ہے اور اس بارش کو وہ اس منزل کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہمیں چاند کی فلاں منزل کے ترحم کی وجہ سے بارش ملی اور اس کا نام نور رکھا گیا ہے کیونکہ جب چاند مغرب میں جا گرتا ہے تو وہ شرقی مطلع سے دور ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں نا، الطالع بالمشرق یعنی مشرق سے طلوع ہوا۔ ناء کا معنیٰ ہے چڑھنا۔

قولہ: وتجعلون رزقکم انکم تکذبون:

زیرِ نظر آیت کریمہ کی تشریح کے سلسلے میں ایک روایت امام احمد، امام ترمذی رحمہم اللہ اس کو حسن بھی قرار دیتے ہیں، ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نقل کرتے ہیں اور الضیاء بھی اپنی کتاب المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وتجعلون رزقکم یقول	تم نے اس نعمت کا یہ شکر ادا کیا
شکرکم انکم تکذبون،	ہے کہ تم اسے جھٹلاتے رہو گے
تقولون:	یعنی بجائے شکر کرنے کے کہتے
مطرنا بنوء کذا	رہو گے کہ اب بارش فلاں ستارے
وکذا بنجم کذا	اور فلاں برج میں داخل ہونے سے
وکذا۔	ہوئی ہے۔

تمام تفسیروں میں سے مندرجہ بالا تفسیر صحیح ہے۔

حضرت علی، ابن عباس، قتادہ، ضحاک رضی اللہ عنہم اور عطا خراسانی رحمہ اللہ سے بھی مندرجہ بالا تفسیر ہی منقول ہے اور جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے بھی اسی وجہ سے اس آیت کریمہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

وعن ابي مالك الاشعري رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم

قَالَ : أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ

أَلْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ

وَ الطَّعْنُ فِى الْأَنْسَابِ

وَ الْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ

وَ النِّيَاحَةُ۔

وَ قَالَ : أَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَ دِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ (رواه مسلم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری اُمت جاہلیت کے چار کام ترک نہیں کرے گی

خاندانی شرافت پر فخر کرنا۔

اور نسب میں عیب اور نقص نکالنا۔

اور ستاروں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

اور نوحہ کرنا،

پھر فرمایا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اُس کے بدن پر تارکول کا کرتہ اور خارش کی درع پہنائی جائے گی

Marfat.com

"تم نے اپنا حصہ اس رزق (قرآن) سے جس سے تمہاری زندگی قائم ہے۔ یہ بنا رکھا ہے کہ تم قرآن کریم کی تکذیب ہی کرتے رہو گے:

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تم نے قرآن کریم میں سے اپنا حصہ صرف یہ حاصل کیا ہے کہ اس کی تکذیب ہی کرنا ہے:

امام حسن بصری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

وخسر عبد لا یکون حظه من القرآن الا التکذیب.	وہ شخص بہت ہی گھاٹے میں ہے جس کا قرآن کریم میں سوائے تکذیب کے کوئی حصہ نہیں۔

قوله: عن ابی مالک الاشعری:

ابو مالک رضی اللہ عنہ کا نام حارث بن حارث الشامی ہے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ ان سے صرف ابو سلام ہی روایت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ابو مالک الاشعری کے نام سے دو اور صحابی بھی موسوم ہیں۔

قوله: اربع فی امتی من امر الجاهلية:

مطلب یہ ہے کہ بعض افراد امت ان چار امور پر، ان کی حرمت کو جاننے کے باوجود یا لاعلمی کی وجہ سے عمل کرتے رہیں گے۔ حالانکہ یہ امور جاہلیت اور ان کی یادانتہائی مذموم اور مکروہ ہے لیکن اس کے باوصف لوگ اس میں مبتلا رہیں گے۔

جاہلیت سے قبل از نبوت کا زمانہ مراد ہے۔ امور جاہلیت کا مرتکب گنہگار ہے۔ اس کو روکنا واجب ہے۔ جہاں شرک پایا جائے گا وہاں ان امور کا پایا جانا لازمی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جاہلیت کے بعض اعمال لوگ ترک نہیں کریں گے اور اس حدیث میں ان ہی لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امور جاہلیت اور ان پر عمل کرنا شریعت اسلامیہ میں انتہائی مذموم، ناپسندیدہ فعل ہے۔ اگر ناپسندیدہ نہ ہوتا، تو ان اعمال کو جاہلیت کی طرف منسوب کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ ان امور کو جاہلیت کی طرف منسوب کرنا ہی ان کی ناپسندیدگی اور مذمت کی دلیل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى (الاحزاب-٣٣)	اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

اس آیت میں تبرج کی مذمت کی گئی ہے اور خصوصا جاہلیت کی حالت کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔ اس میں دور جاہلیت کے لوگوں سے مشابہت کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

قوله: الفخر بالاحساب:

یعنی اپنے آباؤ اجداد اور ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگوں پر اظہار فخر کرنا۔ یہ جہالت اور دیوانگی کی علامت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و شرف کے حصول کا تعلق صرف تقویٰ اور پرہیزگاری سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عند الله اتقاکم (الحجرات-١٣)	درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم	یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب

Marfat.com

عندنا زلفى الا من	کرتی ہو. ہاں مگر جو ایمان لائے اور
آمن وعمل صالحا	نیک عمل کرے، یہی لوگ ہیں جن
فاولئک لهم جزاء	کے لیے اُن کے عمل کی دُہری جزا
الضعف بما عملوا وهم	ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں
فی الغرفت آمنون (السبا-۳۷)	اطمینان سے رہیں گے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قد اذهب	اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی
عنکم عبیة الجاهلية	حماقت اور آباء و اجداد کا فخر دُور کر
و فخرها بالآباء انما هو	دیا ہے. اب یا تو متقی مومن ہوگا یا
مؤمن تقی او فاجر	فاجر و فاسق. سب لوگ آدمؑ کی
شقی الناس بنو آدم	اولاد ہیں اور آدمؑ کی پیدائش مٹی سے
و آدم خلق من تراب	ہوئی. اب لوگوں کو قومی فخر و مباہات
لیدعن رجال فخرهم	کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ وہ جہنم کے
باقوام انما هم فحم	کوئلے بن چکے یا پھر وہ اللہ کے نزدیک
جهنم او لیکونن اهون	گندگی کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل
علی الله من الجعلان.	ہو جائیں گے۔

قوله: والطعن فی الانساب:

یعنی نسب میں عیب جوئی کرنا اور نقص نکالنا۔

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی والدہ کے نسب کے بارے میں عار دلائی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور فرمایا:

اعیرته بامه انک	تُو نے اُس کو اُس کی ماں کے بارے
امرء فیك جاهلية له	میں عار دلائی ہے، ابھی تمہارے
(متفق علیہ)	اندر جاہلیت کی بُو موجود ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حسب نسب میں عیب نکالنا بھی اعمال جاہلیت میں سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی مسلمان میں بھی ایسے اعمال جن کا تعلق جاہلیت، یہودیت اور نصرانیت سے ہے، پائے جاتے ہیں، بقول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان سے کوئی مسلمان کافر یا فاسق نہیں ہوتا۔

قوله: والاستسقاء بالنجوم:

یعنی بارش برسنے کو مختلف ستاروں کی طرف منسوب کرنا۔

Marfat.com

ولهما عن زید بن خالد ﷺ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى إِثْرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: أَللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ۔

صحیحین میں حضرت زید بن خالد ﷺ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز ایسی رات کو پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔

آپؐ نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پُوچھا کہ کیا تمھیں پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسُول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ " مطرنا بنوء کذا وکذا او بنجم کذا وکذا " (یعنی ہمیں فلاں منزل یا فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ملی) تو وہ دو حال سے خالی نہیں۔

ایک یہ کہ کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ بارش برسنے میں ستاروں کو بہت بڑا دخل اور اثر حاصل ہے۔ پس یہ عقیدہ کُفر اور شرک کا ہے۔ قبل از بعثت مشرکین عرب کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ میّت یا غائب کو پکارنا قرینِ صحت ہے۔ کیونکہ وہ نفع پہنچانے اور مصائب کے دُور کرنے پر قادر ہیں۔ اس کو شریعت اسلامیہ نے شرک سے تعبیر کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ نہ چھوڑے اس کے ساتھ جنگ کی جائے، اسی کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے کہ:

وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنة ویکون الدین کلہ للہ .	اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پُورے کا پُورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

(الانفال - ۳۹)

Marfat.com

قَالَ: قَالَ : أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَ كَافِرٌ -
فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَ رَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ -
وَ أَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا - فَذَالِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ -

---

آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج صبح میرے بہت سے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر۔
پس جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اُس کی رحمت سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں سے اس نے کفر کیا۔
اور جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے اس نے مجھ سے کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

اس آیت میں فتنہ سے شرک مراد ہے۔
دوسرے یہ کہ " مطرنا بنوء کذا وکذا " کے کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی مؤثر اور بارش برسانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یُونہی بربنائے عادت اور لوگوں کی دیکھا دیکھی اس نے یہ جملہ کہہ دیا۔

اس بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ مجازاً بھی بارش کو کسی ستارے کی طرف نسبت کرنا حرام ہے جیسا کہ ابن مفلح نے اپنی کتاب " الفروع " میں اس کی تصریح کی ہے کہ مطرنا بنوء کذا وکذا " کہنا حرام ہے اور صاحب " الصاف " نے اس کی حرمت پر آخری فیصلہ دیا ہے یعنی اگرچہ یہ مجازاً ہی کہا گیا ہو مگر اس کی حُرمت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
اس کی حُرمت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ جُملہ کہنے والے نے ایک ایسے فعل کی

Marfat.com

و لهما من حديث ابن عبّاس رضي الله عنهما بمعناه وفيه قال بعضهم:

لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَ كَذَا۔

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأَيَاتِ۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُومِ ۝

وَ إِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝

إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيمٌ ۝

فِي كِتٰبٍ مَّكْنُونٍ ۝

لَّا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝

تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

أَفَبِهٰذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُونَ ۝

وَ تَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝ (الواقعة۔ ٥٦ تا ٨٢)

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارا سچ ہوا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

پس نہیں۔ مَیں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی،

اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے،

کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے۔

ایک محفوظ کتاب میں ثبت۔ جسے مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔

یہ ربّ العالمین کا نازل کردہ ہے۔

پھر کیا اس کلام کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو؟

اور اس نعمت میں اپنا حصہ تم نے یہ رکھا ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو۔

Marfat.com

نسبت ایسی مخلوق کی طرف کی ہے جس کو اس فعل پر قطعاً کوئی قدرت نہیں ہے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور مسخر ہے اور اُسے نفع اور ضرر دینے پر ذرہ بھر بھی اختیار نہیں ہے اس نسبت کو ہم شرکِ اصغر کہہ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

قولہ ، والنیاحۃ ،

کسی کے فوت ہونے پر بین کرنا، چہرہ نوچنے اور گریبان پھاڑنے کو النیاحۃ کہتے ہیں چونکہ اس پر وعید اور سخت سزا کا حکم لگایا گیا ہے لہٰذا یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے جیسا کہ اسی زیر بحث حدیث میں مذکور ہے۔

قولہ : والنائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا :

حدیث نبوی ﷺ کے اس جملے میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اگرچہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، توبہ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے پر تمام علمائے اُمت کا اتفاق ہے اور اعمال صالحہ اور حسنات سے بھی بڑے بڑے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز مصائب و مشکلات میں ابتلاء سے بھی انسان کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔

قولہ : تقام یوم القیامۃ :

یعنی ان کپڑوں کو گندھک سے لیپ دیا جائے گا اور وہ ان کے لیے قمیص کی طرح ہو جائے گا تاکہ ان کے جسموں پر آگ خوب بھڑکے اور اس کی بُو بدترین قسم کی ہو اور خارش کی وجہ سے ان کی تکلیف بہت سخت ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قطران کا ترجمہ "پگھلا ہوا تانبہ" کیا ہے۔

قولہ : عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، آپ پچاسی سال کی عمر میں ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

قولہ ، صلی لنا :

ای صلابنا یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمارے لیے نماز پڑھی، یہاں لام بمعنی با استعمال ہوا ہے، حافظ نے کہا یہ اطلاق مجازی ہے ورنہ نماز تو اللہ کے لیے پڑھی جاتی ہے

قولہ ، اثر سماء کانت من اللیل :

اثر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بعد میں آئے، سماء بمعنی بارش، بارش کو سماء اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بھی بادلوں سے نیچے برستی ہے اور اس لیے بھی بارش کو سماء کہا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جو اوپر اور بلند ہو اُسے سماء سے تعبیر کرتے ہیں۔

قولہ : فلما انصرف ؛

یعنی نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

Marfat.com

مسائل

الاولیٰ: تَفْسِيرُ آيَةِ الْوَاقِعَةِ

الثانیہ: ذِكْرُ الْأَرْبَعِ الَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

الثالثہ: ذِكْرُ الْكُفْرِ فِي بَعْضِهَا

الرابعہ: إِنَّ مِنَ الْكُفْرِ مَا لَا يُخْرِجُ مِنَ الْمِلَّةِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

(۱) سورہ واقعہ کی آیت کی تفسیر بیان کرنا۔

(۲) اُن چار اُمور کا ذکر جو جاہلیت کی رسُوم سے تعبیر ہیں۔

(۳) ان چار اعمال میں سے بعض کا کفر ہونا۔

(۴) بعض کفر ایسا بھی ہے جو انسان کو ملت اسلامی سے خارج نہیں کرتا۔

قولہ : هل تدرون :

جملہ استفہامیہ ہے اور تنبیہ کے لیے استعمال ہُوا ہے اور سنن نسائی میں الفاظ یہ

الم تسمعوا ما قال — آج رات جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

ربکم الليلة ؟ — کیا تم نے وہ نہیں سُنا ؟

زیر بحث حدیث، احادیث قدسیہ میں سے ہے۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہُوا کہ عالم، امتحان کے لیے کوئی مسئلہ ساتھیوں پر پیش کر سکتا ہے۔

قولہ : الله ورسوله اعلم :

اس جملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حسن ادب کی وہ مثال پائی جاتی ہے جو آج کل طلبہ میں مفقود ہے۔ ہر طالب علم کو چاہیئے کہ جس بات کا علم نہ ہو اُسے کسی عالم کے سپرد کر دے

قولہ : اصبح من عبادی :

تمام لوگوں کو اپنی طرف نسبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سب اس کے غلام ہیں پھر بعض مومن ہیں اور بعض کافر۔ جیسا کہ قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے :

هو الذي خلقكم — وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر

فمنكم كافر ومنكم — تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی

مؤمن — مومن۔

قولہ : مؤمن بي وكافر :

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارش کے متعلق جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ انواء کی وجہ اور ان کے اثر سے بارش ہوتی ہے تو یہ شخص کافر ہے کیونکہ وہ شرک فی الربوبیت کا مرتکب ہے اور ہر مشرک کافر ہوتا ہے۔

اور جو شخص انواء وغیرہ کی تاثیر کا معتقد نہیں بلکہ اس نے رسماً یہ جملہ کہہ دیا ہے تو یہ شرک اصغر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی ستارے میں کسی قسم کا کوئی بھی سبب بارش برسنے کا نہیں رکھا۔ یہ تو اس کا خاص فضل اور احسان ہے کہ جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔

قولہ : فاما من قال : مطرنا بفضل الله ورحمته :

فضل اور رحمت اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں

Marfat.com

الخامس: قوله (أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَ كَافِرٌ) بِسَبَبِ نُزُوْلِ النِّعْمَةِ

السادس: أَلتَّفَطُّنُ لِلْإِيْمَانِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ۔

السابع: أَلتَّفَطُّنُ لِلْكُفْرِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ۔

الثامن: أَلتَّفَطُّنُ لِقَوْلِهٖ (لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَ كَذَا)

التاسع: إِخْرَاجُ الْعَالِمِ لِلْمُتَعَلِّمِ الْمَسْأَلَةَ بِالْإِسْتِفْهَامِ عَنْهَا لقوله - أَتَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟

العاشرة: وَعِيْدُ النَّائِحَةِ۔

---

⑤ انعام و اکرام کے نُزول کی وجہ سے بعض اوقات انسان کا کافر ہونا۔

⑥ اِس مقام پر ایمان کی حقیقت کو سمجھنا۔

⑦ اِس مقام پر کفر کی حقیقت کو سمجھنا۔

⑧ اِس بات کو سمجھنا کہ فلاں ستارے کی تاثیر صحیح ثابت ہوئی۔

⑨ طالب علم کو بات ذہن نشین کرانے کے لیے اُستاد کا سوالیہ جملہ استعمال کرنا، جیسے آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا تھا کہ "هل تدرون ما ذا قال ربكم؟" یعنی کیا تمھیں معلوم ہے تمھارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟

⑩ بَین کرنے والی کو سخت ڈانٹ پلانا۔

Marfat.com

باب

فی قولہ تعالیٰ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

صدق اللہ

اللہ تعالیٰ کی مُحبّت اِسلام کی بنیاد ہے

اِسی محور کے گرد اِسلام کی چکی گھومتی ہے۔
جس شخص کا اِسلام مکمل ہوگا اس کی اللہ سے محبت
بھی کامل ہوگی اور جس کا اِسلام ناقص ہوگا
اُس کی محبت بھی ناقص ہوگی لہٰذا اِسی مُناسبت سے
مصنف رحمہ اللہ نے اللہ کی محبت کے متعلق باب قائم کیا ہے
اور اِس باب میں اِسی موضوع پر بحث ہوگی اِن شاءاللہ

Marfat.com

قوله تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط (البقرة : ١٦٥)

قوله تعالیٰ قُلْ إِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ أَبْنَآؤُكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ وَ أَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ أَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا۔

أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ط وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (التوبة : ٢٤)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدِّ مقابل بناتے ہیں اور اُن کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ تعالےٰ کیساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔

اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔

تم کو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

Marfat.com

قولہ، ومن الناس من یتخذ من دون اللہ،

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ شرح المنازل میں لکھتے ہیں:

"جو شخص غیر اللہ سے ایسی والہانہ محبت رکھے جیسی اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے تو گویا اُس نے اس غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر قرار دے لیا۔ یہ معبود محبت میں ہو گا نہ کہ تخلیق اور رُبوبیت میں۔ کیونکہ لوگ رُبوبیت اور تخلیق میں غیر اللہ کو معبود نہیں بناتے بلکہ محبت میں بناتے ہیں۔ اس لیے کہ اکثر لوگوں نے غیر اللہ سے ایسی محبت قائم کر رکھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و توقیر سے تجاوز کر گئے ہیں"۔

مشرکینِ مکہ شرک فی الالوہیت میں گرفتار تھے البتہ شرک فی الربوبیت سے کسی حد تک بچے ہوئے تھے لیکن افسوس کہ آج کا مُشرک شرک فی الالوہیت میں تو گرفتار تھا ہی اب شرک فی الربوبیت میں بھی پھنسا ہُوا نظر آتا ہے جیسا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ فوت شدہ افراد کو دُنیوی معاملات میں تصرّف حاصل ہے۔ العیاذ باللہ

قولہ، ان کان اباؤکم،

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"اگر یہ اشیاء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو اس کے عذاب کا انتظار کرو۔

قولہ، لا یؤمن،

یعنی ایمان واجب، کمال ایمان مُراد ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت ہو، اس محبت کا تقاضا ہے کہ انسان رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی کی تعظیم کرتے ہُوئے اتباع رسُول ﷺ کا مظاہرہ کرے اور جس شخص نے ایسا کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔

قولہ، ولھما عنہ،

صحیح بخاری اور صحیح مسلم مُراد ہیں۔

قولہ، ثلاث:

یعنی تین عادتیں،

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو خوش نصیب ان تمام صفاتِ کاملہ سے متصف ہوگا وہ ایمان کی حلاوت سے اور لذت سے بہرہ اندوز ہوگا کیونکہ کسی چیز کی مٹھاس اور لذت کا پایا جانا اس کی محبت کا واضح ثبوت ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو چاہتا ہے اور اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے کے بعد اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کامیابی پر اُسے ایک قسم کی لذت، سُرور اور خوشی محسوس ہوتی ہے اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ اپنی دل پسند

Marfat.com

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ
(اخرجاه)

ولهما عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ

أَنْ يَّكُوْنَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ وَ أَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ۔
وَ أَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی اولاد اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین صفات ایسی ہیں وہ جس شخص میں بھی ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس اپنے اندر ضرور محسوس کرے گا۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔
دوسری یہ کہ کسی شخص سے محض اللہ تعالےٰ کے لیے محبت کرے۔

Marfat.com

تیسری یہ کہ کفر میں جانا اِسقدر ناپسند کرے جس طرح کہ آگ میں گرنا ناپسند کرتا ہے۔
بعد اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکالا

چیز کو حاصل کرنے کے بعد ہی مسرت حاصل ہوتی ہے۔
شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :
حلاوتِ ایمانی جو فرحت و مسرت اور لذت کو متضمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت کے بعد حاصل ہوتی ہے اور کامل محبت تین امور کے پائے جانے کے بعد میسر آتی ہے:
(۱) تکمیل محبت۔
(۲) اخلاص محبت۔
(۳) اور محبت کے منافی امور سے دُوری۔
تکمیل محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ تمام دُنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوں، کیونکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا پایا جانا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ ان کی محبت ہر چیز پر غالب ہو۔
اللہ تعالیٰ سے محبت، اس کے انبیاء و رسل، فرشتوں، کتابوں اور اس کے نیک بندوں سے محبت کو مستلزم ہے نیز ہر اس چیز کو بُرا جاننا جس کو اللہ بُرا سمجھے اور اس کے دشمنوں سے عداوت اور اس کے دوستوں سے محبت رکھے۔
پس اللہ تعالیٰ سے واجبی محبت اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک کہ اس واجبی محبت کو درجہ کمال حاصل نہ ہو اور اس محبت کی مخالف خواہشات پر محبتِ الٰہی کو ترجیح نہ ہو۔

قوله : احب اليه مما سواهما :
یہاں ضمیر کو تثنیہ لایا گیا ہے کیونکہ دونوں کی محبت لازم و ملزوم ہے۔
قوله : كما يكره ان يقذف فى النار :
مطلب یہ ہے کہ کفر میں لوٹنا اور آگ میں پھینکا جانا اس کے لیے دونوں برابر ہیں۔
قوله : لا يجد احد :
یہ روایت صحیح بخاری کتابُ الادب میں مذکور ہے، پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لا يجد احد حلاوة الايمان	کوئی شخص ایمان کی مٹھاس اُسوقت
حتى يحب المرأ لا يحبهٗ	تک محسوس نہیں کرسکتا جب تک
الا لله وحتى ان يقذف	کہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لیے
فى النار احب اليه من ان	محبت نہ کرے اور یہ کہ کفر میں لوٹنا

Marfat.com

وفی روایۃ ، لَا یَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰی یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ -

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ مَنْ أَحَبَّ فِی اللّٰهِ وَ أَبْغَضَ فِی اللّٰهِ -

وَ وَالٰى فِی اللّٰهِ وَ عَادٰی فِی اللّٰهِ فَإِنَّمَا تَنَالُ وَلَایَةَ اللّٰهِ بِذٰلِكَ -

وَ لَنْ یَّجِدَ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِیْمَانِ وَ إِنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ وَ صَوْمُهٗ حَتّٰی یَكُوْنَ كَذٰلِكَ -

وَقَدْ صَارَتْ عَامَّةُ مُوَاخَاةِ النَّاسِ عَلٰى أَمْرِ الدُّنْیَا وَ ذٰلِكَ لَا یُجْدِی عَلٰى أَهْلِهٖ - (رواه ابن جریر)

وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰى : "وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ" قَالَ : الْمَوَدَّةُ -

---

ایک روایت میں اِس طرح ہے کہ کوئی شخص ایمان کی مٹھاس اُس وقت تک محسوس نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ جو شخص صرف اللہ تعالےٰ کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالےٰ ہی کیلئے کسی سے بغض وعناد رکھے اللہ تعالےٰ کے لیے دوستی رکھے اور اللہ تعالےٰ ہی کے لیے عداوت رکھے تو ایسا شخص ہی اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل کر سکے گا۔

Marfat.com

اور کوئی شخص اِن اُمور کے بغیر ایمان کی مٹھاس حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ بہ کثرت نمازیں ادا کرے اور روزے رکھے۔

آج کل عام لوگوں کی محبت صرف دُنیاوی مُعاملات پر موقوف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ سُود مند ثابت نہ ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کہ "اور ان کے سارے اسباب وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا" کی تفسیر کی ہے کہ اسباب کے معنیٰ دوستی اور تعلقات ہیں۔

یرجع الی الکفر بعد اذ	اُس کو اتنا ہی بُرا اور ناگوار ہو جیسے
انقذہ اللہ منہ وحتی	آگ میں گرنا اور یہ کہ اللہ اور اس کے
یکون اللہ ورسولہ احب	رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام کائنات
الیہ مما سواھما (صحیح بخاری)	سے زیادہ محبت ہو۔

قولہ: من احب فی اللہ:

یعنی اہل ایمان سے اس لیے محبت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

قولہ: وابغض فی اللہ:

یعنی جو لوگ کُفر و شرک میں مُبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اطاعت سے منحرف ہیں، ایسے لوگوں سے نفرت و بُغض اور دشمنی صرف اس لیے رکھے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہیں اگرچہ یہ لوگ انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون	تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور
باللہ والیوم الآخر	آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ
یوادون من حاد	ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں
اللہ ورسولہ۔	نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
	مخالفت کی ہے۔

قولہ: ووالی فی اللہ:

یعنی اپنی طاقت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے اور اُن کی نصرت کرے۔

قولہ: وعادی فی اللہ:

یعنی مشرک اور کافر جو اللہ کے دشمن ہیں حسب طاقت اُن سے دشمنی رکھے۔

Marfat.com

قولہ : وَلَایۃ اللہ :

واؤ پر زبر ہے ۔ اخوت ، محبت ، نصرت ۔

مسند احمد اور طبرانی میں ایک روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ، کہ :

لا یجد العبد صریح	انسان واضح طور سے ایمان کی روشنی
الایمان حتی یحب	محسوس نہیں کر سکتا جب تک وہ
للہ و یبغض للہ	اللہ کی رضا کے لیے محبت نہ کرے
فاذا احب للہ و	اور اُس کی رضا کے لیے دشمنی نہ رکھے
ابغض للہ فقد	اور جب دوستی اور دشمنی اللہ ہی کیلئے
استحق الولایۃ	کرے گا تو پھر اللہ کی محبت اور ولایت
للہ ۔	کا حقدار ہو جائے گا ۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

اوثق عری الایمان	ایمان کی مضبوط ترین کڑی یہ ہے کہ
الحب فی اللہ و البغض	انسان کی دوستی اور دشمنی صرف اللہ
فی اللہ عزوجل ۔	ہی کے لیے ہو ۔

قولہ : و لن یجد عبد طعم الایمان :

یعنی صوم وصلوٰۃ کی کثرت کے باوجود بھی اس کو ایمان کی لذت اور اس کی مٹھاس حاصل نہیں ہو سکے گی جب تک کہ وہ اپنے اندر محض اللہ تعالیٰ کے لیے دُوسروں سے محبت ، عداوت ، دوستی اور دشمنی کی صفات پیدا نہ کرے ۔ ارشادِ الٰہی ہے :

قل بفضل اللہ و برحمتہ	کہہ دو کہ (یہ کتاب) خدا کے فضل اور اسکی مہربانی سے
فبذلک فلیفرحوا ھو	(نازل ہُوئی ہے) تو چاہیئے کہ لوگ اس سے خوش
خیر مما یجمعون ۔	ہوں ۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں ۔

قولہ : و قد صارت عامۃ مؤاخات الناس :

یعنی جب کسی انسان میں ایمان کا داعیہ کمزور ہو جاتا ہے تو پھر وہ دُنیا سے محبت کرتا ہے اور دُنیاوی اغراض ومقاصد کی خاطر لوگوں سے محبت واخوت رکھتا ہے ۔ اکثر لوگ اسی بیماری میں مبتلا ہیں ، یہ کردار فائدہ مند ہرگز نہیں بلکہ دُنیا وآخرت میں تباہ کُن ہے ۔

قولہ : وقال ابن عباس :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو عبد بن حمید ، ابن جریر ، ابن المنذر ، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ۔

قولہ : المودۃ :

یعنی یہ دُنیاوی محبت اور دوستی قیامت کے دن اُن کو کوئی فائدہ نہ دے سکے گی جبکہ میدانِ محشر میں اُن کو اس دوستی کی اشد ضرورت ہوگی بلکہ وہاں تو ایک دُوسرے سے بے زاری اور قطع تعلق کا اظہار کریں گے ۔ اُن کی اس حالت کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بیان

Marfat.com

فيه

مسائل

الاولى: تَفْسِيرُ أٰيَةِ الْبَقَرَةِ۔

الثانية: تَفْسِيرُ أٰيَةِ بَرَاءَةَ۔

الثالثة: وُجُوبُ مَحَبَّتِهٖ ﷺ عَلَى النَّفْسِ وَ الْأَهْلِ وَ الْمَالِ۔

الرابعة: نَفْيُ الْإِيمَانِ لَا يَدُلُّ عَلَى الْخُرُوجِ مِنَ الْإِسْلَامِ

الخامسة: أَنَّ لِلْإِيمَانِ حَلَاوَةً قَدْ يَجِدُهَا الْإِنْسَانُ وَ قَدْ لَا يَجِدُهَا۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① سورۂ بقرہ کی آیت کی تفسیر۔

② سورۂ برأت کی آیت کی تشریح۔

③ اپنے اہل وعیال، مال و دولت حتی کہ اپنی جان سے بھی آنحضرت ﷺ سے محبت کا وجوب

④ کسی وقت ایمان کی نفی کی جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

⑤ ایمان کی حلاوت ضرور ہے لیکن کبھی انسان محسوس کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا۔

فرماتے ہیں کہ:

وقال انما اتخذتم من	اور اس نے کہا" تم نے دُنیا کی
دون الله اوثانا مودة	زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو
بينكم فى الحيوة الدنيا.	اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنا لیا ہے
ثم يوم القيمة يكفر	مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے
بعضكم ببعض و يلعن	کا انکار اور ایک دوسرے پر لعنت
بعضكم بعضا وماوئكم	کروگے اور آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی
النار وما لكم من نصرين.	اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔

Marfat.com

السادسة: أَعْمَالُ الْقَلْبِ الْأَرْبَعِ الَّتِي لَا تَنَالُ وَلَايَةَ اللهِ إِلَّا بِهَا وَلَا يَجِدُ أَحَدٌ طَعْمَ الْإِيمَانِ إِلَّا بِهَا۔

السابعة: فَهْمِ الصَّحَابِي لِلْوَاقِعِ أَنَّ عَامَّةَ الْمُوَاخَاةِ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا۔

الثامنة: تَفْسِيرُ: "وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ"

التاسعة: أَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَنْ يُحِبُّ اللهَ حُبًّا شَدِيدًا۔

العاشرة: أَلْوَعِيدُ عَلَى مَنْ كَانَ الثَّمَانِيَةُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ دِينِهِ۔

الحادية عشرة: أَنَّ مَنِ اتَّخَذَ نِدًّا تُسَاوِي مَحَبَّتُهُ مَحَبَّةَ اللهِ فَهُوَ الشِّرْكُ الْأَكْبَرُ

---

⑥ یہ چار اعمالِ قلب ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔

⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ محسوس کرنا کہ لوگوں کا زیادہ تر میل ملاپ صرف دُنیا کی خاطر ہے۔

⑧ آیت " وتقطعت بهم الأسباب " کی تفسیر۔

⑨ بعض مشرک بھی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔

⑩ مندرجہ آٹھ اشیا جس کو دین سے زیادہ پیاری ہوں اُس کو سخت وعید اور سزا سُنانا۔

⑪ کسی شخص کا اپنے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے برابر محبت رکھنا ہی شرکِ اکبر کہلاتا ہے۔

Marfat.com

باب قول اللہ تعالیٰ

انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاء فلا تخافوھم وخافون إن کنتم مؤمنین

صدق اللہ العظیم

شریعت اسلامیہ میں خوف الٰہی کو افضل و اہم ترین
مقام حاصل ہے اور عبادات میں اس کو مرکزیت حاصل ہے
لہٰذا خوف وخشیت صرف اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے
اس باب میں اسی پر سیر حاصل بحث ہوگی۔

Marfat.com

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (آل عمران : ١٧٥)

قوله تعالیٰ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ (التوبة : ١٨)

اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ درصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا۔ لہذا آیندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔

اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ان ہی سے توقع ہے کہ یہ سیدھی راہ چلیں گے۔

قولہ ، انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہٗ ؛

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

" اللہ تعالیٰ کے دشمن کا سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ وہ مومنوں کو اپنے لاؤ لشکر سے ڈرانے اور مرعوب کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جہاد جیسے عظیم الشان عمل سے رُک جائیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے رفیع الشان وظیفہ حیات سے اپنی زبانوں کو بند رکھیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت کریمہ میں یہ بات واضح فرمائی ہے کہ یہ شیطانی فریب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کے جال میں آجاؤ۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت کا یہی معنی ہے کہ شیطان اپنے ساتھیوں سے مسلمانوں کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے۔"

Marfat.com

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آیت کا معنی یہ ہے کہ :
"مسلمانوں کے دلوں میں ابلیس اپنے لشکر کے بہت عظیم اور بھاری ہونے کا وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ اگر انسان کا ایمان قوی اور مضبوط ہو گا تو یہ خوف اس کے دل میں پیدا نہیں ہوگا اور اگر کوئی کمزور ایمان والا شخص ہے تو ڈر جائے گا۔"

پس اس آیت سے معلوم ہُوا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوف کھانا کامل ایمان کی شروط میں سب سے بڑی شرط ہے۔

قولہ ، انما یعمر مسٰجد اللہ :

اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر کو مانیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، اُن ہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ تعمیرِ مساجد میں وہی لوگ حصہ لیتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی دولت ودیعت کی گئی ہے اور ان کا آخرت پر یقین کامل ہے، ان کا ایمان دل کے ہر گوشے میں پیوست ہوتا ہے، وہ ظاہری اعضا سے اعمالِ صالحہ انجام دیتے ہیں اور کسی طاغوتی طاقت سے نہیں ڈرتے۔ ان ہی صفات کے حامل لوگوں سے تعمیرِ مساجد کا عمل معرضِ ظہور میں آتا ہے اور مشرک اس عمل سے دُور بھاگتے ہیں۔

تعمیرِ مساجد میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، آنحضرت ﷺ کی اتباع اور اعمالِ صالحہ کی رُوح کارفرما ہوتی ہے۔

فائدہ اور تکلیف اللہ کے ارادے اور اس کی مشیت سے حاصل ہوتے ہیں، اللہ نے جو چاہا سو ہُوا اور جو چاہے گا وُہی ہوگا۔

پس تعمیرِ مساجد جیسا عظیم الشان عمل جس کا تعلق توحید خالص اور عمل صالح سے ہے اور شرک و بدعت کی ملاوٹ سے یہ عمل بالکل پاک وصاف ہے وہ ایمان مطلق میں داخل ہے۔ اہل سنت والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے۔

قولہ : ولم یخش الا اللہ :

ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

تعظیم غیر اللہ، عبادتِ غیر اللہ اور اطاعت غیر اللہ، سے ڈرنا مُراد ہے کیونکہ انسان فطرتاً دُنیوی خطرات سے ڈر جاتا ہے پس اسے چاہیئے کہ وہ تمام امور میں قضا و قدر اور اس کے تصرفات سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ :

خوف دل کی عبادت ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص رہنی چاہیئے۔ وہ اعمال جن کا تعلق صرف دل سے ہے، مندرجہ ذیل ہیں :

"عاجزی، رجُوع، محبت، توکل اور اُمید۔"

Marfat.com

قوله تعالیٰ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ أٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ أُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ
(العنکبوت : ١٠)

لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اُس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔

قوله : فعسى اولئك ان يكونوا من المهتدين :

ابن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا ترجمہ یُوں نقل کرتے ہیں کہ :

"یہی لوگ ہدایت پر ہیں"۔

قرآن میں جہاں بھی عسیٰ کا لفظ آیا ہے اس کا واقع ہونا لازمی ہے۔

قوله : ومن الناس من يقول :

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اللہ کریم نے جب سے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے پورے دَور میں عام لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) ایک وہ جنھوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول کر لیا۔

(۲) دوسرے وہ جنھوں نے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیا اور کفر و شرک اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔

جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے اُن کا زبردست امتحان لیا ان کو مختلف مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑا اور ان کو خاص طور پر فتنوں اور آزمائشوں میں مُبتلا کیا گیا تاکہ سچے اور جھوٹے میں امتیاز پیدا ہو جائے، جو شخص اللہ پر ایمان نہیں لاتا، اُس کے متعلق یہ قطعاً خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ کو عاجز کر سکتا ہے یا اس سے سبقت لے جا سکتا ہے۔

البتہ جو شخص پیغمبروں پر ایمان لے آیا اور ان کی اطاعت کا دم بھرا تو اس کے دشمن اظہارِ عداوت کریں گے، اس کو اذیتیں پہنچائیں گے اور اس قسم کے ابتلاء میں ڈالیں گے جو اس کے لیے تکلیف کا باعث بنے۔

جو شخص اللہ کے رسولوں پر ایمان نہیں لاتا اور ان کی اطاعت نہیں کرتا، اس کو دُنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی اور ایسی چیزیں اس کے لیے پیدا کی جائیں گی جو اس کو اذیت پہنچائے

Marfat.com

کا باعث بن سکتی ہوں۔

اتباع خدا سے گریز کرنے والوں کی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ اتباع کو بہت بڑے الم اور عظیم اذیت سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ الم اُن کے لیے عظیم تر اور ہمیشہ رہنے والا ہوگا اور ان کی اتباع کی فرضی الم انگیزیوں سے اس کی اذیت کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگا۔

پس جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی گزارنے لگے تو مخالفین نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور ان سے انتہائی وحشیانہ سلوک روا رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی سُنت ابتدائے آفرینش سے یہ چلی آرہی ہے کہ کوئی شخص ایمان باللہ کا اعلان کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اس دارِ دُنیا میں بہرحال اسے مصائب و مشکلات سے ضرور گزرنا پڑتا ہے لیکن مومنین کو ابتدا میں اس دارِ فانی میں مصیبت اور تکلیف تو ضرور اُٹھانی پڑے گی البتہ آخرت کی بازی وہ جیت جائیں گے اور عاقبت کی خوشیاں اُن ہی کے حصہ میں آئیں گی۔

رہے وہ لوگ جنھوں نے انبیاء کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کی مخالفت میں زندگی برباد کر بیٹھے، ان کو بھی اس فانی دُنیا میں مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔

ایسے لوگوں کو ابتدا میں تو لذت اور خوشی محسوس ہوتی ہے لیکن آخرت کا عذاب اور جہنم کی بھڑکتی ہُوئی آگ ان کے حصے میں آئے گی۔ وہ ایسا عذاب ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اس عارضی دُنیا میں انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں میں مِل جل کر رہے۔ ہر شخص کے ارادے اور تصورات مختلف ہوتے ہیں اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کی بات کو اولیت کا درجہ دیں، جو شخص ان کا ساتھ نہیں دیتا اسے مختلف قسم کی مشکلات میں ڈال دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اسے بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی اپنوں سے اور کبھی غیروں سے۔

بطور مثال کے ایک دین دار اور متقی شخص ہی کو لے لیجیے جو فاسق و فاجر اور ظالم قوم میں زندگی گزار رہا ہو۔ ایسا شخص ان کے ظلم و ستم سے ہرگز نہیں بچ سکتا البتہ اگر ان کی موافقت کرے یا خاموشی اختیار کرے ابتداءً تو ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رہے گا لیکن بالآخر یہ شخص ان کے جس ظلم اور زیادتی سے بچنا چاہتا تھا اس کا شکار ہو کر رہے گا اور اگر بالفرض ان کے شر سے محفوظ بھی رہے تو دوسرے لوگوں کے ظلم کا نشانہ بنے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد گرامی کو جو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے اور حرزِ جان بنا لینا چاہیئے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ارضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤونۃ الناس	جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرے تو اس کی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ خود کفیل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وَعَنْ أَبِی سَعِیدٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوعًا : إِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْیَقِینِ أَنْ تُرْضِیَ النَّاسَ بِسَخَطِ اللہِ. وَ أَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلٰی رِزْقِ اللہِ ـ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کمزوری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق پر لوگوں کی تعریف کرے

ومن ارضی الناس	اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے
بسخط الله لم یغنوا	لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا
عنه من الله	ہے تو وہ اللہ کے نزدیک اُس کی
شیئاً. لہ	کفایت نہ کر سکیں گے۔

پس جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے، بھلائی و کامیابی کا راستہ اُس کے سامنے ظاہر کر دے اور مخالفین کے شر سے اس کو محفوظ رکھے تو وہ محرمات میں انکی موافقت نہیں کرے گا اور ان ظالموں کے ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا چلا جائے گا تاآنکہ دُنیا اور آخرت کی کامیابی اس کے قدم چُوم لے گی جیسا کہ انبیاء اور ان کی اتباع کرنے والوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔

مذکورۃ الصدور دو قسم کے لوگوں کے علاوہ ایک شخص وہ بھی ہے جو بے بصیرتی اور کم عقلی کی بنا پر ایمان کا دعویدار بن بیٹھا ہو اگر کسی وقت کسی مصیبت اور مشکل میں پھنس جائے تو اُسے وہ ایک فتنہ سمجھتا ہے۔ فتنہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس آزمائش اور تکلیف کو جو بہرحال انبیاء اور ان کے فرمانبرداروں کو مخالفین کی طرف سے پہنچتی ہے، ایک عذاب سمجھتا ہے، اس فتنہ کی وجہ سے وہ ایمان سے بھاگتا ہے اور اس سبب کو چھوڑ دیتا ہے جس سے یہ مصیبت دُور ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کہ مومن ایمان لا کر اس سے خلاصی چاہتے ہیں۔

صاحب بصیرت اور خالص مومن تو عذاب الٰہی سے ڈر کر ایمان کی طرف لپکے اور دوڑے اور عارضی مصائب کو برداشت کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔

اور یہ کم عقل اور بے بصیرت لوگ انبیائے کرام کے دشمنوں کی عارضی تکلیف سے بچنے کے لیے ان کی موافقت کرنے پر رضامند ہو گئے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے، اُن کی عارضی تکلیف اور جلد ختم ہونے والی مصیبت سے بھاگے اور عذاب الٰہی کی طرف چل پڑے لوگوں کی آزمائش اور فتنہ کو عذاب الٰہی سمجھ بیٹھے اور بالکل برباد ہو گئے۔ اس ذہن کے حامل لوگ حماقت اور بے وقوفی کا شکار اس طرح ہو گئے کہ گرمی سے بچاؤ کی خاطر آگ میں چھلانگ

Marfat.com

وَ أَنْ تَذُمَّهُمْ عَلَىٰ مَا لَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ، إِنَّ رِزْقَ اللّٰهِ لَا يَجُرُّهُ حِرْصُ حَرِيْصٍ وَ لَا يَرُدُّهُ كَرَاهِيَةُ كَارِهٍ۔

اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے نہیں دی اس کی وجہ سے لوگوں کی مذمت کرے۔

یاد رکھو، کہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو نہ کسی حریص کی حرص لا سکتی ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے روک سکتی ہے

لگا دی۔ چند لمحوں کی تکلیف برداشت کرنے سے تو انکار کر دیا لیکن دائمی عذاب کو دعوت دے دی۔ ایسے شخص کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو غلبہ اور کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے تو یہ شخص فوراً بول اٹھتا ہے کہ میں تو تمہارے ہی ساتھ تھا لیکن ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو کیسے دھوکا دے سکتا ہے؛ وہ اس کے نفاق سے بخوبی آگاہ ہے اور اس کے دل کی دھڑکنوں سے واقف ہے۔"

قوله: عن ابی سعید رضی اللہ عنہ

اس حدیث کو ابونعیم نے اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں نقل کیا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اسے نقل فرمایا ہے لیکن انھوں نے راوی محمد بن مروان السدی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ اس کی سند میں عطیہ العوفی راوی ہے جس کو امام ذہبی نے ضعیف اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

البتہ حدیث کا مفہوم درست اور صحیح ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وان اللہ بحکمتہ جعل	اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کی بنا
الروح والفرح فی الرضیٰ	پر خوشی اور تازگی رضا اور یقین میں
والیقین وجعل الھم والحزن	رکھی ہے اور ناراض اور شک میں
فی الشك والسخط۔	غم واندوہ کو جمع کر دیا ہے۔

قوله: ان من ضعف الیقین:

ضعف، کمزوری کو کہتے ہیں اور یقین کامل ایمان کا دوسرا نام ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الیقین الایمان کلہ۔	یقین پورا ایمان ہے
والصبر نصف الایمان۔	اور صبر آدھا۔

Marfat.com

قولہ : ان ترضی الناس بسخط اللہ :

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دی جائے۔ یہ چیز اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی شخص کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی اور اس کی علوشان کا جذبہ مفقود ہو۔ یہی وہ جذبہ ہے جس سے رب کریم کو ناراض کر کے مخلوقِ خدا کو راضی اور خوش کیا جاتا ہے لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ اللہ کریم ہی دلوں میں مختلف تصرفات کرتا ہے۔ غم و اندوہ کے حملوں سے انسان کو نجات بخشتا ہے اور اس کی بدکرداریوں کو آنِ واحد میں ختم کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر دوسروں کی رضا کو ترجیح دینا شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے کیونکہ انسان نے اللہ کی رضا پر مخلوق کی رضا کو اہم گردانا۔

ایسے لوگوں کا قرب اس طرح حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

اس ناپسندیدہ عمل سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ محفوظ رکھے، اپنی اطاعت کی توفیق بخشے اور ان صفاتِ جلیلہ کی معرفتِ تامہ عطا کرے جو اس کی ذاتِ کبریا کی عظمت کے قابل ہیں اور ان تمام صفات سے اللہ تعالیٰ کو پاک اور منزہ سمجھے جو اس کے کمال کے منافی ہیں نیز اس کی توحیدِ ربوبیت اور توحید الوہیت کی معرفت بھی مکمل ہو۔

قولہ : وان تحمدھم علیٰ رزق اللہ :

یعنی جن لوگوں کے توسط سے رزق کی نعمت میسر آئی ہو، اس نعمت کو ان کی طرف منسوب کرنا اور ان کی تعریف میں لگے رہنا کیونکہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ ہی اس نعمت کو عطا کرنے والا ہے۔ اُسی نے ان ذرائع سے یہ رزق بہم پہنچایا ہے اور جب وہ چاہتا ہے اس قسم کے خود بخود اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔

کسی شخص کی تعریف نہ کرنا مندرجہ ذیل حدیث کے مخالف نہیں ہے۔

من لا یشکر الناس	جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔
لا یشکر اللہ ۔	وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

لوگوں کا شکر ادا کرنے کی صورت صرف یہ ہوتی ہے کہ ان کے لیے دعا کرے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے نعمت عطا فرمائی ہے اس کے بدلے میں یا تو دعائے خیر کی جائے یا اس کا کوئی بہتر بدلہ دینے کی کوشش کی جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

من صنع الیکم معروفا	جو تمھارے ساتھ بھلائی کرے
فکافئوہ فان لم تجدوا	اُس کا بدلہ چکاؤ اگر بدلہ نہ دے سکو
ما تکافئونہ فادعوا لہٗ	تو اس کے لیے اتنی دُعا کرو کہ تھیں
حتیٰ تروا انکم قد	یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا
کا فاتموہ	دیا ہے۔

اچھے اور معروف عمل کو لوگوں کی طرف اس لحاظ سے منسوب کرنا کہ یہ ذریعہ اور سبب بنے ہیں درست ہے لیکن حقیقت میں یہ اچھا عمل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وجود

Marfat.com

میں آیا ہے۔

قولہ: وان تذمهم علیٰ مالم یؤتک الله:

کیونکہ جو چیز تُو اُن سے طلب کرتا ہے وہ تیرے لیے مقدر نہیں ہے جو چیز تم نے کسی سے مانگی تھی اگر وہ تیرے مقدر میں ہوتی تو تجھے ضرور مل جاتی۔ پس جو شخص یہ سمجھ لے کہ:

رزق دینے والا۔

رزق میں تنگی کرنے والا۔

اسباب اور بغیر اسباب کے رزق مہیا کرنے والا۔

اور بعض اوقات ایسی جگہ سے رزق عطا فرمانے والا جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو، صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو ایسا شخص کسی کی نہ تعریف کرے گا اور نہ مذمت۔ بلکہ اپنے دین و دُنیا کے تمام امور صرف اللہ تعالیٰ کو سونپ دے گا، اُسی پر اعتماد کرے گا۔

اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا ہے:

ان رزق الله لا	نہ لالچی کی حرص خدا کے رزق کو
يجره حرص حريص	کھینچ کر لا سکتی ہے اور نہ کسی ناپسند
ولا يرده كراهية	کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے روک
كاره۔	سکتی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ:

اس حدیث میں لفظ یقین اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور ان انعامات کو جو وہ اپنے فرمانبردار بندوں کو عطا فرمائے گا، شامل ہے نیز یہ لفظ اللہ کی تقدیر اور اس کی تدابیر کو بھی شامل ہے۔

لہٰذا جو شخص اللہ کریم کو ناراض کرکے اور اس کے احکام کی مخالفت کرکے مخلوقِ خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ایسے شخص کو اللہ کے رزاق ہونے اور اس کے وعدے پر ایمان اور یقین نہیں ہے۔ انسان یہ رویہ اس وقت اختیار کرتا ہے جب وہ لوگوں کے پاس مختلف انعامات دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور حقوق اللہ اور اس کے ارشادات کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے۔ اس بے رُخی کے دو وجوہ ہو سکتے ہیں!

١۔ ایک یہ کہ جو کچھ لوگوں کے پاس دیکھتا ہے اسے حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

٢۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی سچائی، اُس کی نصرت اور تائید پر ایمان بالکل کمزور ہے اور دُنیا و آخرت میں جو اجر جزیل ملنے والا ہے اس پر اعتماد مفقود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ اسے رزق بھی فراخی سے ملتا ہے، وہ لوگوں کا دستِ نگر بھی نہیں رہتا۔ اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی خوشی حاصل کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں سے خوف کھاتا ہے اور ان سے امیدیں وابستہ کیے رکھتا ہے۔ یقین کا یہ انتہائی کمزور پہلو ہے۔

Marfat.com

وعن عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ

قَالَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ أَرْضَى عَنْهُ النَّاسَ۔

وَ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِ وَ أَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کی ناراضی مول لے کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اور لوگ بھی خوش ہو جاتے ہیں۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشی کا طالب ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور لوگ بھی ناراض ہوتے ہیں

جس چیز کی لوگوں سے امید ہوتی ہے اگر وہ حاصل نہ ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمام امور کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا اس کا ہونا ممکن ہی نہیں۔

ناکامی کی صورت میں لوگوں کی مذمت کرنا بھی یقین اور ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس لیے ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ نہ کسی سے ڈرے نہ کسی سے امید باندھے اور نہ اپنی

خواہشات کی بنا پر کسی کی مذمت کرے کیونکہ محمود وُہی شخص ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کریں اور مذموم بھی وُہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مذمت بیان کی جائے۔

زیر بحث حدیث سے ثابت ہُوا کہ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہُوئی کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور اعمال اور ایمان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

قولہ ، عن عائشة رضی اللہ عنہا :

ابن حبان نے مندرجہ بالا الفاظ سے یہی روایت نقل کی ہے، البتہ امام ترمذیؒ نے اہل مدینہ میں سے ایک شخص سے مندرجہ ذیل واقعہ تفصیل سے نقل کیا ہے، کہ :

Marfat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں لکھا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیں جو مختصر ہو، چنانچہ سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

سلام الله عليك، اما بعد فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول من التمس رضى الله بسخط الناس كفاه الله مؤونة الناس و من التمس رضى الناس بسخط الله وكله الله الى الناس والسلام عليك.

(رواہ ابونعیم فی الحلیة)

تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو، اما بعد میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی امداد سے اس کو بے پروا کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیکر لوگوں کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لوگوں کے ہی سپرد کر دیتا ہے۔

والسلام علیک

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی لکھ بھیجا:

من ارضى الله بسخط الناس كفاه الله مؤونة الناس و من ارضى الناس بسخط الله لم يغنوا عنه من الله شيئا.

جس نے لوگوں کو ناراض کر کے خدا کو خوش کیا اللہ اُسے لوگوں کی تکالیف سے بچائے گا اور جس نے خدا کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کیا وہ اللہ کے مقابل اس کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

حدیث کے مندرجہ بالا الفاظ مرفوعاً بیان کیے گئے ہیں البتہ موقوف حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

من ارضى الله بسخط الناس رضى الله عنه و ارضى عنه الناس و من ارضى الناس بسخط

جس نے لوگوں کو ناراض کر کے خدا کو خوش کیا، اس سے اللہ بھی راضی ہو جائے گا اور لوگوں کو اس سے راضی کر دے گا اور جس نے خدا کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کیا، تو

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ تَفْسِيرُ أٰيَةِ اٰلِ عِمْرَانَ۔

الثانیۃ تفسِيرُ أٰيَةِ بَرَآءَةَ۔

الثالثۃ تَفْسِيرُ أٰيَةِ الْعَنْكَبُوتِ۔

الرابعۃ أَنَّ الْيَقِيْنَ يَضْعُفُ وَ يَقْوِي۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① سورۂ آلِ عمران کی تفسیر۔

② سُورۂ براۃ کی آیت کی تفسیر۔

③ سُورۂ العنکبُوت کی آیت کی تفسیر۔

④ یقین کمزور اور قوی ہوتا رہتا ہے۔

الله عاد حامدہ من الناس لہ ذاما۔ — وہی لوگ جو اس کی تعریف کرتے ہیں اس کی مذمت کرنے لگیں گے۔

آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی کو سامنے رکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے وہ تفقہ فی الدین کی عظیم الشان مثال ہے کیونکہ جو شخص لوگوں کی ناراضی مول لے کر اپنے اللہ کو منالیتا اور اس کو راضی کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا بلکہ اسے شریروں کے ظلم و ستم سے محفوظ فرما لیتا ہے اور ایسا شخص اللہ کا صالح بندہ بن جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صالحین کا ہی دوست اور والی ہے اور وہی اپنے بندے کیلئے کافی اور کارساز ہے، وہ خود فرماتا ہے:

ومن يتق الله يجعل له مخرجا، ويرزقه من حيث لا يحتسب ٥ (الطلاق - ٣،٢)

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔

Marfat.com

الخامسة عَلَامَةُ ضُعْفِهٖ وَ مِنْ ذٰلِكَ هٰذِهِ الثَّلَاثُ۔

السادسة أَنَّ إِخْلَاصَ الْخَوْفِ لِلّٰهِ مِنَ الْفَرَائِضِ۔

السابعة ذِكْرُ ثَوَابِ مَنْ فَعَلَهٗ

الثامنة ذِكْرُ عِقَابِ مَنْ تَرَكَهٗ۔

⑤ یقین کے کمزور ہونے کی تین علامات کا ذکر۔

⑥ خوف کو خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے مخصوص کر دینا اسلام کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔

⑦ جو شخص خوفِ الٰہی میں خلوص پیدا کر لیتا ہے اس کے اجر و ثواب کا ذکر۔

⑧ جس شخص کے خوفِ الٰہی میں ملاوٹ پیدا ہو گئی اس کی سزا کے متعلق گفتگو۔

اللہ تعالیٰ بلا شبہ اپنے بندوں کی کفالت کرتا ہے۔ جو شخص یہ خیال کرے کہ سب لوگ اُس سے راضی اور خوش ہو جائیں تو یہ ناممکن بات ہے۔ لوگ اس وقت تک خوش رہیں گے جب تک ان کی اغراض پوری ہوتی رہیں گی لیکن جب لوگوں کو انجام کا پتہ چلے گا کہ:

من ارضی الناس — جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو
بسخط اللہ لم یغنوا — خوش کرے تو وہ اللہ کے مقابل
عنہ من اللہ شیئا. — اس کے کسی کام نہ آئیں گے۔

تو اپنے ہی ہاتھوں کو کاٹیں گے جیسے ظالم کی طرح جو اپنے ہی ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ جو شخص اس دارِ فانی میں لوگوں کی بے حد تعریف کرتا ہے وُہی آخرت میں اُن کی مذمت کرے گا۔ آخرت تو متقین کے لیے ہی مخصوص ہے، یہ عام لوگوں کی خواہش کے مطابق ابتدا میں کیسے میسر آسکتی ہے؟

Marfat.com

باب

قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اِس باب میں

توکّل علی اللہ

کو مومنوں کی ایک خاص علامت قرار دیا گیا ہے

Marfat.com

قولہ تعالیٰ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الانفال: ۲)

سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دِل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں۔
اور جب اللہ کی آیات اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے
اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔

قولہ : وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين :

ابو السعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
جب کوئی شخص کسی کام کو انجام دینے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اس وقت کہتے ہیں۔ توکّل بالامر۔

مصنف رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا آیت پر باب کا عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ توکّل فرائض اسلام میں سے ایک ایسا فریضہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
"توکّل صرف دل کا عمل ہے"

پیش نظر آیت کریمہ کی تشریح میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :
"اللہ تعالیٰ نے توکّل کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے جس سے پتا چلا کہ جس دل میں توکّل نہیں وہاں ایمان نہیں"۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
"جو شخص مخلوق سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے اور مخلوق خدا پر ہی توکّل اور بھروسہ کر بیٹھتا ہے وہ اپنے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ مشرک ہے اور مشرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

ومن يشرك بالله	جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
فكانما خر من السماء	بناتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا
فتخطفه الطير او	پھر اسے جانور نوچ لیں گے یا ہوا
تهوى به الريح في	اس کو دُور دراز مکان میں پھینک
مكان سحيق (الحج-۳۱)	دے گی۔

Marfat.com

توکل علی اللہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) ایسے امور میں غیر اللہ پر توکل کرنا جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں ، جیسے وہ لوگ جو فوت شدگان یا طاغوت وغیرہ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ کسی قسم کی امداد کریں گے یا حفاظت کا فریضہ ادا کریں گے یا رزق وغیرہ دیں گے یا قیامت کے دن سفارش کریں گے ۔ یہ عقیدہ شرک اکبر ہے ۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ ظاہری اسباب و ذرائع پر بھروسہ کر لیا جائے جیسے کسی امیر یا بادشاہ پر بھروسہ کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا ہے اس میں سے ہم کو بھی دیگا یا کسی بیرونی طاقت کے شر سے بچاؤ کی امید کر لی جائے تو یہ شرک اصغر کی ایک قسم ہے ۔

جائز وکالت یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کو ایسے کام پر وکیل بنائے جس پر اسے قدرت حاصل ہو مثلاً خرید و فروخت ، کسی چیز کو کرایہ پر دینا ، طلاق ، غلام آزاد کرنا وغیرہ یہ اجماعاً جائز ہے لیکن یہ نہ کہے کہ میں نے اس پر بھروسہ کیا بلکہ یہ کہے کہ میں نے اسے اپنا وکیل بنایا ۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر کرے ۔

قولہ : انما المؤمنون :

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، کہ :

" پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی علامات بیان فرمائی ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے وقت بھی ان کے دل میں ذکر اللہ کی جھلک نظر نہیں آتی ۔

نہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ان کا ایمان ہے ۔

نہ توکل علی اللہ کے قائل ہیں ۔

جب مسلمانوں سے الگ ہوتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے ۔

اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ مومن ہی نہیں ہیں ۔

منافقین کی علامات بیان کرنے کے بعد مومنین کی صفات حسنہ کو بیان کیا گیا ہے :

انما المؤمنون الذین	سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے
اذا ذکر اللہ وجلت	دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر لرز جاتے
قلوبھم واذا تلیت	ہیں اور جب اللہ کی آیات اُن کے
علیھم اٰیتہٗ زادتھم	سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان
ایمانا وعلٰی ربھم	بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر
یتوکلون	اعتماد رکھتے ہیں ۔

(الانفال ـ ۲) (ابن جریر ، ابن ابی حاتم)

مومن ہی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض ادا کرتا ہے ۔

دل کے کپکپا جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، ان کو انجام دینے اور جن سے روکا گیا ہے ان کو چھوڑ دینے کے لیے مستعد اور چوکس ہو جاتا ہے ۔

Marfat.com

قول اللہ تعالیٰ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ (الانفال:۶۴)

قول اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط (الطلاق : ۳)

اے نبیؐ! تمھارے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔

جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے۔

زیرِ نظر آیت کے بارے میں السُدی کہتے ہیں :

"اس سے وہ شخص مراد ہے جو کسی پر ظلم کرنے کے لیے کمر بستہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اُس کی بغاوت پر آمادہ ہو۔ اُسے کہا جائے کہ اتق اللہ اتق اللہ یہ لفظ سنتے ہی اس پر ہیبت طاری ہو جائے اور اس کا دل کانپنے لگے۔" (رواہ ابن ابی شیبہ و ابن جریر)

قولہ : واذا تلیت علیهم ایته :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام رحمہم اللہ تبع تابعین رحمہم اللہ اور تمام اہلسنت نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔

قولہ : وعلی ربهم یتوکلون :

یعنی مومنین کی صفات یہ ہیں :

- ○ وہ دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔
- ○ اپنے تمام دینی اور دُنیاوی امور کو اللہ ہی کی طرف سونپ دیتے ہیں۔
- ○ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتے۔
- ○ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مقصود سمجھتے ہیں۔
- ○ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت کرتے ہیں۔
- ○ مومنین کو یہ یقین ہے کہ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔
- ○ اور جو اس کی مشیت کے خلاف ہے اس کا وجود میں آنا ممکن نہیں۔
- ○ اللہ تعالیٰ اپنی مملکت میں واحد متصرف ہے۔
- ○ اور وہی اکیلا معبودِ حقیقی ہے۔

زیرِ نظر آیت کریمہ میں مخلص مومنین کے خاص طور پر تین اعلیٰ مقام بتائے گئے ہیں اور تین علامات بیان کی گئی ہیں :

(۱) خوفِ الٰہی

(۲) ایمان میں اضافہ

Marfat.com

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، قَالَهَا إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام حِيْنَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.
وَ قَالَهَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَ قَالُوْا لَهُ : إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَّ قَالُوْا : حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ رواہ البخاری والنسائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس وقت کہا جب اُنھیں آگ میں ڈالا گیا تھا۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت کہا جب جنگِ اُحد کے اختتام پر لوگوں نے کہا کہ دشمن تمہارے لیے فوجیں جمع کر رہا ہے اس سے ڈرو، تو اس سے مسلمانوں کا ایمان اور مضبوط ہوا اور بڑھا۔

---

(۳) اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل

یہ تین مقامات ایسے ہیں جن سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ ظاہری اور باطنی اعمال انسان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

قولہ : یاایھا النبی ،

اس آیت کریمہ کے معنی علامہ ابن قیم رحمہ اللہ یُوں فرماتے ہیں کہ :

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کے متبعین کو صرف اللہ ہی کافی و وافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں"۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی پسند فرمائے ہیں۔

قولہ : ومن یتوکل علی اللہ :

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسبہٗ کے معنی ہیں نگران اور جس کا اللہ نگران اور کفایت کنندہ ہو تو ایسے آدمی کو اس کا دشمن کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ سوائے اسکی تنگی کے جس کا وقوع تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور اس سے چارہ بھی نہیں جیسے گرمی، سردی

Marfat.com

بھوک پیاس سے چارہ نہیں اور ایسی تکلیف وہ اس کو کبھی نہیں دے سکتا جس سے اسکی مراد بر آئے اور اذی (جو کہ ظاہر میں ایذاء اور حقیقت میں اس پر احسان ہے اور دشمن کے لیے ضرر ہے) اور ضرر (جس سے وہ شفا چاہتا ہے) میں بہت فرق ہے۔

بعض سلف نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کی جزا اُس کی ذات سے رکھی ہے اور اللہ پر توکل کی جزا اسکو کفایت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

ومن یتوکل علی	جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ
اللہ فھو حسبہٗ ۔	اس کا نگران ہے۔

اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کو اتنا اتنا اجر ملے گا جیسا کہ دوسرے اعمال میں کہا ہے بلکہ متوکل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو کافی اور اس کا محافظ بنایا ہے۔ اگر بندہ اللہ تعالیٰ پر پوری طرح توکل کرے اور اس کے خلاف زمین اور آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوقات اس کے خلاف تدبیر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی کشادگی کی راہ پیدا کرے گا اور رزق اور مدد میں اس کی کفایت کرے گا۔"

قولہ: قالہا ابراھیم حین القی فی النار؛

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے:

قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں؛

قالوا حرقوہ وانصروا	انھوں نے کہا" جلا ڈالو اس کو اور
الھتکم ان کنتم	حمایت کرو اپنے خداؤں کی، اگر
فٰعلین ۔	تمھیں کچھ کرنا ہے"؛
قلنا ینار کونی بردا	ہم نے کہا" اے آگ ٹھنڈی ہو جا
وسلٰما علیٰ ابراھیم ۔	اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔
وارادوا بہ کیدا	وہ چاہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام
فجعلنٰھم الاخسرین۔	کے ساتھ بُرائی کریں مگر ہم نے ان کو
(الانبیاء — ۶۸، ۶۹، ۷۰)	بُری طرح ناکام کر دیا۔

قولہ: وقالہا محمد ﷺ

یہ جنگِ اُحد کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔

غزوۂ اُحد میں شکست کھانے کے بعد جب قریش مکہ، مدینہ طیبہ کی حدود سے باہر نکلے تو آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع ملی کہ ابو سفیان جو اس وقت لشکر کفار کا سپہ سالار تھا دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو آنحضرت ﷺ بھی ستر جانباز سوار صحابہ کرام کو لے کر اس کے مقابلہ کے لیے حمراء الاسد نامی مقام پر قریشی حملہ آوروں کو روکنے کے لیے تشریف لے گئے۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: أَنَّ التَّوَكُّلَ مِنَ الْفَرَائِضِ

الثانیۃ: أَنَّهُ مِنْ شُرُوطِ الْإِيمَانِ

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) توکّل علی اللہ فرائض اسلام میں سے ہے۔

(۲) ایمانِ صادق کی سب سے بڑی شرط یہی توکّل ہے۔

یہ سُن کر ابُوسفیان حواس باختہ ہو گیا اور وہ اپنے لشکر کو لے کر سیدھا مکّہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ابوسفیان کو عبدالقیس میں سے ایک قافلہ ملا۔

ابوسفیان نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟

انھوں نے جواب دیا مدینہ جانا چاہتے ہیں۔

ابوسفیان بولا۔

مدینہ جا کر ہمارا پیغام محمد ﷺ کو پہنچا دو گے؟

انھوں نے کہا، کیوں نہیں، ضرور پہنچائیں گے۔

ابوسفیان نے یہ پیغام دیا کہ

جب مدینہ پہنچو تو مسلمانوں سے کہنا کہ ہم نے دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری مکمل کر لی ہے تاکہ تم سب مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ عبدالقیس کا یہ قافلہ جب حمراء الاسد پہنچا تو ابوسفیان کی یہ بات بھی آنحضرت ﷺ کو سُنا دی اس وقت تک ابھی حمراء الاسد ہی میں قریش کے انتظار میں تھے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے یہ دُعا پڑھی، فرمایا:

حسبنا الله و نعم الوكيل

ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

جب تم کسی بڑی مصیبت میں گھر جاؤ تو یہ دُعا وردِ زبان رکھا کرو، اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کر دے گا۔ وہ عظیم دُعا یہ ہے۔

حسبنا الله و نعم الوكيل

لہ حمراء الاسد مدینہ طیبہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (معجم البلدان)

Marfat.com

الثالثة	تَفْسِيْرُ اٰيَةِ الْأَنْفَالِ
الرابعة	تَفْسِيْرُ الْأٰيَةِ فِيْ أٰخِرِهَا۔
الخامسة	تَفْسِيْرُ اٰيَةِ الطَّلَاقِ
السادسة	عِظَمُ شَأْنِ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ أَنَّهَا قَوْلُ إِبْرَاهِيْمَ وَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي الشَّدَآئِدِ

---

(۳) سورۂ انفال کی ایک آیت کی تفسیر

(۴) سورۃ انفال کی آخری آیت کی تفسیر۔

(۵) سورہ الطلاق کی ایک آیت کی تفسیر

(۶) کلمہ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ کی عظمت اور اہمیّت کا اندازہ اِس سے ہوتا ہے کہ مشکل اور مصیبت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں نے اسے پڑھا۔

Marfat.com

باب قول الله تعالیٰ

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ

کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی
چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہے

Marfat.com

قولہ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ؟ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ○ (۷ - ۹۹)

کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں - حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو -

---

قولہ : افأمنوا مكرالله :

اس مقام پر اس آیت کے ذکر سے مصنف رحمہ اللہ کا مقصد یہ تنبیہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو جانا بالکل اسی طرح کے عظیم گناہوں میں سے ہے اور توحیدِ الٰہی کے سراسر خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہو جانا بہت بڑا گناہ ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ وہ خوف اور رجاء کی کیفیتوں کے درمیان اپنی زندگی بسر کرے جیسا کہ کتاب و سُنّت اور سلفِ اُمّت نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

زیرِ نظر آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جنھوں نے پُوری قوت سے انبیاء کی مخالفت اور اُن کی تکذیب کی اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے انبیائے کرام کی مخالفت اس لیے کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو گئے تھے۔

ان کے اس مکروہ کردار کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قدر نعمتوں سے نوازا اور مال و دولت میں اس قدر فراوانی عطا فرمائی کہ یہ لوگ اس بات کو قطعاً بھُول گئے کہ یہ مال و متاع بھی ہماری گرفت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" وہ شخص بڑا بے وقوف اور احمق ہے جس پر دُنیا کے مال و متاع کے دروازے کھول دیے جائیں اور وہ اس کو اپنے لیے آزمائش اور امتحان نہ سمجھے "۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" ایک قوم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت اور سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کو گرفت میں نہیں لیا حتیٰ کہ وہ اللہ کے انعام و اکرام کی وجہ سے عیش و عشرت میں پڑ گئے اور اس عارضی وسعتِ رزق سے دھوکا کھا بیٹھے پس اب کسی شخص کو دھوکے میں نہ آنا چاہیئے "۔

اسمٰعیل بن رافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ○ (الحجر: ٥٦)

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ عَنِ الْكَبَآئِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ الْيَأْسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ وَ الْأَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہی ہُوا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۳) اور اللہ کی گرفت سے بے خوف رہنا (کبیرہ گناہ ہیں)

انسان گناہ کرتا چلا جائے اور اس پر مغفرت کی اُمید رکھے۔"

قولہ، ومن یقنط:

اللہ سے نا اُمید ہونے اور اس کی طرف سے مصائب کے حل کو مستبعد سمجھنے کو قنوط کہتے ہیں، اس کے بالمقابل اللہ کی گرفت سے بے خوف ہونا ہے۔ یہ دونوں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور تصورِ توحید کے منافی ہیں، کیونکہ قنوت میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ بدگمانی پائی جاتی ہے۔

قولہ: الضالون:

وہ لوگ جو صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر شیطان کی بتائی ہُوئی غلط راہ پر جا رہے ہوں۔

قولہ: عن ابن عباس:

اس حدیث کو بزار اور ابن ابی حاتم دونوں نے نقل فرمایا ہے۔ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ شبیب بن بشر کے متعلق اگرچہ ابن معین رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے لیکن ابو حاتم نے اسے کمزور بتلایا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے بلکہ یہ روایت موقوف زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

وعن ابن مسعود ﷺ قَالَ أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ الْأَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ وَ الْقُنُوطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَ الْيَأْسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (رواہ عبد الرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اُس کے مکر سے بے خوف ہونا، اُس کی رحمت اور اُس کے کرم سے نا اُمیّد اور مایُوس ہونا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔

قولہ: الشرک باللہ:

تمام کبیرہ گناہوں میں شرک سب سے کبیرہ گناہ ہے۔ اس لیے اس سے ابتدا کی گئی ہے

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا توحیدِ ربوبیت کو ختم کرنے، توحیدِ الوہیت کو ناقص قرار دینے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سُوءِ ظن کے مترادف ہے"

قولہ: والیاٌس من روح اللہ:

یعنی جن اُمور کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے اور جن اُمور کی توقع کی جاتی ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اُمید اور توقع کو ختم کر لینا نا اُمیدی کہلاتا ہے۔

اللہ کے بارے میں یہ سُوءِ ظن کی بدترین مثال ہے۔ اس کی رحمتِ لازوال سے نا اُمیدی۔ اس کی جُودتِ بے پایاں سے قنوطیت اور اس کی مغفرتِ لابدی سے صرفِ نظر کر لینے کا یہی نتیجہ ہُوا کرتا ہے۔

قولہ: الامن من مکر اللہ:

یعنی انسان کو مُہلت پر مُہلت دیتے جانا اور اُس کے دل سے ایمان کی دولت کو سلب کر لینا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ انسان اللہ کے بارے میں بڑا جاہل اور بیوقوف ہے اور اپنے بارے میں خود فریبی میں مُبتلا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ زیرِ بحث حدیث میں صرف تین کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں، کتاب وسُنّت میں ان تین کو بہت ہی اہمیت حاصل ہے۔ یہ تمام کبیرہ گناہوں میں سرِ فہرست ہیں۔

قولہ: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اس روایت کو ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کئی صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: تفسیرُ آیۃِ الأعرافِ

الثانیۃ: تفسیرُ آیۃِ الحِجرِ

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) سورۃ الاعراف کی آیت کی تفسیر اور توضیح

(۲) سورۃ الحجر کی آیت کی تفسیر

قولہ: اکبر الکبائر: الاشراک باللہ:
یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔

قولہ، والقنوط من رحمۃ اللہ:
ابو السعادات رحمہ اللہ اس کا ترجمہ
ھو اشد الیاس۔ انتہائی مایوس ہو جانا۔
کرتے ہیں۔

دل پر خوف کا غلبہ ہونا چاہیئے کیونکہ حالت صحت میں جب اُمیدیں غالب آجاتی ہیں تو دل کی دُنیا میں فساد رُونما ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر۔ (الملک۔۱۲)	جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کیلیے مغفرت ہے اور بڑا اجر۔
یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار۔ (النور۔ ۳۷)	وہ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اُلٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی۔

Marfat.com

الثالثة: شِــدَّةُ الْوَعِيْـدِ فِيْـمَنْ اَمِنَ مَكْرَ اللّٰهِ

الرابعة: شِــدَّةُ الْوَعِيْـدِ فِي الْقُنُوْطِ۔

---

(۳) اُس شخص کو سخت وعید اور ڈانٹ جو اللہ کریم کی گرفت سے بے خوف زندگی گزار رہا ہو۔

(۴) اُس شخص کو بھی تہدید جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باب

من الایمان باللہ

الصبر علی اقدار اللہ

اس باب میں
یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان
لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
تقدیر پر صبر کیا جائے

Marfat.com

وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (التغابن : ۱۱)

قال علقمة رضی اللہ عنہ : هُوَ الرَّجُلُ تُصِيبُهُ الْمُصِيبَةُ فَيَعْلَمُ أَنَّهَا مِنْ عِنْدِ اللهِ فَيَرْضَى وَ يُسَلِّمُ۔

جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اللہ اُس کے دِل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ وہ شخص ہے جسے کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اِس لیے اِس پر خوش ہو اور دِل کی گہرائیوں سے اُسے تسلیم کرے۔

قوله : ومن يؤمن بالله يهد قلبه :

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تقریباً نوّے مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے۔

صحیح مسلم اور مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

الصبر ضياء . صبر ایک نور ہے .

امام بخاری رحمۃ اللہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ صبر سے بہتر اور وسعت پذیر چیز کسی کو نہیں دی گئی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

"ہم نے اپنی زندگی کے اُس حصّہ کو بہتر پایا جس میں صبر ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو انسان کے بدن میں سر کو حاصل ہے۔ یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا دیکھو، اُس شخص کا ایمان ہی نہیں ہے جس میں صبر کی صلاحیت نہیں ہے"۔

صبر تین امور سے تعبیر ہے .

(۱) اللہ تعالیٰ کے احکام کو عملی جامہ پہنانا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور سے مجتنب رہنا اور ان کو ترک کرنا اور۔

(۳) مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔

امام ابن تیمیہ صبر کی چوتھی صورت یہ بیان کرتے ہیں ، کہ اپنی ان خواہشات کو ترک کرنا جو شریعت کے منافی ہیں۔

Marfat.com

وفي صحيح مسلم عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إثنتان في الناس هما بهم كفر: الطعن في النسب، و النياحة على الميت

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں۔ ایک کسی کے حسب و نسب پر طعن کرنا۔ دُوسرے میت پر بین کرنا۔

قوله : و الله بكل شيء عليم :

اس آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں :

ما اصاب من مصيبة	کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ
الا باذن الله (التغابن-۱۱)	کے اذن ہی سے آتی ہے۔

یعنی ہر قسم کی مصیبت اور آزمائش اللہ تعالیٰ کی مشیّت، ارادے اور اس کے حکم کے بعد ہی انسان کو پہنچتی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

ما اصاب من مصيبة	کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو
فی الارض ولا فی	زمین میں یا تمھارے اپنے نفس پر
انفسكم الا فی كتاب	نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا
من قبل ان نبراها ؕ	کرنے سے پہلے ایک کتاب میں نہ لکھ
ان ذلك على الله	رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت
يسير۔ (الحدید-۲۲)	آسان کام ہے۔

قوله : قال علقمة :

حضرت علقمہ رحمہ اللہ کا یہ قول علامہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ النخعی الکوفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ کا شمار چوٹی کے علماء اور اجلّہ تابعین میں ہوتا ہے ثقہ راوی ں

Marfat.com

ولهما عن ابن مسعود مرفوعاً "لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا چہرہ نوچے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت جیسے بول بولے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

میں سے یہ سرفہرست ہیں۔ یہ جلیل القدر فرزند اسلام سنہ ٦٠ ہجری کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے اس قول سے ثابت ہُوا کہ اعمال ایمان کا جُزء ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہُوا کہ صبر کرنا دل کی ہدایت اور روشنی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور صابرین کے لیے یہ بہت بڑا اجر ہے۔

قوله: اثنتان فى الناس هما بهم كفر:

یعنی یہ دونوں چیزیں لوگوں میں کفر کا بقایا ہیں کیونکہ یہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہیں اور یہ لوگوں میں موجود رہتی ہیں اور ان سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ بچالے اور علم عطا فرمائے اور ایسا نُورِ ایمانی بخشے جس سے وہ روشنی حاصل کرے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس آدمی میں کفر کا ایک شعبہ ہو وہ کافرِ مطلق کی طرح نہیں ہوتا جیسا کہ وہ آدمی جس میں ایمان کی ایک شاخ ہو وہ مطلق مومن کی طرح نہیں ہوتا اور کفر نکرہ اور معرف باللام کے اثبات میں بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ معرف باللام کفر کا لفظ اس حدیث میں استعمال ہُوا ہے: "ليس بين العبد وبين الكفر او الشرك الا ترك الصلوٰة"

قوله: الطعن فى النسب:

حدیث کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو نسب کی بنا پر حقیر سمجھنا یا اس کا نسب نامہ معلوم ہوتے ہُوئے اُسے کسی دوسرے شخص کا بیٹا قرار دینا۔

قوله: والنياحة على الميت:

یعنی کسی رشتہ دار کی موت پر بین کرنا اور لوگوں کے سامنے اس کے فضائل و محاسن بیان کرنا۔

اس قسم کے بین کرنا اور میت کے اوصاف ظاہر کرنا وغیرہ امور تقدیر الٰہی پر عدم رضا اور صبر کے سراسر منافی ہے۔

قوله: من ضرب الخدود:

Marfat.com

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا

وَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

وَ قَالَ صلى الله عليه وسلم إِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَآءِ۔ وَ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا إِبْتَلَاهُمْ۔

فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَ مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔ (حسّنه الترمذي)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے خیر خواہی کرنا چاہتا ہے تو اُس کے گناہوں کی سزا جلدی اسی دُنیا میں دے دیتا ہے۔

اور جب کسی سے بُرائی چاہتا ہے تو اُس کے گناہ کی سزا قیامت تک کے لیے روک لیتا ہے تاکہ اُسے پُوری سزا دی جاسکے۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جتنی بڑی مصیبت ہوگی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُنھیں آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

پس جو شخص آزمائش میں اللہ پر راضی رہا اُس کے لیے اللہ کی رضا اور جو شخص ناخوش ہوا اُس پر اللہ تعالیٰ بھی ناخوش ہوگا۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"رخسار کا اس لیے خاص طور پر ذکر فرمایا کہ اکثر لوگ رخسار ہی پر ہاتھ مارتے ہیں ورنہ چہرے کا کوئی حصہ پیٹنا بھی اسی قبیل میں داخل ہے۔

قولہ : و دعا بدعوی الجاهلية :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"میت پر نوحہ کرنا زمانۂ جاہلیت کی عادت ہے"۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"اپنی قبائلی رسوم کی طرف لوگوں کو بلانا اور ان کو زندہ کرنا عصبیت کی دعوت دینا ہے، کسی خاص مسئلے میں اپنے علماء اور مشائخ کے بارے میں تعصب سے کام لینا۔ بعض علماء کو بعض پر ایک خاص نوعیت کی فضیلت دینا، علماء و مشائخ کی وجہ سے ایک دوسرے سے دشمنی اور دوستی قائم کرنا سب جاہلیت کی رسوم ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔

مندرجہ بالا امور میں اگر سچائی کار فرما ہو تو معمولی عمل معاف ہے جیسے وہ رونا معاف ہے جس میں نوحہ اور اللہ کی ناراضگی نہ ہو۔ امام احمد بن حنبل نے اس کی تصریح کی ہے۔

قولہ : اذا اراد الله بعبده الخير :

یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی خیر خواہی اور بھلائی چاہتا ہے۔ اس کے گناہوں کی سزا میں اس پر مصائب ڈالتا ہے کیونکہ اس کے گناہ زیادہ ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ دنیا سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے اور آخرت کی سزا کے لیے اس کا کوئی گناہ باقی نہیں ہوتا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

"آزمائش و ابتلا میں گرفتار ہو جانا بھی ایک عظیم نعمت ہے کیونکہ اس سے گناہ دھل جاتے ہیں اور جب انسان صبر سے کام لیتا ہے تو اجر و ثواب کا حق دار بھی بن جاتا ہے بارگاہ الٰہی میں انتہائی خشوع و خضوع سے جھک جاتا ہے۔ پوری دنیا سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے دروازے کا بھکاری بن جاتا ہے۔ مشکلات میں اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے فوائد ہیں مصیبت فی نفسہ گناہوں کے ختم ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ تمام مخلوق خدا کے لیے مشکلات، اللہ کی رحمت اور نعمت کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہاں! اگر مصیبت زدہ شخص مصیبت سے تنگ آکر کوئی ایسا قدم اٹھائے جو اس کیلئے دین میں خرابی کا باعث بنتا ہو اور وہ پہلے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ مصیبت اس کے لیے وبال جان اور اس کے دین و آخرت کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے جیسے کوئی شخص فقر و فاقہ، بیماری یا کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے جس سے نفاق یا جزع فزع کا اظہار ہو یا دل میں کوئی باطل عقیدہ گھر کر جائے یا ایسا کوئی جملہ زبان سے نکل جائے جو صریح کفر کے مترادف ہو یا فرائض و واجبات کو ترک کر بیٹھے یا محرمات کا مرتکب ہو جائے یا ایسی بات کرے جس سے دین میں نقصان واقع ہوتا ہو تو ایسی مصیبت اور مشکل سے حفاظت اور عافیت اس شخص کے لیے بہتر تھی کیونکہ مصیبت سے بجائے حصول فوائد کے الٹا نقصان

Marfat.com

ہوا ہے اگر یہ صبر کرتا تو یہی مصیبت اس کے حق میں رحمت اور نعمت ثابت ہوتی۔ پس مصائب و مشکلات حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم ہیں جو مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا ضروری ہے۔

جو شخص مصائب و مشکلات کا شکار ہو جائے اور پھر صبر و استقامت بھی اس کے حصہ میں آ جائے تو یہ مصائب اس کے لیے رحمت اور نعمت بن جاتے ہیں اور اس کی خطا کے ختم ہونے کی وجہ سے رحمت کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور بندہ کے صبر رضا کے عوض اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اولئک علیھم صلوٰت	یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار
من ربھم ورحمۃ۔	کی مہربانی اور رحمت ہے۔

اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے، جو شخص صبر کریگا اس کو یہ نعمتیں ضرور حاصل ہوں گی۔ ان شاء اللہ

قولہ: ان عظم الجزاء:

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو جتنی زیادہ مصیبت پیش آئے گی اتنا ہی اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا۔

عِظم الجزاء بکسر العین وفتح الظاء ہے۔ عین کو مضموم اور ظا کو ساکن قرار دینا بھی جائز ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ مصائب کی وجہ سے انسان کو اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ،

"مصیبت زدہ کا ثواب یہی ہے کہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔ ہاں! مصیبت کی وجہ سے کوئی عمل صالح کرے تو اس پر اس کو اجر بھی ملے گا جیسے،

صبر سے کام لے،
اللہ کی رضا پر راضی رہے،
توبہ و استغفار کرے۔"

قولہ: وان اللہ تعالیٰ اذا احب قوما ابتلاھم:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
ای الناس اشد	گیا کہ سب سے زیادہ آزمائش کن
بلاء؟	لوگوں پر آتی ہے؟
قال: الانبیاء ثم	آپ نے فرمایا۔ انبیاء پر پھر ان کے
الامثل فالامثل	بعد درجہ بدرجہ انسان کو جتنا دین کا
یبتلی الرجل علی	حصہ زیادہ ملا اتنی ہی زیادہ اس کی

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: تَفْسِيْرُ اٰيَةِ التَّغَابُنِ

الثانیۃ: إِنَّ هٰذَا مِنَ الْإِيْمَانِ بِاللهِ

الثالثۃ: أَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ

الرابعۃ: شِدَّةُ الْوَعِيْدِ فِيْمَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① سورۃ تغابن کی آیت کی تفسیر۔

② صبر کرنا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا ایک حصّہ ہے۔

③ نسب میں عیب جوئی کرنا۔

④ اُس شخص کو سخت وعید اور ڈانٹ پلائی گئی ہے جو مصیبت اور مشکل کے وقت اپنے چہرے کو نوچے، گریبان پھاڑے اور جاہلیّت کی سی آہ و بکا کرے۔

حسب دينه فان كان في دينه صلابة اشتد بلاؤه وان كان في دينه رقة ابتلى على قدر دينه فما يبرح البلاء بالعبد حتى يتركه يمشي على الارض وما عليه خطيئة۔ (رواہ الدارمی وابن ماجہ والترمذی وصحّحہ)

آزمائش ہوتی ہے۔ اگر وہ اسلام میں مضبوط ہے تو آزمائش بھی شدید ہوگی۔ اگر دین میں کمزور ہے تو آزمائش بھی ہلکی ہوگی، مومن پر اتنی مشکلات آتی ہیں کہ آخر کار اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

Marfat.com

الخامسۃ عَلَامَةُ إِرَادَةِ اللهِ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ۔

السادسۃ إِرَادَةُ اللهِ بِهِ الشَّرَّ۔

السابعۃ عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ لِلْعَبْدِ۔

الثامنۃ تَحْرِيمُ السَّخَطِ

التاسعۃ ثَوَابُ الرِّضَاءِ بِالْبَلَاءِ۔

⑤ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اُس کی علامت اور نشانی۔

⑥ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ شر کا ارادہ کرے اُس کی علامت۔

⑦ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص سے محبّت کرنا چاہتا ہے تو اُس کی علامت۔

⑧ ناراضی کی حُرمت۔

⑨ مصائب و مُشکلات میں محصُور ہو جانے پر رضا کا اجر و ثواب۔

Marfat.com

باب

ما جاء في الرياء

اِس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ
ریا ہر لحاظ سے قابلِ مذمت ہے اور
اِس سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں

Marfat.com

وقول اللہ تعالی : قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ۝ (الکہف-۱۱۰)

اے محمدؐ! کہو کہ میں تو ایک اِنسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔

پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

قولہ : قل انما انا بشر مثلکم :

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ آپ یہ اعلان کر دیں کہ میرے اندر نہ رُبوبیت ہے اور نہ الُوہیت کی کوئی صفت ہے بلکہ یہ دونوں صفتیں صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے مختص ہیں اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا متمنی ہو، اُسے اعمالِ صالحہ کرنے چاہئیں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

"عُلمائے سلف و خلف میں سے اکثر نے لقاء کے یہ معنیٰ کیے ہیں کہ مومن آدمی اللہ تعالیٰ کو بالمشافہ اور سامنے دیکھے گا" شیخ الاسلامؒ نے رؤیت پر دلائل بھی ذکر فرمائے۔

پیشِ نظر آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

"جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی الُوہیت میں واحد اور یکتا ہے اسی طرح اُس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ عمل صالح وُہی ہوتا ہے جس میں ریاء اور سُمعہ کو قطعاً دخل نہ ہو اور اس کو سُنّت کے مطابق انجام دیا جائے"۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اصل دین جس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور آپ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، وہ یہ تھا کہ تمام عبادات میں اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا سمجھا جائے۔

Marfat.com

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعًا - قال اللہ تعالیٰ:

أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ مَعِي فِيهِ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شرکت والوں میں زیادہ بے پرواہ ہوں شرک سے۔ جو شخص کوئی ایسا کام کرے جس میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو میں اُسے اور اُس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

قولہ: من عمل عملا اشرك معي فيه غيري:

یہ حدیث قدسی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق میں سے کسی کی رضا کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُس سے اور اُس کے عمل بد سے بیزار ہوں، میرا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

طیبیؒ نے کہا ہے کہ ترکتہ میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع عمل بھی ہو سکتا ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اعمال جو کسی غیر اللہ کے لیے کیے جاتے ہیں اُن کی کئی قسمیں ہیں۔

کچھ اعمال تو ایسے ہوتے ہیں جو صرف ریا کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں جیسے منافقین کے اعمال۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا قاموا الی الصلوٰۃ	جب نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو
قاموا کسالٰی یراء ون	کسماتے ہوئے محض لوگوں کو
الناس ولا یذکرون	دکھانے کی خاطر اُٹھتے ہیں۔ اور
اللہ الا قلیلا۔ (النساء-١٤٢)	خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔

ریا کی یہ قسم مومنین کے فرض روزوں اور نمازوں میں پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ صدقات و خیرات اور حج وغیرہ اعمال میں جن کا ظاہر سے تعلق ہے۔ اس کا پایا جانا ممکن ہے یا ان اعمال میں جن کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ ایسے اعمال میں اخلاص انتہائی اہمیت کا حامل ہے ایک مسلمان کو قطعاً شک نہ کرنا چاہیئے کہ اس قسم کی ریا اعمال کو ضائع کر دیتی ہے اور ایسا ریاکار شخص اللہ تعالیٰ کی سزا اور اُس کی ناراضی کا سزاوار ہے۔

کچھ اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں لیکن ان میں

Marfat.com

ریا کا دخل ہوتا ہے۔ ایسے اعمال میں اگر ریا غالب آجائے تو نصوص صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ عمل باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ زیر نظر حدیث سے واضح ہے۔ اس کی تائید میں دوسری حدیث مسند امام احمد میں ہے جس کو شداد بن اوس سے امام صاحبؒ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔
اس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

من صلی یرائی فقد	جو شخص دکھلاوے کی نماز پڑھتا ہے
اشرك ومن صام یرائی	یا دکھلاوے کا روزہ رکھتا ہے یا
فقد اشرك ومن تصدق	دکھلاوے کا صدقہ وخیرات کرتا ہے
یرائی فقد اشرک	تو اُس نے شرک کیا۔
وان الله تعالیٰ یقول:	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
انا خیر قسیم لمن	جو مجھ سے شرک کرے تو میں اپنے
اشرک بی فمن	شریک سے بہترین حصہ دار ہوں۔
اشرک بی شیئا	جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرے
فان جدة عمله و	تو اُس کے عمل کی ہر کوشش اور اس کا
قلیله وکثیره لشریکه	ہر کم وبیش اُس کے اس شریک
الذی اشرک به انا	کے لیے ہے جس کو اُس نے میرا
عنه غنی۔	شریک بنایا میں اُس سے بے نیاز ہوں۔

امام احمد رحمہ اللہ اس مقام پر بہت سی احادیث ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ:
"اگر جہاد کے عمل میں ریا کے علاوہ کوئی دوسری نیت کارفرما ہو جیسے خدمت کا معاوضہ یا حصول غنیمت کا احساس پیدا ہو جائے یا سفر جہاد میں مال تجارت ساتھ لے لے تو ایسی صورت میں یہ عمل بالکل ضائع نہ ہوگا بلکہ جہاد کے اجر وثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔"
ابن رجب رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ:
"تجارت کرنے والے، مزدوری کرنے والے اور کرایہ پر کام کرنے والے کو جہاد میں اسی قدر اجر ملے گا جس قدر کہ اُس کی نیت خالص ہوگی اور ان کو وہ درجہ نہ ملے گا جو ایسے آدمی کا ہے جو خالص اللہ کے لیے اپنے مال اور اپنی جان سے خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔"
وہ شخص جو مزدوری لے کر جہاد میں شرکت کرتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:
"ایسا شخص اگر صرف روپے پیسے کی غرض سے جہاد میں شرکت نہیں کرتا بلکہ اس کی نیت اعلائے کلمۃ اللہ بھی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، اس شخص کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اپنا قرض وصول کرنے کے لیے نکلا۔ اگر مل گیا تو ٹھیک، ورنہ اللہ اللہ خیر سلا۔"
مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ مرفوعاً : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ؟ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ - (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ يَقُومُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلوتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ - (رواہ احمد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہاں ضرور بتائیے۔

آپؐ نے فرمایا کہ وہ شرکِ خفی ہے۔ وہ اس طرح کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو محض دکھلاوے کے لیے عمدہ طریق سے ادا کرے۔

اذا اجمع احدکم علی الغزو فعوضه الله رزقا فلا بأس بذلک۔	جب کوئی تم میں سے جہاد کا عزم ارادہ کرے اور پھر اللہ اُسے رزق بھی عنایت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
واما ان احدکم اعطی دراهم غزا وان لم یعط لم یغز فلا خیر فی ذلک۔	اور تم میں سے وہ شخص جسے روپیہ پیسہ مل جائے تو جنگ میں شریک ہو جاتا ہے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو شرکت نہیں کرتا۔ ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

قولہ : الشرک الخفی ،

اس شرک کو خفی اس لیے کہا گیا ہے کہ انسان لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ کے لیے ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بباطن وہ غیر اللہ کے لیے انجام

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ تفسیر آیۃ الکھف۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① سورۂ کہف کی آیت کی تشریح۔

دے رہا ہے کیونکہ وہ نماز اس لیے ٹھیک سے ادا کر رہا ہے کہ اُسے لوگ دیکھ رہے ہیں۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کنا نعد الریاء علی عہد رسول اللہ ﷺ الشرک الاصغر۔ رسول اللہ ﷺ کے مقدس ترین دور میں ہم ریا کو شرک اصغر سمجھا کرتے تھے۔

(رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الاخلاص وابن جریر فی التھذیب والطبرانی والحاکم وصححہ)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شرک اصغر میں مندرجہ ذیل افعال، اعمال اور اقوال سرفہرست ہیں:

- معمولی قسم کی ریا۔
- کسی کام کو دکھلاوے کی غرض سے اچھا کرنا۔
- غیر اللہ کی قسم اُٹھانا۔
- ایک دوسرے کو یہ کہنا کہ وُہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور تم چاہو گے۔
- یہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی طرف سے ہے۔
- میں اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھ ہُوں۔
- میرے لیے اللہ تعالیٰ اور آپ کافی ہیں۔
- اللہ تعالیٰ اور آپ پر ہی میرا اعتماد ہے۔
- اگر اللہ تعالیٰ اور آپ نہ ہوتے تو یہ کام نہ ہوتا۔

مندرجہ بالا امور بعض اوقات شرکِ اکبر کا مقام بھی حاصل کر لیتے ہیں اس میں کہنے والے کے عقیدہ کو بہت بڑا دخل ہے۔"

اس امر میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ صحتِ عمل اور اس کی قبولیت میں اخلاص کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اخلاص کے ساتھ ساتھ عمل کا مطابق سنتِ نبوی ﷺ ہونا بھی عظیم ترین شرط ہے۔

Marfat.com

الثانية: أَلْأَمْرُ الْعَظِيمُ فِيْ رَدِّ الْعَمَلِ الصَّالِحِ إِذَا دَخَلَهُ شَيْءٌ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔

الثالثة: ذِكْرُ السَّبَبِ الْمُوْجِبِ لِذٰلِكَ وَهُوَ كَمَالُ الْغِنٰى۔

الرابعة: إِنَّ مِنَ الْأَسْبَابِ أَنَّهُ تَعَالٰى خَيْرُ الشُّرَكَآءِ۔

الخامسة: خَوْفُ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى أَصْحَابِهٖ مِنَ الرِّيَآءِ۔

السادسة: أَنَّهُ فَسَّرَ ذٰلِكَ بِأَنْ يُّصَلِّيَ الْمَرْءُ لِلّٰهِ لٰكِنْ يُّزَيِّنُهَا لِمَا يَرٰى مِنْ نَّظَرِ الرَّجُلِ إِلَيْهِ۔

---

② عملِ صالحہ میں جب غیر اللہ کی رضا کا دخل ہو جائے تو اس کے ضائع ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

③ غیر اللہ کی رضا والے عمل کے ضائع ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی مستغنی اور بے پرواہ ہے۔

④ اس کے ضائع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

⑤ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خطرہ محسوس فرمایا کہ کہیں ان کے قلوب میں ریاکاری کے جراثیم نہ پیدا ہو جائیں۔

Marfat.com

⑥ ریاء کی تفسیر آں حضرت ﷺ نے خود یہ ارشاد فرمائی کہ اِنسان نماز کو خالص اللہ کیلئے صحیح طور پر اور اطمینان سے اِس لیے ادا کرے کہ لوگ اِسے دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

باب

من الشرك إرادة الإنسان بعمله الدنيا

اس باب میں

اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان اگر دنیوی اغراض کے پیش نظر کوئی عمل کرے تو یہ بھی شرک کی تعریف میں آتا ہے۔

Marfat.com

قولہ تعالیٰ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَ هُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ○
أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (هود: ۱۵،۱۶)

جو لوگ بس اسی دُنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائیوں کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اِس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔
مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے
(وہاں معلوم ہو جائیگا کہ) جو کچھ اُنھوں نے دُنیا میں بنایا وہ سب ملیامیٹ ہوگیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔

قولہ: باب من الشرك ارادة الانسان:
یہ اور آئندہ آنے والے ابواب قائم کرنے کا مقصد مصنفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ دُنیاوی اغراض کی خاطر عمل کرنا باطل ہے جیسے ریا وغیرہ۔
یا بعض لوگوں کا علمِ دین حاصل کرنا تاکہ کہیں نوکری وغیرہ مل جائے جیسے عربی مدارس کے طلبہ، ائمہ مساجد۔
یا وہ نوجوان مُجاہد جو دُنیاوی عزت و شہرت کی خاطر فوج وغیرہ میں بھرتی ہوتے ہیں۔
یا وہ افراد جو سفرِ جہاد میں اس لیے شرکت کرتے ہیں تاکہ امیرِ لشکر کا قرب حاصل ہو اور چند فوجی دستوں پر برتری اور ان پر کنٹرول حاصل ہو۔
قولہ، من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کے معنیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ:
"جو شخص دُنیاوی زندگی میں اپنے اعمال کا بدلہ اور اس کی زیب و زینت کی خواہش کرتا ہے، ہم اس کے اعمال کا بدلہ صحت و تندرستی، اہل و عیال اور مال و متاع میں مسرت و بہجت کی صورت میں عطا کرتے ہیں اور وہ اس میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔"
اس آیت کو درج ذیل آیت کریمہ نے منسوخ کر دیا: کہ
من کان یرید العاجلة جو کوئی دُنیا کا خواہشمند ہو اُسے

Marfat.com

عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید۔ | یہیں ہم دے دیتے ہیں جو کچھ بھی جسے دینا چاہیں۔

(رواہ البخاری فی تاریخہ)

ابن جریر رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث بیان کرتے ہیں:

"شفی بن ماتع اصبحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انھوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ کے اندر ایک شخص کے ارد گرد کثیر تعداد میں لوگ جمع ہیں۔ پوچھا کہ لوگوں نے کس شخص کو گھیر رکھا ہے؟ جواب دیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ درس حدیث دے رہے ہیں شفی بن ماتع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں بالکل قریب جا کر ان کے سامنے جا بیٹھا، جب درس ختم ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو میں نے عرض کی کہ میں آپ سے اللہ کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی اور یاد کی ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولے:

میں آپ کو وہی حدیث سناؤں گا جو میں نے اس گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی سنی تھی۔ اس وقت میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور شخص نہ تھا۔ یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد سنبھلے اور فرمانے لگے کہ آج میں تم کو وہی حدیث سناؤں گا جسے میں نے اس گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا اور اس وقت میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا۔ یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد ہوش میں آئے تو فرمانے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ:

ان اللہ تبارك و تعالی	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش
اذا کان یوم القیٰمة	عظیم سے اُتر کر اپنے بندوں کے
ینزل الی العباد لیقضی	پاس آئے گا تاکہ ان کا فیصلہ کر دیا
بینھم وكل امة	جائے اور ہر اُمت گھٹنوں کے بل
جاثیة فاول من یدعیٰ	گری ہو گی۔ سب سے پہلے ان
به رجل جمع القران	تین اشخاص کو بُلایا جائے گا۔ قاریٔ
ورجل قتل فی سبیل	قرآن کو۔ شہید فی سبیل اللہ کو اور
اللہ ورجل کثیر المال۔	مال دار کو۔
فیقول اللہ عزوجل	سب سے پہلے قاری قرآن سے
للقاری الم اعلمك	سوال ہو گا کہ میں نے جو قرآن اپنے
ما انزلت علی رسولی	رسولؐ پر اُتارا تھا۔ کیا تجھے اس کا
قال بلیٰ قال فما ذا	علم نہیں سکھایا؟ قاری کہے گا کہ
عملت فیما علمت؟ قال	ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ سوال

Marfat.com

كنت اقوم آناء الليل
وآناء النهار فيقول الله
عزوجل له كذبت و
تقول له الملائكة
كذبت و يقول الله
تبارك و تعالى بل
اردت ان يقال فلان
قارى و قد قيل لك۔
و يؤتى بصاحب المال
فيقول الله عز وجل
الم اوسع عليك
حتى لم ادعك تحتاج
الى احد؟ قال بلى
يا رب قال فما ذا
عملت فيما آتيتك؟
قال كنت اصل الرحم
واتصدق فيقول الله
له كذبت وتقول الملائكة
كذبت و يقول الله
تبارك و تعالى بل
اردت ان يقال فلان
جواد و قد قيل ذلك
و يؤتى بالذى قتل
فى سبيل الله فيقول
الله له فيما ذا
قتلت؟ فيقول اى
رب أمرت بالجهاد
فى سبيلك فقاتلت
حتى قتلت فيقول الله
له كذبت و تقول
الملائكة كذبت ويقول

کرے گا، علم کے مطابق عمل کیا؟
قاری جواب دے گا اے ربِ کریم
مَیں تمام دن اور رات تلاوت کرتا
رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا، تُو جھوٹ
بولتا ہے، فرشتے بھی یہی کہیں گے
تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا
کہ تُو اس لیے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ
تجھے قاری کہیں، وہ دُنیا میں کہا جا چُکا۔
مال دار شخص کو پیش کیا جائیگا
اور سوال ہو گا کیا تم کو اتنی وُسعت
مال نہ دی گئی کہ تُو کسی کا محتاج نہ
رہا؟ وہ جواب دے گا، اے اللہ!
تُو بالکل ٹھیک اور صحیح کہتا ہے!
اللہ تعالیٰ پوچھے گا، جو کچھ تم کو ملا
اُس کے مطابق عمل کیسا کیا؟ بندہ
جواب دے گا کہ اے ربِ کریم!
مَیں صلہ رحمی کرتا اور صدقہ دیتا رہا،
اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تم جھوٹ کہتے
ہو، فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ
بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا، تمہارا
ارادہ یہ تھا کہ تمہیں سخی کہا جائے چنانچہ
یہ دُنیا میں کہا جا چکا۔
اب اُس شخص کو پیش کیا جائیگا
جو اللہ کی راہ میں شہید ہُوا۔ اللہ کریم
پوچھے گا، تم کیوں قتل ہُوئے؟ بندہ
جواب دے گا، اے ربِ کریم! تُو
نے جہاد کا حکم دیا اور مَیں تیرے راستے
میں دین کے دشمنوں سے لڑ کر شہید
ہو گیا، اللہ تعالیٰ کہے گا، تو جھوٹ
بولتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تُو
جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ فرمائے گا،

Marfat.com

في الصحيح عن ابي هريرة رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيصَةِ تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيلَةِ ۔

إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَ إِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَ انْتَكَسَ وَ إِذَا شِيْكَ فَلَا أُنْتُقِشَ ۔ طُوْبٰی لِعَبْدٍ أَخَذَ بِعَنَانِ فَرَسِهٖ فِي سَبِيْلِ اللهِ

أَشْعَثَ رَأْسُهٗ ، مُغْبَرَّةً قَدَمَاهُ،

إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَ إِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ ۔ إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ ۔ وَ إِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ ۔

صحیح (بخاری) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روپے پیسے اور کپڑے لتے کا بندہ ہے وہ بدبخت ہے۔

اگر اُسے دے دیا جائے تو خوش، اگر نہ دیا جائے تو ناخوش - یہ بدبخت ہو اور ٹھوکر کھائے، اگر اُسے کانٹا لگے تو نہ نکالا جائے۔ خوشخبری ہو اس بندے کو کہ اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہُوئے ہے۔

پراگندہ سر، خاک آلود قدم - اگر پہرے پر ہے تو پہرے پر، اور اگر فوج کے پچھلے حصے میں ہے تو اسی میں اپنی ذمہ داری سبھا رہا ہے۔

اگر رخصت مانگے تو رخصت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔

الله بل اردت ان يقال فلان جري فقد قيل ذلك. — تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اور وہ کہا جا چکا۔

Marfat.com

ثم ضرب رسول الله ﷺ علی رکبتی فقال یا ابا ھریرۃ؟ اولئك الثلاثۃ اول خلق الله تسعر بھم النار یوم القیٰمۃ۔

یہ واقعہ بیان فرما کر آنحضرت ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابُوہریرہ (رضی اللہ عنہ) یہی وہ تین قسم کے افراد ہیں جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کی آگ جلائے گی۔

قولہ: تعس عبد الدینار:

ہلاک ہو جانے، شقی اور بدبخت ہو جانے اور منہ کے بل گر جانے کو تعس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کے لیے بددُعا کرنا۔

قولہ: عبد الدینار:

دینار، یہ سونے کا سکہ ہے جو وزن میں ایک مثقال کے برابر ہے۔

قولہ: عبد الدرھم:

ایک جَو کے برابر چاندی کو درہم کہا جاتا ہے۔

زیر بحث حدیث میں درہم و دینار کے متلاشی کو درہم و دینار کا بندہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے عمل و کردار سے پتہ چلتا ہے کہ اُس کی منزلِ مقصود ہی درہم و دینار ہوتی ہے۔ پس جس شخص کا اصل مقصد ہی غیر اللہ ہو تو اُس نے اپنی عبادت میں اسے اللہ کا شریک بنا لیا جیسا کہ آج کل لوگوں کی اکثریت اس میں گرفتار ہے۔

قولہ، تعس عبد الخمیصۃ:

ابوالسعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ریشم کے کپڑے یا صوف کے اس کپڑے کو جس پر پھول وغیرہ کاڑھے گئے ہوں، خمیصہ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف دھاری دار سیاہ کپڑے کو ہی خمیصہ کہتے ہیں، اس کی جمع خمائص آتی ہے۔"

قولہ: تعس عبد الخمیلۃ:

ابوالسعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذات الخمل ہر اُس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے کسی بھی قسم کا دھاری دار کپڑا پہنا ہُوا ہو۔

قولہ: انتکس:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص باربار بیماری میں مبتلا ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انتکس

ابوالسعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے سر کے بل پھر جائے اُسے انتکس کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی بددُعا ہے۔"

الطیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

"جب کسی کو حد سے زیادہ بد دُعا دی جائے تو اُسے انتکس سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ جب وہ بالکل مایوس ہو جائے گا تو سر کے بل پھر جائے گا"۔

قولہ : واذا شیك فلا انتقش :

جب کسی کو کانٹا چُبھ جائے اور وہ اس کو موچنے وغیرہ سے نکالنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اُس وقت یہ جُملہ بولا جاتا ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کی حالت ہی یہ ہو وہ بد دُعا کا مستحق ہے جو اپنے انجام بد کو بچشم خود دیکھ کر روتا رہے۔

اور جو شخص اس مذکورہ حالت میں گرفتار ہو وہ حدیث میں مذکورہ بد دُعا کے اثرات کو اپنی آنکھوں سے اسی دُنیا میں دیکھ لے گا اور آخرت میں تو بچنا ممکن ہی نہیں"۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"آنحضرت ﷺ نے مذکورہ شخص کو درہم و دینار، قطیفہ اور خمیصہ کا بندہ اور غلام قرار دیا اور یہ بد دُعا بلفظ خبر ارشاد فرمائی یعنی جملہ" تعس وانتکس واذا شیک فلا انتقش" یہ اُس شخص کا حال ہے جو مصائب و مشکلات میں گھر جائے۔ نہ تو وہ مصیبت سے نجات پا سکتا ہے اور نہ اُسے کسی قسم کی اخلاقی کامیابی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کی صفت تعس و انتکس بیان فرمائی ہے۔ پس ایسا شخص نہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ اس مصیبت سے گلو خلاصی حاصل کر سکتا ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے کہ دنیوی مال و متاع کو اپنا مقصود حقیقی سمجھ لیتا ہے ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ" ان اعطی رضی وان منع سخط" یعنی اگر اس کی مُراد بر آئی تو خنداں و فرحاں ورنہ ناراض اور نالاں۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومنهم من يلمزك	اے نبی ﷺ ان میں سے بعض
في الصدقت . فان	لوگ صدقات کی تقسیم میں تم پر اعتراض
اعطوا منها رضوا	کرتے ہیں۔ اگر اس مال میں سے
وان لم يعطوا	انھیں کچھ دے دیا جائے تو خوش
منها اذا هم	ہو جائیں اور نہ دیا جائے تو بگڑنے
يسخطون . (التوبہ:۵۸)	لگتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی خوشی اور ناراضی غیر اللہ کے لیے ہی ہوتی ہے۔ یہی حال اُس شخص کا ہے جو خواہش کی خاطر مثلاً امارت کے لیے یا کسی پسندیدہ منصب یا اس جیسی اور خواہش کے پیچھے اگر کامیابی کی منزل طے کر لی تو خوش ورنہ ناراض۔

ایسا شخص اپنی خواہشات کا بندہ اور غلام ہوتا ہے اپنے آقا و سردار کے سامنے ذلت، نرم مزاجی، اہل رقت اور عبودیت دل کا فعل ہے اور جس نے اپنے انسان رقت اختیار کر لے گا۔ اگر اس کی عبودیت کا دم بھرے گا تو گویا اُس شخص نے اس کی عبادت کی اور اُسے خدا بنا لیا"۔

Marfat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں :

" دنیوی مال و متاع کا طلبگار بھی درہم و دینار کی عبادت اور اس کے لیے رقت اختیار کرتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں :

بعض ایسے امور ہیں جن کا انسان محتاج ہے جیسے کھانا پینا، بیاہ شادی اور رہائش کے لیے مکان وغیرہ۔ ایسے امور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے چاہئیں اور اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، اگر اس کو یہ مال وغیرہ مل جاتا ہے تو وہ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرتا ہے، ایسے شخص کے سامنے یہ مال و متاع اس سواری کی مانند ہے جس پر وہ سوار رہتا ہے یا ایسے بستر کی طرح ہے جس پر آرام کرتا ہے۔

بعض ایسے امور بھی ہیں جو انسان کی ضروریات سے تعلق نہیں رکھتے پس ایسے امور میں انسان کو اپنا دل نہ لگانا چاہیئے۔ اگر بدقسمتی سے ایسے امور سے دل لگا بیٹھا تو اُن کا غلام اور بندہ بن کر رہ جائے گا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان امور پر اعتماد اور بھروسہ کر لیتا ہے۔ اس صورت میں ایسے شخص کے ہاں حقیقت عبودیت اور حقیقت توکل کا شائبہ تک نہیں رہتا بلکہ عبادت بھی غیر اللہ کی کرتا ہے، توکل بھی غیر اللہ پر ہوتا ہے۔ ایسا شخص حقیقتاً آپ کے اُن ارشادات کے تحت شمار ہو گا جن کے متعلق آپ فرماتے ہیں :

تعس عبد الدينار . تعس عبد الدرهم تعس عبد الخميصة تعس عبد الخميلة	عبد الدرہم، عبد الدینار، عبد الخمیصہ اور عبد الخمیلہ سب گھاٹا اور نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

ایسا شخص ان امور کا غلام اور بندہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ اشیاء اللہ تعالیٰ سے بھی طلب کرے کیونکہ اگر اس کو یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو راضی اور خوش و خرم ورنہ ناراض۔

اللہ تعالیٰ کے بندے کی صفت تو یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اللہ کی رضا پر راضی اور اللہ کی ناراضی پر اس کی ناراضی موقوف ہو جن امور کو اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ پسند کریں یہ بھی اُن کو ہی پسند کرے اور جو امور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہوں اُن کو یہ بھی ناپسند کرے۔ اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے، ایسے ہی شخص کا ایمان مکمل ہوتا ہے۔"

قوله : طوبیٰ لعبد :

ابو السعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

" طوبیٰ جنت کے مقامات میں سے ایک جگہ کا نام ہے اور بعض علماء کا خیال ہے کہ جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کا نام ہے۔"

طوبیٰ کو ایک درخت سمجھنے کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابن وہب نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

قال رجل : يا رسول الله ﷺ وما طوبى ؟	ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ طوبیٰ کیا چیز ہے؟ آپ

Marfat.com

قال شجرة في الجنة مسيرة مائة سنة ثياب اهل الجنة تخرج من اكمامها۔

نے فرمایا کہ یہ جنت میں ایک درخت کا نام ہے، جس کے نیچے سو سال تک چلنے کی مسافت ہے، اس کے خوشوں سے اہل جنت کے کپڑے برآمد ہوں گے۔

مسند امام احمد کی روایت[1] کے الفاظ یہ ہیں:

ان رجلا قال: یا رسول اللہ ﷺ طوبیٰ لمن رآک وآمن بک قال: طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی وطوبیٰ ثم طوبیٰ لمن آمن بی ولم یرنی قال لہ رجل: وما طوبیٰ؟ قال شجرة في الجنة مسيرة مائة عام ثياب اهل الجنة تخرج من اكمامها۔

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مبارک ہے وہ جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لے آیا. آپ نے یہ سُن کر فرمایا جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لے آیا، اُس کے لیے طوبیٰ ہے اور وہ شخص جس نے مجھے دیکھا نہیں لیکن صرف سُن کر ایمان لے آیا اُس کے لیے تین بار طوبیٰ کی خوشخبری ہے. اُس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ طوبیٰ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا طوبیٰ جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کا سایہ سو سال تک چلنے کی مسافت ہے. اس کے خوشوں سے اہل جنت کی پوشاکیں برآمد ہوں گی۔

صحیح بخاری، مسلم اور دوسری کتب حدیث میں بھی احادیث مروی ہیں. اس سلسلے میں علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا ایک عجیب وغریب اثر نقل فرمایا ہے. جسے ہم قارئین کرام کے استفادہ کے لیے یہاں پورا نقل کرتے ہیں. وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ان في الجنة شجرة يقال لها طوبیٰ يسير الراكب في ظلها مائة عام لا يقطعها۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے. اس کے سایہ میں گھڑسوار سو سال تک بھی چلتا رہے تو اُس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔

---

[1] اس روایت میں ابن لہیعہ اور ابن الہیثم دو راوی ایسے ہیں جن کو امام احمد اور ابو داؤد نے ضعیف قرار دیا۔

Marfat.com

زهرها رياط .	اُس کے پھول ریشمی کپڑے ہونگے
و ورقها برود .	اُس کے پتّے چادریں ہوں گی۔
و قضبانها عنبر .	اُس کی ٹہنیاں عنبر کی ہوں گی۔
و بطحائها ياقوت .	اُس کے کنکر یاقوت ہیں۔
و ترابها كافور .	اُس کی مٹی کافور کی ہے۔
و وحلها مسك .	اُس کا کیچڑ کستوری ہے۔
تخرج من اصلها انهار	اُس درخت کی جڑوں سے شراب،
الخمر واللبن والعسل.	دُودھ اور شہد کی نہریں نکلتی ہیں۔
وهي مجلس لاهل	اہل جنت کے باہم مل بیٹھنے کی
الجنة .	یہ جگہ ہے۔
فبينما هم في مجلسهم	ایک دفعہ وہ اپنی مجلس میں بیٹھے
اذ اتتهم الملائكة	ہوں گے کہ اُن کے رب کی طرف
من ربهم ، يقودون	سے فرشتے آجائیں گے۔ وہ بڑی
نجبا مزمومة بسلاسل	تیز رفتار اونٹنیاں لائیں گے جن کی
من ذهب وجوهها	مہاریں سونے کی زنجیریں ہوں گی
كالمصابيح من	اُن کے چہرے خوبصورتی کے لحاظ
حسنها و وبرها .	سے چراغ کی طرح روشن ہوں گے
كخز المرعزى من	اُن کی اُون نرمی میں مرعزی ریشم
لينه عليها رحال	کی طرح ہو گی، اُن پر کجاوے ہونگے
الواحها من ياقوت	جن کی پھٹیاں یاقوت کی ہوں گی،
و دفوفها من ذهب.	پالکیاں سونے کی ہوں گی۔
و ثيابها من	اُن کے اُوپر سندس، استبرق ریشم
سندس و استبرق	کے کپڑے ہوں گے، فرشتے اُن کو
فينيخونها	بٹھاتے ہوئے اہل جنت سے عرض
و يقولون :	کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپکے
ان ربنا ارسلنا	پاس اس لیے بھیجا ہے کہ آپ اللہ
اليكم لتزوروه وتسلموا	تعالیٰ کی زیارت اور اُسے سلام عرض
عليه .	کرلیں۔
قال : فيركبونها	اہل جنت ان سواریوں پر سوار ہو
قال : فهي اسرع	جائیں گے۔ یہ سواریاں پرندوں سے
من الطائر واوطأ	بھی زیادہ تیز رفتار چلیں گی۔ بستر
من الفراش .	سے بھی زیادہ نرم و نازک ہوں گے۔

Marfat.com

فيه

مسائل

الاولى: إرادة الإنسان الدنيا بعمل الأخرة

الثانية: تفسير أية هود۔

الثالثة: تسمية الإنسان المسلم عبد الدينار و الدرهم و الخميصة۔

الرابعة: تفسير ذلك بأنه إن أعطي رضي و إن لم يعط سخط۔

الخامسة: قوله: تعس و انتكس

السادسة: قوله: و إذا شيك فلا انتقش

السابعة: الثناء على المجاهد الموصوف بتلك الصفات۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① وہ عمل جو آخرت کے لیے تھا اُس سے دنیا طلب کرنا۔

② سُورۂ ہُود کی آیت کی تفسیر

③ بعض اوقات مسلمان کا نام بھی درہم و دینار کا بندہ رکھا جاتا ہے۔

④ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر اس کی آرزو پوری ہو گئی تو راضی ورنہ ناراض۔

⑤ تعس وانتکس کی شرح

⑥ اِسی طرح واذا شیک فلا انتقش کے مفہوم کی وضاحت۔

Marfat.com

⑦ جو مجاہد مذکورہ صفات کا حامل ہو، اُس کی تعریف۔

خبّا من غير مهنة يسير الراكب الى جنب اخيه وهو يكلمه ويناجيه لا تصيب اذن راحلة منها اذن صاحبتها . وبرك راحلة برك صاحبتها . حتى ان الشجرة لتنتحى عن طريقهم لئلا تفرق بين الرجل واخيه . قال : فيأتون الى الرحمان الرحيم فيسفر لهم عن وجهه الكريم . حتى ينظروا اليه فاذا رأوه قالوا : اللّهم انت السلام ومنك السلام . وحق لك الجلال والاكرام . قال ، فيقول تبارك وتعالىٰ عند ذٰلك : انا السلام ومنى السلام وعليكم حقت رحمتي ومحبتي مرحبا بعبادى الذين

وہ بغیر کسی تکلیف کے دوڑیں گے۔ ہر ایک سوار اپنے ساتھی کے پہلو بہ پہلو باہم گفتگو کرتا ہُوا جا رہا ہوگا۔ کسی سواری کا کان دوسری سواری کے ساتھ نہ چھوئے گا۔ کسی کا پہلو کسی کے پہلو سے نہ لگے گا۔ چلتے چلتے اگر کہیں راستے میں کوئی درخت آ جائے تو خود وہ درخت راستے سے ہٹ جائے گا تاکہ ان دونوں بھائیوں میں دُوری پیدا نہ ہو جائے۔ چلتے چلتے رحمان و رحیم کی بارگاہِ قدس میں جا پہنچیں گے۔ اللہ تعالےٰ اپنا روشن چہرہ اُن کے سامنے کھول دے گا۔ تاکہ یہ لوگ اُس کے چہرے کو دیکھ لیں جب زیارت کر لیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ! تو ہی سلام ہے اور تجھ سے ہی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ جلال و اکرام کا صرف تو ہی حقدار ہے۔ اہلِ جنت کی یہ بات سُن کر اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ مَیں ہی سلام ہوں اور سلامتی مجھ سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے میری محبت اور رحمت تمہارے لیے واجب ہو چکی ہے، میں اپنے بندوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو

Marfat.com

خشونی بالغیب .	مجھے دیکھے بغیر مجھ سے ڈرتے رہے.
واطاعوا امری	اور میرے احکام پر عمل کرتے رہے
قال : فیقولون	اہل جنت عرض کریں گے کہ
ربنا انا لم نعبدک	اے اللہ! ہم تیری کما حقہ عبادت
حق عبادتك ولم نقدر	نہ کر سکے اور تیری قدر کا بھی حق ادا
لك حق قدرك .	نہ کر سکے.
فاذن لنا بالسجود	لہذا ہمیں اجازت دے کہ تیرے
قدامک .	سامنے تجھے سجدہ کریں.
قال ، فیقول الله : انها	اللہ فرمائے گا کہ یہ جگہ عبادت اور
لیست بدار نصب ولا عبادة	تکلیف کی نہیں ہے.
ولکنها دار ملک	یہ ایسا گھر ہے جہاں سے انعام و
و نعیم وانی قد	اکرام کی بارش ہوگی. میں نے
رفعت عنکم نصب	اب عبادت کرنے کا بوجھ ختم کر دیا
العبادة فسئلونی ما	ہے. اب جو چاہتے ہو سوال کرو
شئتم فان لکل	کیونکہ اس وقت جو مانگو گے وُہ
رجل منکم امنیته	ملے گا.
فیسألونه حتیٰ ان	چنانچہ کم از کم جس کا سوال ہوگا وہ
اقصرهم امنیة لیقول	یہ ہوگا کہ اے اللہ! دُنیا والے دُنیا
ربّ تنافس اهل	کے حصول میں ایک دوسرے کی
الدنیا فی دنیاهم	ریس کرتے رہے اور باہم خطرے
فتضایقوا فیها .	میں مُبتلا رہے.
ربّ ! فاتنی من	اے میرے رب! تو مجھے ہر وہ
کل شیء کانوا	چیز عطا کر جو دُنیا والوں کو تُو نے
فیه من یوم خلقتها	ابتدائے آفرینش سے لے کر دُنیا
الی انتهت الدنیا .	ختم ہونے تک دی تھی.
فیقول الله ، لقد قصرت	تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تیری
بك الیوم امنیتك	آرزوئیں بڑی مختصر ہیں.
ولقد سألت دون	تُو نے اپنے مرتبہ کے مطابق سوال
منزلتك .	نہیں کیا.
هٰذا لك منی وسأتحفك	یہ تو میں نے تجھے دیا اور میں تجھے
بمنزلتی لانه .	اپنے مرتبے کے مطابق تحفہ دوں گا.
لیس فی عطائی نکد	کیونکہ میری عطا میں بخیلی اور کوتاہی

Marfat.com

ولا قصر يبيد	نہیں ہے۔
قال : ثم يقول	پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے
اعرضوا على	بندوں کے سامنے وہ چیزیں پیش
عبادی ما لم تبلغ	کرو جہاں تک اُن کی آرزوئیں نہیں
امانيهم و لم يخطر	پہنچیں اور ان کے دل میں ان کا
لهم على بال .	خیال تک بھی نہیں آیا۔
قال :	پھر دوسرے ان کو یاد دلائیں گے
فيعرضون عليهم	یہاں تک کہ ان کی آرزوئیں ختم
حتى تقصر بهم .	ہو جائیں گی۔
امانيهم التی فی	یعنی وہ ساری چیزیں جو اُن کے
انفسهم .	دل میں ہوں گی۔
فيكون فيما يعرضون	پھر جو وہ ان پر پیش کریں گے،
عليهم براذين[1] مقرنة	ان میں گھوڑے بھی ہوں گے، ہر
على كل اربعة منها	چار جُتے ہوئے گھوڑوں پر ایک ہی
سرير من ياقوته واحدة	یاقوت کا تخت بچھا ہوا ہوگا۔
على كل سرير منها	اور ہر تخت پر خالص سونے کا ایک
قبة من ذهب .	قبّہ ہوگا۔
فی كل قبة منها فرش	ان میں سے ہر قبّے میں جنتی بستر
من فرش الجنة مظاهرة	بچھے ہوں گے۔
فی كل قبة	ان میں سے ہر قبّے میں دو نوجوان
منها جاريتان من	سفید رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں
الحور العين	والی حوریں ہوں گی۔
على كل جارية منهن	ان میں سے ہر لڑکی پر جنتی کپڑوں
ثوبان من ثياب الجنة	میں سے دو کپڑے ہوں گے۔
وليس فی الجنة لون	اور جنت کا کوئی رنگ ایسا نہ ہوگا
الا و هو فيهما	جو ان دونوں کپڑوں میں نہ ہو۔
و لا ريح طيب	اور کسی عطر کی خوشبو ایسی نہ ہوگی
الا قد عبوت	جس کی مہک ان کپڑوں سے نہ
بهما .	آتی ہو۔
ينفذ ضوء وجوههما	اُن کے چہروں کی چمک قبّے کی

[1] براذین جمع ہے برذون کی، یعنی گھوڑے۔

Marfat.com

غلظ القبة .	دبیز تہوں سے پار ہو جائے گی۔
حتی یظن من	یہاں تک کہ جو اُن کو دیکھے گا وہ
یراھما من دون القبة	سمجھے گا کہ یہ قبّے سے باہر ہیں۔
یری مخھما من	اُن کی ہڈی کا گودا پنڈلی کے اوپر
فوق سوقھما کالسلک	سے ایسا نظر آئے گا جیسے سُرخ
الابیض فی یاقوتة	یاقوت میں سفید دھاگا پرو رکھا
حمراء	ہو۔
یریان له من	وہ عورتیں اپنے شوہر کو دیکھ کر
الفضل علی صحابته	محسوس کریں گی کہ اس کو اپنی
کفضل الشمس علی	سہیلیوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے
الحجارة او افضل	سُورج کو پتھر کے ٹکڑے پر یا اس
ویری لھما مثل	سے بھی بہتر اور وہ بھی ان دونوں
ذلک ثم یدخل	کو ایسا ہی دیکھے گا پھر جنتی شخص
علیھما .	اُن کے پاس جائے گا۔
فیحییانه	تو وہ اُسے سلام کہیں گی۔
و یقبلانه	اور اس کا بوسہ لیں گی۔
و یعانقانه	اور اُس سے بغل گیر ہوں گی۔
ویقولان لهٗ	اور اُس سے کہیں گی۔
واللّٰه ما ظننا	خدا کی قسم ہمارے تو وہم و گمان
ان اللہ یخلق	میں بھی نہ تھا کہ اللہ نے تجھ جیسے
مثلک	آدمی پیدا کیے ہوں گے۔
ثم یأمر اللہ تعالی	اس کے بعد اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم
الملائکة .	دے گا۔
فیسیرون بھم صفا	اور وہ فرشتے ان اہل جنت کو
فی الجنة حتی	جنت میں صف بنا کر لے چلیں گے
ینتھی کل رجل	اور چلتے چلتے اُس مقام تک جا
الی منزلته التی	پہنچیں گے جو اُن کے لیے ربِ کریم
اعدت لهٗ .	نے تیار کیا ہے۔

قوله ، اخذ بعنان فرسه فی سبیل اللہ ،
یعنی مشرکین اور کفار سے جہاد میں مصروف رہتا ہے۔

قوله ، اشعث ، پراگندہ سر۔

Marfat.com

لفظ اشعث چونکہ غیر منصرف ہے لہٰذا حالتِ جر میں مفتوح ہوتا ہے، اس کے غیر منصرف ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک وصفیت، دوسری وزنِ فعل اور لفظ رأسہ فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے۔

یعنی جہاد کی مصروفیات کی وجہ سے وہ نہ تو سر میں تیل لگا سکتا ہے اور نہ بالوں کو سنوار سکتا ہے۔ اسی طرح دوسری نعمتوں سے بھی وہ کماحقہٗ فائدہ حاصل نہیں کر پاتا، اس لیے اس کی شکل وصورت گرد وغبار میں اٹی رہتی ہے۔

قولہ : مغبرۃ قدماہ :

لفظ مغبرۃ مجرور ہے کیونکہ یہ عبد کی صفتِ ثانیہ ہے۔

قولہ : ان کان فی الحراسۃ کان فی الحراسۃ :

مطلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا بلکہ ہمہ وقت چوکس اور مستعد رہتا ہے۔

قولہ : وان کان فی الساقۃ کان فی الساقۃ :

الساقۃ لشکر کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مسکین طبع شخص کہ اگر اس کو لشکر کے بالکل پیچھے مجاہدین کے سامان وغیرہ کی حفاظت پر بھی متعین کر دیا جائے تو وہ اس کو عار محسوس نہیں کرتا یعنی جس مقام پر بھی اس کو مقرر کیا جائے اُسے بخوبی اور بطریقِ احسن نبھاتا ہے۔ رات اور دن، آندھی اور بارش کی بھی پروا نہیں کرتا، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجرِ جزیل اور ثوابِ کثیر کی توقع اور تمنا ہے اور محض اس کی رضا کا حصول اس کے پیشِ نظر ہے۔

علامہ الخلخالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"اُسے جو حکم ملتا ہے اُس پر پوری تندہی سے عمل کرتا ہے جس جگہ اُس کو کھڑا کر دیا جائے۔ اسی مقام پر جم جاتا ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ حدیث میں الحراسۃ اور الساقۃ دو مقامات کو خصوصی طور پر اس لیے ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان دونوں مقامات میں مشقت اور محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔"

قولہ : ان استأذن لم یؤذن لہٗ :

یعنی اگر اُمرائے جنگ سے رخصت طلب کرے تو اُسے رخصت نہیں ملتی، کیونکہ اُمرائے جنگ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں صرف اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طالب ہوتا ہے، اُمرائے حرب کی خوشنودی اور ان کی خوشامد اس مجاہد کا مقصد ہی نہیں ہوتا۔

قولہ : وان شفع لم یشفع :

اگر کسی وقت ایسے امور کے بارے میں جن میں اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی رضا مضمر ہو، یہ مجاہد امراء وحکام کے ہاں سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش کو غیر اہم سمجھ کر

Marfat.com

مسترد کر دیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی سند میں حضرت مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ کہنے لگے آج میں آپ حضرات کو وہ حدیث سنانا چاہتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا:

حرس لیلۃ فی	اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی لشکر
سبیل اللہ افضل	کی صرف ایک رات چوکیداری کرنا
من الف لیلۃ	ایسی ہزار رات سے افضل ہے
یقام لیلھا و یصام	جس میں انسان رات کو قیام کرے
نہارھا (مسند امام احمد)	اور دن کو روزہ رکھے۔

علامہ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن المبارک کے حالات میں فرماتے ہیں کہ:

"نصیبین کے قاضی حضرت عبداللہ بن محمد نے کہا کہ محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ بن المبارک نے طرسوس کے مقام سے حضرت فضیل بن عیاض کی طرف ایک خط لکھوایا کہ جب تم مکہ مکرمہ پہنچو تو میرا یہ خط فضیل بن عیاض کو دے دینا۔ یہ واقعہ ۱۷۰ھ کا ہے۔ اس خط میں مندرجہ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں، حضرت عبداللہ بن المبارک لکھتے ہیں:

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا لعلمت انک فی العبادۃ تلعب

اے حرمین میں عبادت کرنیوالے اگر تو ہمیں دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ تو عبادت میں کھیلتا ہے

من کان یخضب خدہ بدموعہ فنحورنا بدمائنا تتخضب

جو آدمی اپنے رخساروں کو اپنے آنسوؤں سے بھگوتا ہے وہ یہ سمجھ لے کہ ہمارے سینے خون سے رنگین ہوتے ہیں

او کان یتعب خیلہ فی باطل فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب

یا اگر کوئی اپنے گھوڑے کو باطل میں تھکاتا ہے تو ہمارے گھوڑے جنگ کے زور سے تھکتے ہیں

ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا رھج السنابک والغبار الاطیب

عنبر کی خوشبو تمہارے لیے اور ہماری خوشبو خون آلود سُم اور پاکیزہ غبار ہے۔

ولقد اتانا من مقال نبینا قول صحیح صادق لا یکذب

ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پہنچ چکی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے، جھوٹی نہیں ہے

لا یستوی غبار خیل اللہ فی انف امریٔ ودخان نار تلھب

کہ اللہ کے لشکر کا غبار اور آگ کا دھواں ایک ہی آدمی کی ناک میں جمع نہیں ہوں گے

ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا لیس الشھید بمیت لا یکذب

اور یہ اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں بول کر بتاتی ہے اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں کہ شہید مُردہ نہیں ہے

محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ کہتے ہیں کہ جب میں حرم شریف میں پہنچا تو یہ خط میں نے

Marfat.com

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ کی خدمت میں پیش کیا. آپ اس خط کو پڑھ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے ،خط پڑھنے کے بعد فرمانے لگے .عبد اللہ بن المبارک نے ٹھیک لکھا ہے اور مجھے وصیت فرمائی ہے. مجھ سے پوچھنے لگے کیا آپ ہی ان کے کاتب ہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہاں میں ہی کتابت کے فرائض انجام دیتا ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ نے مجھے فرمایا کہ اس خط کے جواب میں یہ حدیث لکھو چنانچہ آپ نے درج ذیل حدیث مجھے لکھوائی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ؛

ان رجلا قال : یا رسول اللہ ﷺ علمنی عملا انال بہ ثواب المجاھدین فی سبیل اللہ .	ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں مجاہدین کے سے اجر کا حامل بن جاؤں ۔
فقال : ھل تستطیع ان تصلّی فلا تفتر و تصوم فلا تفطر ؟	آپ نے اس سے پوچھا کیا تم اس طرح نماز پڑھ سکتے ہو کہ کبھی اسمیں کمی نہ کرو اور اس طرح روزے رکھ سکتے ہو کہ انھیں کبھی ترک نہ کرو ؟
فقال یا رسول اللہ ﷺ انا اضعف من ان استطیع بذلک .	اُس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس بوجھ کو اُٹھانے سے اپنے آپ کو کمزور پاتا ہوں ،
ثم قال النبی ﷺ فو الذی نفسی بیدہٖ لو طوقت ذلک ما بلغت فضل المجاھدین فی سبیل اللہ .	پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اُس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ، اگر تو اس کی طاقت بھی رکھے اور یہ دونوں فریضے انجام بھی دیتا رہے تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ،
اما علمت ان فرس المجاھد لیستن فی طولہ فیکتب لہ بذلک حسنات ؟	تمھیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ مجاہدین کے گھوڑے جب اپنی رسّی میں دوڑتے ہیں تو ان کے نامۂ اعمال میں اس کا اجر بھی لکھا جاتا ہے ؟

Marfat.com

باب

من أطاع العلماء والأمراء في تحريم ما أحلّ الله أو تحليل ما حرّم الله فقد اتّخذهم أربابًا من دون الله

اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف سے حلال و حرام کی پرواہ کیے بغیر علما اور اُمرا کی اطاعت کرتا ہے وہ مُشرک ہے کیونکہ اُس نے اللہ کے سِوا اُن لوگوں کو رب قرار دے لیا ہے

Marfat.com

و قال ابن عباس رضی اللہ عنہ : "يُوشِكُ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ۔ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ تَقُولُونَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں۔

مَیں کہتا ہوں یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے یوں کہا ہے۔

قولہ : باب من اطاع العلماء والامراء :

عنوانِ باب سے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ :

وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و كبراءنا فاضلونا السبيلا .	اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔

قولہ : یوشك ان تنزل علیکم حجارۃ من السماء :

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کا ارشاد واضح ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ کسی شخص کے قول کی بنا پر ارشادِ نبویؐ ترک نہ کرے۔"

امام مالک رحمہ اللہ نے (مدینہ منورہ مسجد نبوی میں درس دیتے ہوئے) فرمایا تھا کہ :

"ہم میں سے ہر شخص کسی کی بات کو رد کر سکتا ہے اور اس کی بات کو بھی ٹھکرایا جا سکتا ہے مگر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس صاحب قبر کی حدیث کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔"

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"ہم میں سے ہر شخص کی بات کو قبول اور رد کیا جا سکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک انسان کی بات قبول کی جا سکتی ہے اور

Marfat.com

وقال الامام احمد رحمه الله : عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الإِسْنَادَ وَ صِحَّتَهُ وَ يَذْهَبُونَ إِلَىٰ رَأْيِ سُفْيَانَ وَ اللهُ تَعَالَىٰ يَقُولُ

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور : ٦٣)

أَتَدْرِي مَا الفِتْنَةُ ؟ أَلْفِتْنَةُ الشِّرْكُ -

لَعَلَّهُ إِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِهِ أَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِّنَ الزَّيْغِ فَيُهْلِكُ -

---

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اُن لوگوں پر سخت تعجب ہے جو صحتِ حدیث کے بعد بھی حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :
رسُولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا اُن پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

تمھیں معلوم ہے کہ فِتنہ کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا، فِتنہ سے مُراد شرک ہے۔

جب انسان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اُس کے دل میں کجی پیدا ہو جانے کا امکان اُبھر آتا ہے جس سے اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

ترک بھی کی جاسکتی ہے :
قوله ، و قال الامام احمد ، عجبت لقوم عرفوا ،
امام احمد رحمہ اللہ کا یہ کلام فضل بن زیاد اور ابوطالب نقل کرتے ہیں فضل بن زیاد نے امام احمد سے مزید مندرجہ ذیل کلام نقل کیا ہے جس میں امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

Marfat.com

"اطاعتِ رسولِ اکرم ﷺ کو قرآن کریم میں تینتیس مقامات پر بیان کیا گیا ہے
پھر امام صاحب نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی :

فلیحذر الذین یخالفون	رسُول کے حکم کی خلاف ورزی
عن امرہٖ ان تصیبھم	کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ وہ
فتنۃ او یصیبھم عذاب	کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا
الیم۔	اُن پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

قولہ ، ویذھبون الیٰ رأی سفیان :

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے دور کے بہت بڑے امام، زاہد، عابد، فقیہ اور ثقہ تھے، ان کے معتقدین کثیر تعداد میں تھے جو ان سے اخذِ علم کرتے تھے، علماء کے ہاں اُن کا ایک خاص مسلک مشہور ہے۔

آج کل مسلمانوں کی اکثریت اسی مرض میں مبتلا ہے، خصوصاً اہلِ علم وہ اس کی عین زد میں ہیں، انھوں نے ایسا جال بچھا رکھا ہے جس سے گزر کر عام آدمی کتاب وسُنّت اور اتباعِ رسول ﷺ کی منزل تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ ایسے لوگوں کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ :

لا یستدل بالکتاب والسنۃ	کتاب وسُنّت سے استدلال
الا المجتھد والاجتھاد قد	مجتہد ہی کر سکتا ہے اور اجتہاد کا
انقطع۔	دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔

ان لوگوں نے اس مسئلہ میں غلطی کھائی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوگا، حدیث یہ ہے :

لا تزال طائفۃ من امتی	میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ
علی الحق منصورۃ لا	حق پر قائم رہے گا ان کی مخالفت
یضرھم من خذلھم ولا	کرنے اور انھیں رُسوا کرنے والا
من خالفھم حتی یاتی امر	انھیں کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا،
اللہ وھم علی ذٰلک۔	حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آجائے۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اجماعِ امت بیان کیا ہے کہ مقلد کو اہلِ علم میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ائمہ اربعہ نے ردِّ تقلید میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اذا جاء الحدیث عن	رسول اللہ ﷺ کی جب
رسول اللہ ﷺ فعلی	حدیث مل جائے تو سر آنکھوں
الرأس والعین۔	پر۔

Marfat.com

عن عدی ابن حاتم ﷛ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ
يَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ - إِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ
وَ رُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ
وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَ مَآ
أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ إِلٰهَ
إِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبة : ٣١)
فَقُلْتُ لَهٗ إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ
قَالَ : أَلَيْسَ يُحَرِّمُوْنَ مَآ
أَحَلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُوْنَهٗ ، وَ يُحَلِّلُوْنَ
مَا حَرَّمَ اللهُ فَتُحِلُّوْنَهٗ ؟ فَقُلْتُ
بَلٰى - قَالَ : فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ -

(رواه احمد والترمذي وحسنه)

عدی بن ابی حاتم ﷛ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا کہ

اُنھوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ اُن کو ایک معبُود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ پاک ہے وہ اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

تو عدی ﷛ کہنے لگے کہ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے پوچھا اے عدی (﷛) ! اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال اور حلال کردہ اشیا کو حرام قرار دیتے وقت تم اُن کی بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے ؟ عدی ﷛ بولے یہ تو درست ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہی اُن کی عبادت ہے۔

Marfat.com

واذا جاء عن الصحابة	جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل
رضی اللہ عنہم فعلی الرأس	ہمارے سامنے ثابت ہو جائے
والعین۔	تو سر آنکھوں پر۔
واذا جاء عن التابعين	اگر تابعین کا قول ہو تو پھر وہ
فنحن رجال وهم رجال۔	اور ہم سب انسان (برابر) ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا:

اذا قلت قولا وكتاب	اگر میں ایک بات کہوں اور کتاب اللہ
الله يخالفه فاتركوا	اس کے خلاف ہو تو میرا قول اسکے
قولی لكتاب الله۔	مقابلے میں مسترد کر دو۔
قيل: اذا كان قول	امام صاحب سے عرض کیا گیا کہ
رسول الله ﷺ	اگر آپ کا قول رسول اللہ ﷺ
يخالفه۔	کے فرمان کے خلاف ہو تو؟
قال:	تو امام صاحب نے کہا کہ پھر بھی
اتركوا قولی لخبر	میرے قول کو رسول اللہ ﷺ
الرسول ﷺ	کی حدیث کے مقابلے میں ترک کر دو۔
قيل اذا كان قول	سوال کیا گیا کہ اگر آپ کا قول صحابہ کرام
الصحابة يخالفه؟	رضی اللہ عنہم کے خلاف ہو تو؟
قال:	امام صاحب نے فرمایا کہ صحابہ کے
اتركوا قولی لقول	قول کے ہوتے ہوئے میرے قول
الصحابة۔	کو چھوڑ دو۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے اقوال سابقہ صفحات میں ذکر کیے جا چکے ہیں کہ جو شخص صرف اپنے مذہب اور امام کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے مخالف کے اقوال اور استدلال کو بھی سامنے رکھے تاکہ دلیل کی اتباع کر سکے۔

وباللہ التوفیق

حضرت عدی رضی اللہ عنہ صاحب جود و سخا حاتم بن عبداللہ بن سعد کے فرزند ارجمند تھے حضرت عدی رضی اللہ عنہ ماہ شعبان ۹ھ ہجری میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام کی دولت حاصل کی اور ایک سو بیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔

زیر نظر حدیث سے ثابت ہوا کہ حلال و حرام کی پروا کیے بغیر علماء کی پیروی کرنا غیر اللہ کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ اس کا دوسرا نام شرک اکبر ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

ہمارے جد امجد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فیہ مسائل کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولی: تَفْسِيْرُ آيَةِ النُّوْرِ -

الثانیۃ: تَفْسِيْرُ آيَةِ بَرَآءَةَ -

الثالثۃ: اَلتَّنْبِيْهُ عَلٰى مَعْنَى الْعِبَادَةِ الَّتِىْ اَنْكَرَهَا عَدِيٌّ -

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① سورۂ نور کی آیت کی تفسیر۔

② سورۂ برأت کی آیت کی توضیح۔

③ عبادت کے جس مفہوم کا انکار حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اُس پر غور وفکر۔

حالات اس قدر متغیر ہوچکے ہیں کہ نتیجہ ہر شخص کے سامنے ہے اور سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ اکثر لوگ پیروں کی اس عبادت کو تمام اعمال سے افضل سمجھتے ہیں اس کا نام بدل کر ولایت رکھ دیا گیا ہے۔ علماء کی عبادت ان کے علم و فقہ کو ماننا ہے، حالات کی سنگینی یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اب ایسے لوگوں کی عبادت کی جانے لگی ہے جو صالحین میں سے بھی نہیں اور اب علماء کی جگہ جہلا کی عبادت بھی شروع ہو چکی ہے۔

حضرت زیاد بن حُدیر کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

هل تعرف ما يهدم الاسلام ؟	تمھیں معلوم ہے کہ کون سی چیز اسلام کو ڈھا دیتی ہے ؟
قلت ، لا	میں نے عرض کی کہ نہیں۔
قال ، يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالقرآن وحكم الائمة المضلين (رواہ الدارمی)	فرمایا، عالم کی لغزش قدم، منافق کا قرآن کریم کو جھگڑے کا ذریعہ بنانا اور گمراہ ائمہ کا فیصلہ اسلام کی عمارت کو گرانے کا سبب بنتا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کو قبول کرنے والوں اور اس کی اطاعت کرنے والوں میں سے بنا دے۔ آمین

Marfat.com

الرابع تَمْثِيلُ ابْنُ عَبَّاسٍ بِأَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ ، وَ تَمْثِيلُ أَحْمَدَ بِسُفْيَانَ ۔

الخامس تَغْيِيرُ الْأَحْوَالِ إِلٰى هٰذِهِ الْغَايَةِ حَتّٰى صَارَ عِنْدَ الْأَكْثَرِ عِبَادَةَ الرُّهْبَانِ هِيَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ وَ تُسَمّٰى الْوِلَايَةَ. وَ عِبَادَةَ الْأَحْبَارِ هِيَ الْعِلْمُ وَ الْفِقْهُ ، ثُمَّ تَغَيَّرَتِ الْحَالُ إِلٰى أَنْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَيْسَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ وَ عُبِدَ بِالْمَعْنَى الثَّانِيْ مَنْ هُوَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۔

---

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مثال کے طور پر حضراتِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو بیان کیا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو۔

⑤ حالات اِس حد تک تبدیل ہو چکے ہیں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک پیروں کی عبادت بہترین عمل قرار پا گیا ہے اور اب اِس کا نام ولایت ہے اور مولویوں کی عبادت ہوتی ہے، اِس کا نام علم و فقہ ہے۔ پھر اور حالات تبدیل ہوئے تو اُن کو بھی پوجا گیا جو نیک نہ تھے اور اُن کی عبادت بھی ہوئی جو جاہلِ مطلق تھے۔

Marfat.com

باب قول اللہ تعالیٰ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ○

اے نبیؐ! تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

Marfat.com

قولہ تعالیٰ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ.
يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ○ (النساء : ٦٠)

اے نبی! تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔

مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انھیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

شیطان انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

قوله : الم تر الى الذين يزعمون انهم آمنوا :

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں، کہ :

"یہ آیت کریمہ اس شخص کی مذمت کر رہی ہے جو کتاب وسنت سے اعراض کر کے کسی باطل جگہ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے، آیت میں طاغوت سے بھی یہی مفہوم مراد ہے۔"

جو شخص اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی کسی بھی قسم کی عبادت کرے جیسے دعا اور استغاثہ وغیرہ، تو ایسے شخص نے طاغوت کی عبادت کی۔ اب اگر اس کا معبود کوئی صالح شخص ہے تو اس کی عبادت شیطان کی پیروی ہو گی جس نے اس شخص کو غیر اللہ کی عبادت پر ابھارا اور اکسایا اور اسے خوبصورت انداز میں پیش کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

و يوم يحشرهم جميعا ثم يقول للملائكة اهؤلاء	اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا

Marfat.com

ایاکم کانوا یعبدون ؟ قالوا سبحانک انت ولینا من دونهم بل کانوا یعبدون الجن اکثرهم بهم مؤمنون (۳۴-۴۰)

کیا یہ لوگ تم کو پُوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ یہ بلکہ یہ جنات کو پُوجا کرتے تھے اور اکثر اُن ہی کو مانتے تھے۔

ایک مقام پر یُوں ارشادِ ربانی ہے :

ویوم نحشرهم جمیعا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم و شرکاؤکم فزیلنا بینهم و قال شرکاؤهم ما کنتم ایانا تعبدون فکفیٰ بالله شهیدا بیننا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین۔ هنالک تبلوا کل نفس ما اسلفت وردوا الی الله مولٰهم الحق وضل عنهم ما کانوا یفترون (یونس - ۲۸،۲۹،۳۰)

جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے پھر ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھہر جاؤ تم بھی اور تمھارے بنائے ہُوئے شریک بھی پھر ہم ان کے درمیان اجنبیت کا پردہ ہٹا دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو ہم تمھاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے اس وقت ہر شخص اپنے کیے کا مزہ چکھ لے گا۔ سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے گُم ہو جائیں گے۔

اگر انسان اپنے نفس اور خواہش کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دے یا شجر و حجر یا کسی ولی اللہ کی قبر کی عبادت کرنے کا پرچار کرے جیسے مشرکین اپنے اصنام وغیرہ کی

جو صالحین اور ملائکہ کی شکل وصورت میں بنا کر رکھے گئے تھے. عبادت کرتے تھے تو یہ وہ طاغوت ہے جس کی عبادت کرنے سے خود اللہ تعالیٰ نے روکا ہے. لوگوں کو ان سے اظہار برأت کا حکم دیا ہے. اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہو اگر اس کی عبادت کی گئی تو یہ شیطانی فعل ہوگا. شیطان نے اپنے ان قبیح افعال اور مذموم اعمال کو بڑے مزین اور انتہائی خوبصورت بنا رکھا ہے. یہ ایسے افعال ہیں جو توحید اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے بالکل اُلٹ ہیں. توحید کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا ہر طاغوت کا انکار کر دے جس کی کسی نہ کسی صورت میں عبادت کی جا رہی

Marfat.com

ہو. اس سلسلے میں قرآن کریم کا حکم یہ ہے :

واذ قال ابراهيم	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور
لابيه و قومه	اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن
اننى براء مما	چیزوں کو تم پوجتے ہو میں اُن سے
تعبدون .	بیزار ہوں ۔
الا الذى فطرنى فانه	ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا، وُہی
سيهدين . (الزخرف - ۲۶، ۲۷)	مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا ۔

اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سبحانہ کے سوا کسی معبود کو مستثنیٰ نہیں کیا ۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم بھی یہی ہے جیسا کہ درج ذیل آیت کی تشریح میں گزر چکا ہے ۔ کہ :

قد كانت لكم اسوة	تمھیں ابراہیمؑ اور اُن کے رفقا کی
حسنة فى ابراهيم	نیک چال چلنی (ضرور) ہے جب
والذين معه اذ قالوا	انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے
لقومهم انا براء منكم	کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے
ومما تعبدون من دون	جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو،
الله كفرنا بكم وبدا	بے تعلق ہیں (اور) تمھارے (معبودوں
بيننا و بينكم	کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور
العداوة والبغضاء ابدا	جب تک تم خدائے واحد پر ایمان
حتى تؤمنوا بالله	نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلا
وحده . (الممتحنہ - ۴)	عداوت اور دشمنی رہے گی ۔

جو شخص اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کی بایں معنیٰ مخالفت کرے کہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب وسنّت کے خلاف فیصلہ کرے یا لاعلمی کی وجہ سے کتاب وسُنّت کی مخالفت کرے یا لوگوں سے مطالبہ کرے کہ وہ اس کی پیروی کریں یا اس کی اطاعت کرنے والا اس کی بات کے حق یا ناحق ہونے کی پروا کیے بغیر اس کی اطاعت کرے ۔ ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں وہ بلاریب طاغوت ہوگا جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے :

الم تر الى الذين	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو
يزعمون انهم امنوا	دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب)
بما انزل اليك وما	تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم
انزل من قبلك .	سے پہلے نازل ہوئیں اُن سب پر
يريدون ان	ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں
يتحاكموا الى	کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس
الطاغوت و قد	لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ اُن کو

Marfat.com

وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَ إِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ (النساء : ٦١)

فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَّ تَوْفِيقًا ۝
(النساء : ٦٢)

قولہ تعالیٰ وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۙ قَالُوٓا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ (البقرة : ١١)

جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے، اور آؤ رسولؐ کی طرف، تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اُس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت اُن پر آن پڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔

جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو اُنھوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

امروا ان یکفروا به - حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں۔ (النساء - ٦٠)

سورۃ البقرہ کی آیت کے مطابق طاغوت سے انکار کرنا توحید کا رکن ہے، لہٰذا جب تک یہ رُکن حاصل نہ ہوگا تب تک لا الٰہ الا اللہ کا قائل اس چیز کی نفی نہ کر پائے گا جس کی نفی اس کلمہ سے مقصود ہو۔

Marfat.com

قولہ : ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا ؛

اس آیت کریمہ میں درج ذیل چار امور خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :

(۱) طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا شیطانی وسوسہ ہے۔

(۲) دُوسرا یہ کہ یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اسے صیغۂ مصدر کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اسے ہدایت اور سیدھے راستہ سے بُعد کی صفت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سُبحان اللہ ! یہ قرآن کریم کس قدر عظیم الشان اور بلیغ ہے اور اس کے کلام اللہ ہونے پر کس قدر وافر دلائل موجود ہیں۔ اس کو جبریل امین علیہ السلام اللہ کی طرف سے لے کر آئے اور اپنے صادق اور امین بندے پر نازل فرمایا۔

قولہ : واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول ؛

منافق صداقت اور اہلِ حق کو پسند نہیں کرتا بلکہ حق کے منافی نظریات اور باطل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ منافقین کا یہی حال ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"جس شخص کے سامنے متنازعہ فیہ مسائل میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی جائے اور وہ تسلیم نہ کرے تو وہ شخص منافق ہے۔"

ایسے لوگ کثرت سے ملیں گے۔ اللہ ان کو کثرت میں نہ کرے۔

قولہ : یصدون عنک صدودا ؛

یصدون کے معنے اعراض کرنا۔

لوگوں کی اکثریت اس جُرم میں گرفتار ہے اور خصوصاً علماء پر نہایت افسوس ہے جو علم کے ہوتے ہوئے ایسے لوگوں کے اقوال کو سامنے رکھ کر کتاب وسُنت سے اعراض کیے ہوئے ہیں جو کئی مسائل میں مرتکب خطا ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کا پابند کر رکھا ہے حالانکہ ان میں سے کسی کی تقلید کا کوئی جواز نہیں اور ایسے لوگوں کے اقوال کو قابلِ اعتماد ٹھہرا لیا ہے جن پر اعتماد کی ضرورت نہ تھی۔ مقلدین کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ وہ نصوص کتاب وسُنت کے مقابلے میں آئمہ کے اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قواعد شرعیہ ہی ایسے قواعد ہیں جن پر کلی اعتماد کیا جاسکتا ہے اور ان کے

بغیر کسی اور چیز پر فتویٰ صادر کرنا قرینِ صحت نہیں۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ سُنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کی حیثیت ایک اجنبی اور مسافر کی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسے شخص کو اس دور میں کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت کتاب وسنت سے رُوگرداں ہے اور اکثر مقامات پر ان دو بنیادی نصوصِ شرعیہ پر عمل متروک ہو چکا ہے۔

واللہ المستعان

Marfat.com

قولہ : و اذا قیل لھم لا تفسدوا :

ابوالعالیہ نے لا تفسدوا کا معنی لا تعصوا کیے ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی پر اکساتا ہے، تو گویا وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور زمین و آسمان میں اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

زیرِ نظر آیت کریمہ کا باب سے تعلق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ سے فیصلہ کرانا منافقین کا کام ہے جو درحقیقت فساد فی الارض ہے۔

پیشِ نظر آیت کریمہ میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ خواہشات کے بندوں کے اقوال سے ہوشیار اور چوکس رہنا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ اپنے دعووں کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔

دُوسری بات یہ معلوم ہُوئی کہ اہلِ ہَوا کے فریب سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے جبکہ وہ اپنی بات کی دلیل کتاب و سنّت سے پیش نہ کریں کیونکہ ان کی یہ عادت ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کہنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ فساد فی الارض کی اس سے بڑی اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ فساد فی الارض سے خود بخود ایسے امور مرتب ہوتے ہیں جن سے انسان دائرہ حق سے باہر نکل کر باطل کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ والمعافاۃ الدائمۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ ۔ امین

قولہ ، ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا :

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہُوئے ابوبکر بن عیاش رقمطراز ہیں کہ :

" زمین کے چپہ چپہ پر فساد برپا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر زمین اور اہلِ زمین کی اصلاح فرمائی اور اب جو شخص کتاب و سنّت کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے وہ فساد فی الارض کے جُرم کا مرتکب ہوتا ہے۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ فساد فی الارض یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی نافرمانی میں زندگی برباد کر دے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت اور شریعت اسلامیہ کی وضاحت سے اہلِ زمین کی اصلاح کے بعد کسی کا غیر اللہ کی اطاعت کی طرف دعوت دینا فساد فی الارض کی بدترین شکل ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبادت اور اس کی طرف دعوت دینا شرک ہے اور کتاب و سنّت کی مخالفت درحقیقت فساد فی الارض اور شرک ہے۔ بس شرک کرنا، غیر اللہ کی اطاعت کی طرف دعوت دینا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو معبود ٹھہرانا اور آنحضرت ﷺ کے فرامین کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کرنا سب سے بڑا فساد فی الارض ہے۔ اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو معبود مانا جائے، اسی کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے، اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی جائے اور آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کی بات پر عمل کرنے سے پہلے بڑے غور

Marfat.com

قوله تعالیٰ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ط

إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (ألاعراف : ۵۶)

قوله تعالیٰ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (المائدة : ۵۰)

زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اِصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔

یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے

(اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔

فکر سے یہ دیکھ لیا جائے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت تو نہیں کر رہا اور اگر خدانخواستہ کتاب وسُنّت کے برعکس بات کہہ رہا ہو تو اُس کی بات کو چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ شریعت اسلامیہ کی مخالفت میں کسی کی سمع و اطاعت ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

دُنیا کے حالات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد انسان اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے، کہ اصلاح حال کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت اور آنحضرت ﷺ کی اتباع کو اپنے اوپر لازم قرار دے لے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار یا آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد برپا ہو جاتا ہے، قحط سالی کا دور دورہ ہوتا ہے اور خصوصاً دشمن اسلام مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔"

Marfat.com

عَنْ عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهِ۔

قال النووي حديث صحيح، رويناه في كتاب الحجة باسناد صحيح

وقال الشعبيّ: كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ خُصُوْمَةٌ۔ فقال اليهوديّ: نَتَحَاكَمُ إِلٰى مُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ عَرَفَ أَنَّهُ لَا يَأْخُذُ الرِّشْوَةَ۔ وقال المنافق: نَتَحَاكَمُ إِلَى الْيَهُوْدِ لِعِلْمِهِ أَنَّهُمْ يَأْخُذُوْنَ الرِّشْوَةَ۔ فَاتَّفَقَا أَنْ يَّأْتِيَا كَاهِنًا فِيْ جُهَيْنَةَ لِيَتَحَاكَمَا إِلَيْهِ۔ فَنَزَلَتْ "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ" (الآية)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس کی تمام خواہشات کتاب اللہ اور میرے طریقہ کے تابع نہ ہو جائیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔

یہودی یہ جانتا تھا کہ محمدؐ رشوت نہیں لیتے اس لیے ہم فیصلہ ان سے کرا لیتے ہیں اور دوسری طرف منافق یہ سمجھتا تھا کہ یہودی رشوت کے عادی ہیں لہٰذا فیصلہ کسی یہودی سے کرایا جائے۔ چنانچہ فریقین اس بات پر متفق ہو گئے کہ قبیلہ بنی جُہَینہ کے کاہن سے فیصلہ کرا لیا جائے۔ تو انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ" (الآیۃ)

Marfat.com

زیر نظر آیت کریمہ کا ترجمۃ الباب والی آیت سے تعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دوسروں سے فیصلہ کرانا تمام گناہوں سے بدترین گناہ ہے جو حقیقی طور پہ فساد فی الارض ہے۔

قولہ : افحکم الجاھلیۃ یبغون ؟

زیر نظر آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

" اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تردید کرتا ہے جو اس کے ان احکام سے اعراض کرتے ہیں جن میں خیر ہی خیر ہے جن میں ہر قسم کے شر سے روکا گیا ہے اور ایسی آراء، اقوال اور اصطلاحات کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کو ان لوگوں نے وضع کیا ہے جو شریعت اسلامیہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں جیسے تاتاریوں نے چنگیز خان کی تقلید اور اس کی آراء کے مطابق فیصلے کرنے شروع کر دیے۔ چنگیز خان نے یاسق کے نام سے ایک دستور مرتب کیا جو حقیقت میں مختلف مذاہب مثلاً یہودیت ونصرانیت اور ملتِ اسلامیہ سے مقتبس تھا اور اس انتخاب میں بھی اس نے اپنی خواہشات اور ذاتی نظریہ کو ملحوظ رکھا۔ یہ ایسا مجموعہ ہے جسے اس کے پیروکار کتاب وسُنت پر مقدم قرار دیتے اور اس کو مقدس سمجھتے ہیں۔ پس جو شخص ایسے فعل کا مرتکب ہوگا وہ کافر ہے جس سے اس وقت تک جنگ کی جائے گی جب تک کہ وہ کتاب اللہ اور سُنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع نہ کرلے اور معمولی سے معمولی اور بڑے سے بڑے تنازعہ میں کتاب وسنت کا حکم نہ مان لے۔"

قولہ : و من احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون :

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھا اور بہتر حکم کوئی نہیں ہے اور یہ اس باب سے تعلق رکھتا ہے جس میں فعل تفضیل کو ایسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں دوسری طرف مدمقابل نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص عقل وخرد سے اور غور وفکر سے کام لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے زیادہ عدل کہیں نہیں۔ اللہ احکم الحاکمین ہے اور ماں سے بھی زیادہ اپنی مخلوق پر رحمت وشفقت کرنیوالا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی حاجتوں کو خوب جانتا ہے، وہ ہر چیز کے کرنے پر قدرتِ تامہ رکھتا ہے۔ اس کے اقوال وافعال اور قضاء وقدر میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

قولہ : عن عبد اللہ بن عمرو :

امام نووی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق شیخ ابُوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی الشافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الحجۃ علیٰ تارک المحجۃ" میں اس حدیث کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ طبرانی، ابوبکر بن عاصم اور حافظ ابونعیم نے اربعین میں جس میں تمام صحیح احادیث نقل کرنے کی شرط قائم کی ہے، روایت کیا ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے اس حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے :

Marfat.com

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔ (النساء – ۶۵)

اے محمد ﷺ تمھارے رب کی قسم، یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

و ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم۔ (الاحزاب – ۳۶)

کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔

فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعون اهواءهم (القصص – ۵۰)

اب اگر وہ تمھارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ در اصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں۔

قوله، حتى يكون:

جس چیز کی انسان خواہش کرے، اسے پسند کرے اور اس کی طرف مائل ہو اسکو ہوا، کہتے ہیں اگر وہ چیز شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو، تو یہ ایمان مطلق کی علامت اور صفت ہے۔

اور اگر وہ چیز شریعت کے مخالف ہو تو یہ ایمان کامل کے برعکس ہے جیسا کہ حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن۔

جس وقت زانی زنا یا چور چوری کرتا ہے تو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ اور معصیت کی وجہ سے ایمان کامل کے درجہ سے گر کر عام مسلمان کے درجہ میں آ جاتا ہے اور اس گناہ کی وجہ سے اس کا ایمان بھی ناقص ہو جاتا ہے ایسے شخص کو گناہ گار مومن یا ایمان کی وجہ سے مومن اور گناہ کی وجہ سے فاسق کہا جا سکے گا۔ لہذا ایسا شخص مطلق ایماندار ہوگا اور اس کا اسلام اس وقت صحیح ہوگا جب کہ وہ ایمان کے مطابق عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فتحرير رقبة مؤمنة۔ (النساء – ۹۲)

ایک مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہوگا۔

Marfat.com

وَقِيلَ نَزَلَتْ فِي رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فَقَالَ أَحَدُهُمَا نَتَرَافَعُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ الْأَخَرُ إِلَى كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ۔ ثُمَّ تَرَافَعَا إِلَى عُمَرَ فَذَكَرَ لَهُ أَحَدُهُمَا الْقِصَّةَ۔ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يَرْضَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَكَذَالِكَ؟

قَالَ نَعَمْ! فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ آیت ان دو افراد کے بارے میں اُتری جن میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانا چاہیے اور دوسرا بولا کہ نہیں کعب بن اشرف سے فیصلہ درست رہے گا۔

چنانچہ آپؐ سے فیصلہ لے کر وہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرانے کیلئے گئے تو ایک فریق نے سارا معاملہ کہہ سنایا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پُوچھا، جو آپؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا تھا، کہ تمہارا مخالف ٹھیک کہہ رہا ہے؟

اُس نے ہاں کہہ کر جواب دیا تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اُس کا کام تمام کر دیا

یہ وہ توحید ہے جس کے ساتھ کُفر و شرک گڈمڈ نہیں ہو سکتے، اہلِ سُنّت کا بھی یہی مسلک ہے جسے خارجی اور معتزلہ فرقے نہیں مانتے۔ خارجی گنہگار کو کافر سمجھتے ہیں اور معتزلہ گنہگار کو مومن نہیں کہتے البتہ گنہگار کو ہمیشہ جہنمی سمجھتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں نے دینِ اسلام کے اندر نئی نئی بدعتیں ایجاد کیں اور کتاب و سُنّت کو پسِ پشت ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔ (۴-۴۸)	اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ	تَفْسِیْرُ اٰیَةِ النِّسَآءِ وَمَا فِیْهَا مِنَ الْإِعَانَةِ عَلٰی فَهْمِ الطَّاغُوْتِ
الثانیۃ	تَفْسِیْرُ اٰیَةِ الْبَقَرَةِ (وَإِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْأَرْضِ)۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① سورۃ نسا کی اس آیت کی تفسیر جس سے طاغوت کے معنی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

② سورہ البقرۃ کی آیت واذاقیل لھم لاتفسدوافی الارض کی تفسیر۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مغفرت کو اپنی مشیئت کے تابع رکھا ہے۔ جبکہ انسان مشرک نہ ہو۔

اہل سنت کے مسلک کی حقانیت پر احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ امام بخاری وغیرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

یخرج من النار من قال لا الٰہ الا اللہ وفی قلبہ وزن شعیرة من خیر۔	جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس کے دل میں جَو کے دانہ کے برابر بھلائی ہوئی تو وہ بالآخر جہنم کی آگ سے باہر نکل آئے گا۔
و یخرج من النار من قال لا الٰہ الا اللہ وفی قلبہ وزن برة من خیر۔	اور جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھلائی ہوئی تو وہ بالآخر جہنم کی آگ سے باہر نکل آئے گا۔
و یخرج من النار من قال لا الٰہ الا اللہ وفی قلبہ وزن ذرة من خیر۔	اور جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی ہوئی تو وہ بھی بالآخر جہنم کی آگ سے باہر نکل آئے گا۔

Marfat.com

الثالثۃ	تَفْسِيْرُ اٰيَةِ الْاَعْرَافِ- (وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا)-
الرابعۃ	تَفْسِيْرُ (اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ)
الخامسۃ	مَا قَالَهُ الشَّعْبِيُّ فِي سَبَبِ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ الْاُوْلٰى-
السادسۃ	تَفْسِيْرُ الْاِيْمَانِ الصَّادِقِ وَالْكَاذِبِ-
السابعۃ	قِصَّةُ عُمَرَ مَعَ الْمُنَافِقِ
الثامنۃ	كَوْنُ الْاِيْمَانِ لَا يَحْصُلُ لِاَحَدٍ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم

---

③ سورۃ الاعراف کی آیت (ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا) کی تفسیر۔

④ سورۃ المائدہ کی آیت افحکم الجاھلیۃ یبغون کی تفسیر۔

⑤ آیت کریمہ الم تر الی الذین یزعمون کے شانِ نزول کی وجہ بقول شعبی رحمۃ اللہ

⑥ سچے اور جھوٹے ایمان کی تشریح۔

فاروقِ اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور واقعہ جس میں انہوں نے ایک منافق کو اس بنا پر قتل کر دیا تھا کہ وہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس اپنا فیصلہ لیجانا چاہتا تھا۔ اس میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ جو شخص کفر و نفاق کا اعلانیہ اظہار کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔

کعب بن اشرف یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ بے انتہا دشمنی اور عداوت رکھتا تھا۔ اس ملعون شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ تکلیف دی جو وہ دے سکتا تھا۔ اسی عداوت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہوا اور اس کا قتل کرنا مباح قرار پایا۔ اس کے قتل کا واقعہ کتب حدیث اور کتب سیر میں تفصیل سے مذکور ہے۔

Marfat.com

⑦ حضرت عمرؓ اور منافق کے درمیان جو واقعہ پیش آیا اس پر غور وفکر کرنا۔

⑧ کسی بھی شخص کو ایمان کی دولت حاصل نہیں ہوتی جب تک اُس کی تمام خواہشات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے تابع نہ ہوں۔

Marfat.com

باب
مَنْ جَحَدَ شَيْئًا مِّنَ الْاَسْمَآءِ وَ الصِّفَاتِ

اِس باب میں

اُس شخص کا حکم بیان کیا گیا ہے جو
اللہ تعالیٰ کے اسماء و صِفات کا مُنکر ہے

Marfat.com

وقول الله تعالیٰ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ ○ (الرعد: ۳۰)

اور یہ لوگ رحمان کو نہیں مانتے۔ ان سے کہو کہ وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔

قولہ: وهم يكفرون بالرحمٰن:

پیش نظر آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین قریش نے عناد اور بغض کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا نام الرحمٰن کا انکار کر دیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ادعوا الله او ادعوا	اے نبی ﷺ ان سے کہو۔
الرحمٰن، ایاما تدعوا	اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس
فله الاسماء الحسنیٰ۔	نام سے بھی پکارو اس کیلئے سب اچھے ہی نام ہیں۔

الرحمٰن: اللہ کا نام بھی ہے اور صفت بھی۔ اس نام سے پتا چلا کہ رحمت اللہ کی ایسی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے۔

مشرکین نے اللہ کے اسماء میں سے ایک ایسے اسم کا انکار کیا جو اللہ کی حمد اور اس کے کمال پر دال تھا۔ الرحمٰن کا انکار اصل میں اس کی صفت اور معنی کا انکار ہے۔ فرقہ جہمیہ کا گمان باطل یہ تھا کہ الرحمٰن اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت نہیں جو اللہ کی ذات سے قائم ہو۔

اس کی دیکھا دیکھی معتزلہ اور اشاعرہ نے بھی اس صفت کا انکار کر دیا، اسی وجہ سے اکثر اہل سنت نے ان دونوں فرقوں کو کافر قرار دیا ہے:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولقد تقلد كفرهم خمسون في　　عشر من العلماء في البلدان

واللالكائي الامام حكاه عنهم بل حكاه قبله الطبراني

ترجمہ: مختلف شہروں میں پانچ سو علماء نے ان کے کفر پر مہر تصدیق کی ہے، امام لالکائی نے ان سے اس کو بیان کیا ہے بلکہ اس سے پہلے طبرانی نے بھی بیان کیا ہے۔

فرقہ جہمیہ اور ان کے پیروکاروں نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا تعطیل کی وجہ سے انکار کیا، جن صفات کو خود رب کریم نے اور آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اس انکا

Marfat.com

اور تعطیل کے لیے انھوں نے ایسے اصول مرتب کیے جو بالکل غلط اور باطل تھے۔ انکار کی وجہ بتاتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ :

اس قسم کی صفات اجسام کی ہوتی ہیں، ان صفات کو مان لینے سے اللہ تعالیٰ کا جسم ماننا پڑے گا۔

اس نوع کے دلائل ان کی کم عقلی کی دلیل ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق جیسی صفات خیال کیا۔ شروع شروع میں تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوق سمجھ لیا تھا۔ آہستہ آہستہ صفات کاملہ کا انکار کیا اور ناقصات یعنی جمادات اور معدومات سے تشبیہ دی۔ پہلے تشبیہ دی اور پھر تعطیل تک پہنچ گئے اور تیسری مرتبہ ان کو ناقص اور معدوم اشیاء سے تشبیہ دینے کی جسارت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی صریح نصوص کا انکار کر دیا جس میں خود اللہ تعالیٰ نے اور آنحضرت ﷺ نے ایسی صفات بیان کی ہیں جو حقیقت میں اس کی عظمت اور جلالتِ قدر کے لائق ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے : لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر یعنی اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

جہمیہ، معطلہ، معتزلہ، اشاعرہ وغیرہ کے رد میں علمائے کرام نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں ان کی اس بدعت اور دوسری غلط باتوں کی تردید کی ہے اور ان میں تناقض ثابت کیا ہے اور ان کے اس باطل رجحان کا پردہ چاک کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس سلسلے میں پیش پیش ہیں اور ان کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن احمد نے اس موضوع پر ایک کتاب بنام کتاب السنۃ لکھی ہے۔

عبدالعزیز الکنانی نے بشر المریسی کے رد میں کتاب الحیدہ تحریر فرمائی۔

ابی عبداللہ المروزی نے بھی اسی سلسلے میں "کتاب السنۃ" لکھی۔

عثمان بن سعید نے بشر المریسی کا رد لکھا۔

امام الائمہ محمد بن خزیمہ نے کتاب التوحید لکھ کر ان فرقِ باطلہ کے قلعہ پر ضرب لگائی۔

ابی بکر الخلال کی کتاب السنۃ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ابی عثمان الصابونی الشافعی۔

شیخ الاسلام الانصاری۔

ابی عمر بن عبدالبر النمری۔

اور ان کے علاوہ ائمہ اربعہ کے متقدمین نے بہت کچھ لکھا ہے۔

اہل حدیث علمائے کرام اور ان کے متاخرین جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، ابن قدامہ اور ان کے اصحاب میں کثیر علماء نے اس موضوع پر وافر ذخیرہ چھوڑا ہے۔

لہ ان کے بعد آنے والے علماء نے بھی اپنا فرض ادا کیا اور پیچھے نہیں رہے جیسے ابومحمد موفق الدین، امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، حافظ ابن عبدالہادی، ابن رجب اور ذہبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ، ان کی کتابیں مشہور اور اہل سنت کے ہاتھوں میں متداول ہیں۔

فللہ الحمد علی ظہور الحق ونشرہ والدعوۃ الیہ والمحافظۃ علیہ

Marfat.com

وفي صحيح البخاري قَالَ عَلِيٌّ: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَ رَسُولُهُ؟

صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ لوگوں کو وہ باتیں سناؤ جنھیں وہ پہچانیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا جائے؟

اہل بدعت کی کثرت اور مختلف آراء کے باوجود ان پاکباز لوگوں نے سنت خیرالوریٰ کو بالکل پاک وصاف اور منزہ رکھنے میں اپنی عزیز عمریں کھپا دیں۔

فجزاهم الله احسن الجزاء له

قوله، قال علی،

امیرالمومنین ابوالحسن علی بن ابی طالب خلفائے راشدین میں چوتھے خلیفہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیرنظر جملہ ارشاد فرمانے کی ضرورت اس لیے محسوس فرمائی کہ ان کے دورِ خلافت میں لوگ احادیث بیان کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے، وعظ وارشاد میں عام قصے کہانیاں بیان کرتے وقت ایسی ایسی باتیں احادیث کے نام سے بیان کرنا شروع کر دی تھیں جن کا کوئی اصل نہ تھا۔ لوگوں نے بعض روایات کو بالکل عجوبہ خیال کیا اور اُن کی تردید بھی کی، تاہم ان میں بعض صحیح روایات بھی بیان کی جاتی تھیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واعظین کو ہدایات جاری فرمائیں کہ وعظ وارشاد میں صرف وہ احادیث بیان کی جائیں جن کی صحت پر یقین ہو اور جن سے ایک عام آدمی کو دین کے سمجھنے میں مدد ملے، جیسے حلال وحرام کی وضاحت کرنا، جس کا ہر شخص مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔ بالکل گہرے اور پیچیدہ مسائل کو زیربحث نہ لایا جائے جن سے ایک عام آدمی حق کو قبول کرنے میں پس وپیش کرے اور جو اس کو تکذیب کی سرحدوں میں پہنچانے کا موجب بنتے ہوں۔ بالخصوص وہ باتیں ہرگز بیان نہ کی جائیں جن میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جدل ونزاع کا موجب بنتی ہیں۔

امیرالمومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما واعظین کو عام قصے کہانیاں بیان کرنے سے روکا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لا يقص الا امير	خود امیر یا امیر کا نمائندہ ہی تقریر
او مامور۔	وعظ بیان کرسکتا ہے۔

Marfat.com

و روی عبدالرزّاق عن معمرعن ابن طاءوس عن ابیه عن ابن عبّاس

رضی اللہ عنہما أَنَّهُ رَأٰى رَجُلًا إِنْتَفَضَ لَمَّا سَمِعَ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الصِّفَاتِ إِسْتِنْكَارًا لِذٰلِكَ۔

فَقَالَ مَا فَرَقُ هٰؤُلَاءِ؟ يَجِدُوْنَ رِقَّةً عِنْدَ مُحْكَمِهٖ وَ يَهْلِكُوْنَ عِنْدَ مُتَشَابِهِهٖ۔ انتہی

عبدالرزاق نے بواسطہ معمر بن طاؤس روایت کی، وہ اپنے باپ طاؤس کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفاتِ الٰہی کے بارے میں ایک حدیثِ رسول سُن کر کپکپی آگئی گویا اُس نے اس حدیث کو ناپسند کیا اور اس کا منکر ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے؟ محکم آیات سُن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سُن کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کی روک تھام کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ صراطِ مستقیم کی علم وعمل اور یقین محکم کے ذریعہ سے حفاظت کی جائے اور بدعت وخرافات سے بچ بچا کر زندگی بسر کی جائے۔

قولہ ، و روی عبد الرزاق :

اس سے مشہور محدثِ یمن ابن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ مراد ہیں جو بہت سی کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے۔ یہ معمر بن راشد سے جو امام زہری کے ساتھیوں میں سے ہیں کثرت سے روایات نقل کرتے ہیں کیونکہ معمر عبدالرزاق کے استاذ ہیں۔

قولہ : عن معمر: بفتح الميمين وسكون العين :

ابوعروہ بن ابی عمرو راشدی الازدی الحرانی الیمانی۔

یہ امام محمد بن شہاب زہری کے ان بلند پایہ اصحاب میں سے تھے جو امام زہری رحمہ اللہ سے بہت سی روایات نقل کرتے ہیں۔

Marfat.com

قولہ : عن ابن طاءوس :

ان کا نام عبداللہ ابن طاؤس الیمانی ہے، ان کے بارے میں معمر لکھتے ہیں کہ ابن طاؤس کو عربی زبان میں ید طُولیٰ حاصل تھا۔

ابن عیینہ کے قول کے مطابق یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہُوئے۔

قولہ : عن ابیہ :

ان کا نام طاؤس بن کیسان الجندی تھا۔ اپنے دَور میں علم وفضل کے مینار سمجھے جاتے تھے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق ان کا نام ذکوان تھا۔

الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

میری معلومات کے مطابق طاؤس ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے قرآن کریم کی تفاسیر لکھی ہیں۔ ابن طاؤس کو علم کا مرکز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

"تہذیب الکمال" میں امام زہری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا :

آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں

زہری : مکۃ المکرمہ سے۔

عبدالملک بن مروان : مکۃ المکرمہ میں ایسا شخص کون ہے جس کے عام لوگ گرویدہ ہیں ؟

زہری : عطا ابن ابی رباح۔

عبدالملک بن مروان : عطا ابن ابی رباح کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟

زہری : وہ عجمی ہیں۔

عبدالملک بن مروان : ان کی سربراہی کے کیا وجوہ ہیں ؟

زہری : عطا ابن ابی رباح کو دینداری، امانت اور صحتِ روایت کی وجہ سے عوام میں مقبولیت حاصل ہے۔

عبدالملک بن مروان : دینداری اور صاحب روایت شخص فی الواقع اس قابل ہوتا ہے کہ اس کی عزت وتکریم کی جائے اور اس کی سیادت کو تسلیم کیا جائے۔

عبدالملک بن مروان نے پھر سوال کیا کہ

اہلِ یمن کس کی سیادت کے قائل ہیں ؟

زہری : طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کی سیادت۔

عبدالملک بن مروان : طاؤس بن کیسان عربی النسل ہیں یا عجمی ؟

زہری : وہ بھی عجمی ہیں۔

عبدالملک بن مروان : طاؤس کی سیادت کی کیا وجہ ہے ؟

زہری : طاؤس کی سیادت کے وہی اسباب ہیں جو عطا ابن ابی رباح کی سیادت کے ہیں۔

Marfat.com

عبدالملک بن مروان : اسی طرح ہونا چاہیئے۔
عبدالملک بن مروان نے پھر پُوچھا :
اہلِ مصر کس کی سیادت کو تسلیم کرتے ہیں ؟
زہری : یزید بن حبیب کی سیادت کو۔
عبدالملک بن مروان : یزید بن حبیب کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عجم سے۔
عبدالملک بن مروان نے سلسلۂ سوالات جاری رکھتے ہوئے پُوچھا :
شام میں ایسا کون خوش نصیب ہے ؟
زہری : مکحول۔
عبدالملک بن مروان : مکحول رحمہ اللہ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عجم سے۔ یہ ایک مغربی غلام تھے۔ انھیں بنو ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔
عبدالملک بن مروان : اہلِ جزیرہ کے ہاں کون محبوبِ خلائق ہے ؟
زہری : میمون بن مہران
عبدالملک بن مروان : میمون بن مہران کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عجم سے۔
عبدالملک بن مروان : اہلِ خراسان میں کس کی سیادت کا سکہ چلتا ہے ؟
زہری : ضحاک بن مزاحم کی سیادت کا۔
عبدالملک بن مروان : ضحاک کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عجم سے۔
عبدالملک بن مروان : اہلِ بصرہ میں کس کی سیادت کا لوہا مانا جاتا ہے ؟
زہری : حسن بصری کی سیادت کا۔
عبدالملک بن مروان : حسن بصری کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عجم سے۔
عبدالملک بن مروان : تجھ پر افسوس ! اب یہ بتاؤ کوفہ میں ایسا بلند بخت کون ہے ؟
زہری : ابراہیم النخعی۔
عبدالملک بن مروان : ابراہیم کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے ؟
زہری : عرب سے۔
عبدالملک بن مروان خوش ہو کر بولا :
زہری ! تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔
بخدا کیا عرب کے ان شہروں میں علمی اعتبار سے اہلِ عجم کی سیادت ہو گی، سرزمین عرب کے منبروں پر عجمی خطبہ دیا کریں گے اور عرب سامنے بیٹھ کر سنا کریں گے ؟

Marfat.com

وَ لَمَّا سَمِعَتْ قُرَيْشٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ "الرَّحْمٰنَ" أَنْكَرُوْا ذٰلِكَ۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ: " وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ"۔

جب قریش نے رسُول اللہ ﷺ کو رحمٰن کا ذکر کرتے ہُوئے سُنا تو اُنھوں نے آپؐ کے اِس ذکرِ رحمٰن کو بُرا سمجھا اور اِنکار کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اِن ہی کی بابت یہ آیت نازل فرمائی کہ " وہ رحمٰن کا اِنکار کرتے ہیں"۔

زہری : اے امیر المؤمنین! دینِ اسلام ایک ایسا جوہر ہے کہ جو اسکی حفاظت کرے گا، لوگ اسی کی سیادت و امامت کو تسلیم کریں گے۔

اور جس بدبخت نے دینِ اسلام کو پسِ پُشت ڈال کر اُسے ضائع کر دیا وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہو جائے گا۔

قولہ : مَا فَرَقُ هٰؤُلَاءِ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حاضرینِ مجلس سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ یہ لوگ قرآنِ کریم کی محکم آیات سُن کر خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور احادیثِ صفات سُن کر منکروں کی طرح ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس قسم کی آیات سُن کر یہ لوگ اپنے سینوں میں ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس کرتے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے تقاضا کرتا ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل اُلٹ نظر آرہا ہے۔ [1]

---

[1] ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ کسی لفظ کو اس کے معنی کے ساتھ تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر کوئی شخص معنی کو نہیں مانتا یا اس میں شک کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے تو وہ مومن نہ ہوگا جس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دور میں بدعات کا عام رواج تھا جیسے فرقہ جہمیہ کی بدعات وغیرہ جس کا تذکرہ صحیح مُسلم میں موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرقہ قدریہ کے مبلغ غیلان کو ہشام بن عبدالملک کے ہاتھوں قتل کرا دیا تھا، اس کو اس وقت قتل کیا گیا جب کہ اس نے تقدیر کے انکار پر اصرار کیا تھا۔

اس کے قتل کے بعد جعد بن درہم اُٹھا جس نے بدعات کو خوب پروان چڑھایا، اسے بھی خالد بن عبداللہ القسری نے عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے بعد قتل کیا تھا۔ (مترجم)

Marfat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وکیع نے اسرائیل سے وہ حدیث بیان کی جس میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کرسی پر بیٹھنا مذکور ہے، چنانچہ یہ حدیث سُن کر ایک شخص کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وکیع ناراض ہو کر فرمانے لگے:

"ہم نے اس قسم کی احادیث اعمش اور سفیان سے سُنی ہیں اور حاضرین میں سے کوئی شخص بھی اُن کو برا نہ سمجھتا تھا۔"[1]

قوله: ولما سمعت قريش،

ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں "یا رحمٰن یا رحیم" پڑھا کرتے تھے۔ اس پر مشرکین نے کہا۔ دیکھو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایک ہی اللہ کو پکارتا ہے لیکن عملاً رحمٰن اور رحیم دو ذاتوں کی عبادت کرتا ہے۔ ان کے اس غلط اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

قل ادعوا الله اودعوا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ خواہ اللہ
الرحمٰن ايا ما تدعوا	کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس
فله الاسماء الحسنىٰ.	نام سے بھی پکارو گے سو اس کے
(بنی اسرائیل - ۱۱۰)	بہت اچھے اچھے نام ہیں۔

---

[1] امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ اثر عبد اللہ نے اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں نقل کیا ہے۔

اہل بدعت اور آیات میں ان کی تحریفات سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

بدعات میں گرفتار ہونے کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس میں ان کی اپنی جہالت قصورِ فہم اور علومِ شرعیہ کو جید علماء سے حاصل نہ کرنے کو بڑا دخل ہے۔ ایسے علماء جن کو اللہ نے توفیق بخشی کہ وہ علوم و معارف سے پوری طرح باخبر تھے، نصوص کی معرفت میں یکتا تھے اور جن کو علم تھا کہ کوئی آیت دوسری کے مخالف اور معارض نہیں ہے اور جنہیں متشابہات کو محکمات سے ہم آہنگ کرنے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

یہ طریقہ ہر جگہ اور ہر دور میں صرف اہل سنت والجماعت کا ہی رہا ہے۔

فللہ الحمد لا نحصی ثناء علیہ (مترجم)

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: عَدَمُ الْإِيمَانِ بِجَحْدِ شَيْءٍ مِّنَ الْأَسْمَآءِ وَ الصِّفَاتِ۔

الثانیہ: تَفْسِيرُ أٰيَةِ الرَّعْدِ۔

الثالثہ: تَرْكُ التَّحْدِيثِ بِمَا لَا يَفْهَمُ السَّامِعُ۔

الرابعہ: ذِكْرُ الْعِلَّةِ أَنَّهُ يُفْضِي إِلَى تَكْذِيبِ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ وَلَوْ لَمْ يَتَعَمَّدِ الْمُنْكِرُ۔

الخامسہ: كَلَامُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ لِمَنِ اسْتَنْكَرَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَ أَنَّهُ أَهْلَكَهُ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① جو شخص اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دے تو وہ شخص ایمان سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔

② سورۂ رعد کی آیت کی تفسیر

③ جس بات کو مخاطب نہیں سمجھ سکتا اُسے چھوڑ دینا۔

④ اُس علت کا تذکرہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ انکار کرنے والے کا یہ ارادہ نہ ہو۔

⑤ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا کلام کہ جو شخص ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ اُسے ہلاک کر دے گی۔

Marfat.com

باب

قولِ اللہِ تعالیٰ

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ

یہ اللہ تعالیٰ کے اِحسان کو پہچانتے ہیں۔ پھر
اس کا اِنکار کرتے ہیں اور اِن میں بیشتر لوگ
ایسے ہیں جو حق کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں

Marfat.com

قول الله تعالیٰ : يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ○
(النحل : ٨٣)

قال مجاهد ما معناه : هو قول الرجل "هٰذَا مَالِي وَرِثْتُهُ عَنْ آبَائِي"۔

یہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں بیشتر لوگ ایسے ہیں جو حق ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مجاہدؒ نے کہا۔ انسان کا یہ کہنا کہ "یہ میرا مال ہے، مَیں اس کا اپنے بڑوں کی طرف سے وارث بنا ہوں"۔

قوله ، يعرفون نعمة الله ثم ينكرونها ،

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ،

" اس آیت کریمہ میں جس نعمت کا تذکرہ ہے اس میں علمار کرام کی آرار مختلف ہیں، سفیان عن السدی سے منقول ہے کہ اس نعمت سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے"۔

بعض علمار کرام کا بیان ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے جن انعامات کا ذکر فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں اور اللہ ہی حقیقی منعم ہے لیکن مشرکین کا گمان باطل تھا کہ وہ ان انعامات کے آبا و اجداد کی طرف سے وارث ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ،

" اس نعمت سے گھر بار، چوپائے، کھانے پینے کی اشیار، لوہے اور رُوئی وغیرہ سے بُنے ہوئے کپڑے مُراد ہیں، کفار قریش یہ جاننے کے باوجود کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سے یوں انکار کرتے ہیں کہ ، یہ تمام اشیار ہمارے آبا و اجداد کی ہیں جو ہمیں وارث بنا گئے ہیں"۔

قوله ، وقال عون بن عبد الله :

عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، اپنے دور کے بہت بڑے زاہد و عابد تھے، کوفہ سے تعلق تھا، اپنے باپ حضرت عبد اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایات نقل کرتے ہیں اور قتادہ، ابو الزبیر،

Marfat.com

وقال عون بن عبد الله : "يَقُولُونَ : لَوْلَا فُلَانٌ لَمْ يَكُنْ كَذَا".

وقال ابن قتيبة : "يَقُولُونَ : هٰذَا بِشَفَاعَةِ اٰلِهَتِنَا".

وقال ابو العباس رحمه الله : بعد حديث زيد بن خالد الذي فيه:

"إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَ كَافِرٌ" (الحديث)

وقد تقدم وَهٰذَا كَثِيْرٌ فِي الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ يَذُمُّ سُبْحَانَهُ مَنْ يُضِيفُ اِنْعَامَهُ إِلٰى غَيْرِهِ وَ يُشْرِكُ بِهِ -

---

عون بن عبداللہ کہتے ہیں - یہ اس طرح کہتے ہیں کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو یہ کام نہ ہوتا۔

ابن قتیبہ نے کہا - یہ اس طرح کہتے ہیں کہ یہ (انعام و اکرام) ہمارے معبودوں کی سفارش کا نتیجہ ہیں -

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زید بن خالد جُہنی کی اس حدیث کے بعد جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان درج ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ لوگ مومن اور کچھ کافر ہو گئے۔

یہ حدیث پہلے سے گزر چکی ہے - اور یوں کہا "ایسا حکم کتاب و سُنّت میں کثرت سے ہے - اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو اُس کے انعامات اور اُس کی رحمت کی نسبت کسی دُوسرے کی طرف کرتے ہیں اور اسکا شریک ٹھہراتے ہیں"۔

اور امام زہری نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ امام احمد اور ابن معین نے عون کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عون بن عبداللہ سنہ ۱۲۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔

Marfat.com

قال بعض السلف : هو كقولهم : كَانَتِ الرِّيْحُ طَيِّبَةً وَ الْمَلَّاحُ حَاذِقًا وَ نَحْوِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ جَارٍ عَلٰى أَلْسِنَةٍ كَثِيْرٍ

فيه

مسائل

الاولى: تَفْسِيْرُ مَعْرِفَةِ النِّعْمَةِ وَ اِنْكَارِهَا۔

الثانية: مَعْرِفَةُ أَنَّ هٰذَا جَارٍ عَلٰى أَلْسِنَةٍ كَثِيْرٍ۔

بعض سلف کا قول ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ

"ہوا بہت ہی خوب تھی اور ملاح عقلمند تھا۔ اور اسی طرح اور اقوال جو بہت سے لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں"۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) نعمت کی پہچان، اور اسکے انکار کی جتنی صورتیں ممکن تھیں، ان کی وضاحت کرنا۔

(۲) انکار کی جتنی صورتیں ہیں وہ اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے پہلے قول کو پسند کیا ہے۔
ابن جریر رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے علماء نے اس آیت کریمہ کو عام رکھا ہے، کسی ایک معنی میں منحصر نہیں سمجھا، یہی زیادہ بہتر ہے کہ اس آیت کی عمومیت کو برقرار رکھا جائے۔ واللہ اعلم

قوله ، وقال شيخ ابن تيمية ، يذم سبحانه من يضيف انعامه الى غيره ويشرك به ،

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت کا حکم عام ہے، بخلاف ان لوگوں کے جنھوں نے انعامات الٰہیہ اور ان کے اسباب کو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے جس کی چند مثالیں مصنفؒ نے بھی بیان کی ہیں؛
یہ بھی یاد رکھیے کہ انعامات اور ان کے اسباب کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا شرک ہی کی ایک قسم ہے۔ کما لا یخفٰی

Marfat.com

الثالث: تَسْمِيَةُ هٰذَا الْكَلَامِ إِنْكَارًا لِّلنِّعْمَةِ۔

الرابع: إِجْتِمَاعُ الضِّدَّيْنِ فِي الْقَلْبِ۔

---

③ ایسے کلام کا نام انکارِ نعمت ہے۔

④ دِل میں اجتماعِ ضدین پایا جانا۔

Marfat.com

باب قول اللہ تعالیٰ

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

پس جب تم یہ جانتے ہو تو دُوسروں کو
اللہ کا مدِّ مقابل نہ ٹھہراؤ۔

Marfat.com

قولہ تعالیٰ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَّ أَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرة : ۲۲)

پس (جب تم یہ جانتے ہو تو) دُوسروں کو اللہ کا مدِمقابل نہ ٹھہراؤ۔

قولہ : فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون :

الند : مثل اور نظیر کو ند کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ند بنانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام عبادات کو یا کسی ایک عبادت کو غیر اللہ کے لیے ادا کرے۔

جیسے بُتوں کے پُجاری اپنے معبودانِ باطل سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کو نفع پہنچانے اور ان سے تکلیف دُور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کی سفارش بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتے ہیں۔

پُوری آیت اس طرح ہے :

یاایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون۔	لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وُہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اُوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا — پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدِمقابل نہ ٹھہراؤ۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

"لا تجعلوا للہ اندادا" اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

ای عدلا شرکاء یعنی اس کے برابر شریک۔

ربیع بن انس، قتادہ، السدی، ابو مالک اور اسماعیل بن أبی خالد نے بھی یہی معنے بیان کیے ہیں۔

Marfat.com

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فی الأية : أَلْأَنْدَادُ هُوَ الشِّرْكُ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلٰى صَفَاةٍ سَوْدَآءَ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَ هُوَ أَنْ تَقُوْلَ : وَ اللّٰهِ وَ حَيَاتِكَ يَا فُلَانُ وَ حَيَاتِيْ -

وَ تَقُوْلُ : لَوْ لَا كُلَيْبَةُ هٰذَا لَأَتَانَا اللُّصُوْصُ - وَ لَوْ لَا الْبَطُّ فِي الدَّارِ لَأَتَانَا اللُّصُوْصُ -

و قول الرّجل لصاحبه : "مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ وقول الرّجل : "لَوْ لَا اللّٰهُ وَ فُلَانٌ" لَا تَجْعَلْ فِيْهَا "فُلَانًا" هٰذَا كُلُّهُ بِهٖ شِرْكٌ" - (رواہ إبن أبی حاتم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اِس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ انداد شرکِ مخفی ہے جیسے کہ سیاہ چیونٹی اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلے اور وہ اِس طرح کہ تم کہو، اللہ کی قسم، تیری ماں کی قسم، اے فلانی، میری جان کی قسم۔

اور یہ کہے کہ اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے اور اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے ۔

اور یہ کہ انسان اپنے ساتھی سے کہے "جو اللہ چاہے اور تم چاہو" اور یہ کہ "اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا" تو اِس میں "فلاں" نہ رکھ کیونکہ یہ سب باتیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی تعریف میں آتی ہیں ۔

Marfat.com

وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ ۔ (رواه الترمذي وحسّنه وصححه الحاكم)

وقال ابن مسعود رضي الله عنه : لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهٖ صَادِقًا ۔

وعن حذيفة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : "لَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللهُ وَ شَآءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَاشَآءَ اللهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ" ۔ (رواه ابوداؤد بسند صحيح)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے لیے غیر اللہ کی قسم کھانے سے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ "جو اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے"۔ بلکہ یہ کہو "جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں شخص چاہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ :
"اپنے معبودانِ باطل کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ وہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ تکلیف میں مبتلا کر سکتے ہیں، تم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو تمہیں رزق دے سکے اور اس بات کو بھی تم اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس توحیدِ خالص کی تمہیں دعوت دے رہے ہیں وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔"

Marfat.com

و جاء عن ابراهيم النخعيّ رحمه الله أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَقُوْلَ : أَعُوْذُ بِاللهِ وَ بِكَ وَ يَجُوْزُ أَنْ يَقُوْلَ : بِاللهِ ثُمَّ بِكَ ۔

قَالَ وَ يَقُوْلُ : لَوْ لَا اللهُ ثُمَّ فُلَانٌ وَ لَا تَقُوْلُوْا : لَوْ لَا اللهُ وَ فُلَانٌ ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے، یہ نہ کہو کہ میں اللہ اور تیری پناہ چاہتا ہوں البتہ یہ کہنا جائز ہے کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور پھر تیری ۔ یہ بھی کہہ سکتے ہو "اگر اللہ نہ ہوتا پھر فلاں شخص بھی نہ ہوتا"۔ یہ نہ کہو "اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا"۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ،

"یہود و نصاریٰ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے جیسا کہ تورات اور انجیل میں مذکور ہے"۔

قوله : قال ابن عباس رضی اللہ عنہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تنبیہ ادنیٰ شرک سے اعلیٰ تک ممتد ہے۔

قوله : فقد كفر او اشرك :

حدیث میں راوی نے حرف "او" استعمال کیا ہے۔ یہ راوی کو شبہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقد كفر ارشاد فرمایا تھا یا فقد اشرك

یہ بھی ممکن ہے کہ "او" بمعنی "و" ہو۔ اس صورت میں عبارت یوں ہوگی ۔

فقد كفر و اشرك

اس دوسری صورت میں کفر دون کفر مراد ہوگا جیسے شرک دون شرک ہے ۔

قوله ، وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف بالله كاذبا

ہر شخص کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن شرک تمام بڑے بڑے گناہوں سے زیادہ سنگین ہے اگرچہ شرکِ اصغر ہی کیوں نہ ہو۔

شرکِ اصغر جب تمام کبیرہ گناہوں سے زیادہ سنگین ہے تو اس سے شرکِ اکبر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو خلودِ جہنم کا موجب ہے۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: تفسیر آیة البقرة فی الأنداد

الثانیة: أن الصحابة رضی اللہ عنہم یفسرون الآیة النازلة فی الشرك الأكبر أنها تعم الأصغر

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① انداد کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت کی تفسیر

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ شرکِ اکبر کے متعلق جو آیت نازل ہوتی اسے شرکِ اصغر پر بھی محمول کرتے۔

قوله : عن حذیفة ،
واؤ کا عطف معطوف اور معطوف الیہ کو مساوی حیثیت دیتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں دونوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یہ عطف ترتیب اور تعقیب کا تقاضی نہیں ہوتا اور اگر عطف ثُمَّ کے ساتھ ہو تو اس میں تراخی پائی جاتی ہے اور مہلت کا پہلو نکلتا ہے۔ اس صورت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا لہٰذا مخلوق کو خالق کائنات کے ساتھ برابر قرار دینا شرک ہے۔

قوله : انه یکره ان یقول اعوذ باللہ وبك ،
جائز اور ناجائز الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں گزشتہ صفحات میں پوری تفصیل سے بحث گزر چکی ہے۔

زیر نظر الفاظ کا استعمال اُن افراد کے بارے میں ہے جو زندہ اور حاضر ہیں اور جن کو کسی کام کے کرنے پر کوئی قدرت حاصل ہے۔

لیکن وہ افراد جو فوت ہو چکے ہیں جن کو یہ علم بھی نہیں ہے کہ ہمیں کون پکار رہا ہے اور نہ ان کو نفع اور تکلیف دینے پر کوئی قدرت حاصل ہے۔ ایسے مُردہ افراد پر اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا حرام ہے اور کسی صورت میں بھی ان کی طرف رجوع کرنا اور ان کو مرکزِ توجہ ٹھہرانا جائز نہیں ہے

Marfat.com

الثالث: أَنَّ الْحَلْفَ بِغَيْرِ اللهِ شِرْكٌ.

الرابع: أَنَّهُ إِذَا حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ صَادِقًا فَهُوَ أَكْبَرُ مِنَ الْيَمِينِ الْغَمُوسِ.

الخامس: أَلْفَرْقُ بَيْنَ الْوَاوِ وَ ثُمَّ فِي اللَّفْظِ.

---

③ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا شرک ہے۔

④ غیر اللہ کے نام کی سچی قسم کھانا، اللہ کی جھوٹی قسم کھانے سے بھی بدترین فعل ہے۔

⑤ "واؤ" اور "ثمّ" کے الفاظ سے عطف میں فرق پیدا ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

باب

ما جاء فيمن لم يقنع بالحلف بالله

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی قسم نہیں کھانی
چاہیے اور قسم لینے والے کا فرض ہے کہ قسم کے بعد اپنے مخالف سے
متعلق حسن ظن رکھے ۔

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ مَنْ حَلَفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ۔ وَ مَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ، وَ مَنْ لَّمْ يَرْضَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ۔ (رواہ ابن ماجۃ بسند حسن)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھاؤ۔ جو اللہ کی قسم کھائے وُہ سچ بولے۔

اور جس کے لیے اللہ کی قسم کھائی، اُسے راضی ہونا چاہیے اور جو راضی نہ ہو، وہ بندگانِ خدا میں سے نہیں ہے۔

قولہ: لا تحلفوا بآبائکم:

غیر اللہ کی قسم اُٹھانے کی ممانعت کے بارے میں گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے

قولہ: من حلف باللہ فلیصدق:

سچائی ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں اس عمل کی خصوصی طور پر ترغیب دی ہے۔ فرمایا:

یا ایها الذین امنوا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو،
اتقوا اللہ وکونوا مع	اللہ سے ڈرو اور اچھے لوگوں
الصّٰدقین	کا ساتھ دو۔
انما یفتری الکذب	جھوٹ اور افترا تو وُہی لوگ کرتے
الذین لا یؤمنون	ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں
بآیات اللہ۔ (۱۶-۱۰۵)	لاتے۔

قولہ: ومن حلف لہ باللہ فلیرض ومن لم یرض فلیس من اللہ:

جب مدعا علیہ قسم اُٹھا لے تو مدعی کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر اعتبار کرے۔

حدیث کا یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قسم اُٹھانے والے کی قسم کا اعتبار کرنا واجب ہے اور یہ کہ اُس سے حسنِ ظن رکھے جب تک کہ اس کا جھوٹ واضح نہ ہو جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

Marfat.com

فيه مسائل

الاولى: أَلنَّهْيُ عَنِ الْحَلْفِ بِالْآبَآءِ

الثانية: أَلْأَمْرُ بِالْمَحْلُوفِ لَهٗ بِاللّٰهِ أَنْ يَّرْضٰى۔

الثالثة: وَعِيْدُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① والدین کی قسم اٹھانے کی ممانعت۔

② جس شخص کے لیے اللہ کے نام کی قسم لی گئی اُسے قسم کے بعد راضی ہو ہونے کا حکم۔

③ جو شخص قسم لینے کے بعد بھی راضی نہ ہوا اُس کو وعید

لا تظنن بکلمة	مسلمان کی زبان سے جو بات نکلے
خرجت من مسلم	اُس سے شر کا مفہوم نہ لو جب تک
شرا وانت تجدلها	کہ تم اُس سے خیر کا محل پاتے
خیرا محملا۔	ہو۔

یہ کردار حسن خلق، مکارم اخلاق، کمال عقل اور دین میں پختگی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

Marfat.com

باب قول

ماشاءاللہ وشئت

جو اللہ چاہے اور "اے محمد ﷺ! جو آپ چاہیں"
کے الفاظ زبان سے نکالنا شرک ہے۔ زمانہ نبوت
کے یہودی اور عیسائی بھی ان الفاظ کو شرک
قرار دیتے تھے۔

Marfat.com

عن قُتَيلَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ يَهُودِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ
إِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ : تَقُولُونَ :
مَاشَاءَ اللهُ وَ شِئْتَ . وَ تَقُولُونَ
وَ الْكَعْبَةِ
فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادُوا أَنْ
يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ
وَ أَنْ يَقُولُوا : مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ
شِئْتَ . (رواه النسائی وصحّحه)

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا

کہ تم لوگ بایں طور مرتکب شرک ہوتے ہو کہ کہتے ہو، جو اللہ چاہے اور تم چاہو، نیز کہتے ہو کعبہ کی قسم۔

پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جب وہ قسم کھانا چاہیں تو (کعبہ کی قسم نہ کہیں بلکہ) رب کعبہ کی قسم کہیں اور یہ کہیں کہ جو اللہ چاہے اور پھر تو چاہے۔

قوله : عن قتيلة :

یہ صحابیہ انصاری مہاجرہ ہیں، ان کے والد ماجد کا نام صیفی تھا، سنن نسائی میں ان سے روایت مروی ہے جو اسی باب میں درج ہے۔

حضرت عبداللہ بن یسار الجعفی اس جلیل القدر صحابیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

زیر نظر حدیث سے پتا چلتا ہے کہ :

حق بات کہنے والا کوئی بھی ہو اُسے تسلیم کر لینا چاہیے۔

کعبہ کی قسم نہ اٹھانی چاہیے، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہی وہ بیت اللہ ہے کہ حج اور عمرہ کرنے کے لیے جس کا قصد کرنا فرض ہے۔

Marfat.com

و لهٗ ایضًا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَاشَآءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ - فَقَالَ أَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا ؟ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ -

ولابن ماجة عن الطفيل اخی عائشة رضی اللہ عنہا لامّها قال : رَأَيْتُ فِيْمَا يَرَى النَّآئِمُ كَأَنِّيْ أَتَيْتُ عَلٰى نَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ قُلْتُ : إِنَّكُمْ لَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ - قَالُوْا وَ إِنَّكُمْ لَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَآ أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ -

---

نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ اِس پر آپ نے فرمایا، کیا تُو نے مجھ کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا ہے۔ صرف یہ کہا کرو کہ جو اللہ تنہا چاہے۔

ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مادر زاد بھائی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، میں نے کہا تم بہتر لوگ ہو اگر حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔

اُنہوں نے جواب دیا کہ تم بھی بہتر لوگ ہو اگر یہ نہ کہو کہ جو اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔ پھر عیسائیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، میں نے کہا تم بہت اچھے لوگ ہو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے کہا کہ تم بھی اچھے لوگ ہو، اگر "جو اللہ اور محمد چاہے" کے الفاظ نہ کہو۔

Marfat.com

اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی ممانعت عام ہے، نہ کسی مقرب فرشتے کو، نہ کسی نبی مرسل کو، نہ بیت اللہ کو، غرض یہ کہ کسی کو بھی اللہ کریم کے ساتھ شریک بنانا حرام ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل عوام بیت اللہ کی قسمیں اُٹھانا اور اس سے ایسا سوال کرنا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی پورا کر سکتا ہے، جیسے قبیح عمل کا ارتکاب کرتے ہیں، ہر عقلمند اور صاحب بصیرت شخص کے سامنے یہ مسئلہ واضح ہے کہ بیت اللہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ کسی کو ادنیٰ سی مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اللہ کریم نے تو صرف اس کا طواف کرنا اور اس کے اندر عبادت کرنا جائز قرار دیا ہے اور اس کو امت محمدیہ ﷺ کے لیے قبلہ مقرر فرمایا ہے، بیت اللہ کا طواف کرنا جائز اور اس کی قسم اٹھانا حرام قرار دیا ہے جو شرک فی العبادۃ ہے لیکن

فبدل الذین ظلموا	جو ظالم تھے انھوں نے اس لفظ
قولا غیر الذی	کو جس کا ان کو حکم دیا تھا بدل کر
قیل لھم	اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا۔

قولہ : انکم تشرکون تقولون : ما شاء اللہ وشئت ؛

انسان کا ارادہ ایک مستقل عمل ہے لیکن انسان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے جیسا کہ فرمایا ؛

وما تشاءون الا ان یشاء	اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی
اللہ رب العالمین.	جو اللہ رب العالمین چاہے۔

اس آیت اور حدیث سے فرقہ قدریہ اور معتزلہ کی تردید ہوتی ہے۔ یہ دونوں فرقے تقدیر کے منکر ہیں۔ ان گمراہ فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی مرضی اور مشیت کے خلاف انسان کوئی بھی عمل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ؛

انا کل شیء خلقناہ	ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے
بقدر (۵۴ـ ۴۹)	ساتھ پیدا کی ہے۔
وخلق کل شیء	اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر
فقدرہ تقدیرا ۔	اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا ۔

صحیحین کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ؛

اوّل ما خلق اللہ	اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم
القلم فقال لہ اکتب	کو پیدا فرمایا اور اُسے کہا کہ لکھ،
فجری بما ھو کائن	پس قلم نے ہر وہ چیز لکھ دی جو
الی یوم القیٰمۃ ۔	قیامت تک ہونے والی تھی۔

قولہ : ولہ ایضا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رجلا :

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی گزشتہ حدیث کی تائید کرتا ہے کہ غیر اللہ

Marfat.com

کی قسم کھانا شرک ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان عطف حرف وَ سے ہو تو حکم میں دونوں برابر ہوتے ہیں کیونکہ وَ مطلق جمع کے لیے وضع کی گئی ہے۔

پس ثابت ہُوا کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ کسی ادنیٰ سی چیز میں بھی مماثلت نہیں دی جا سکتی۔ نہ اس کی الوہیت میں اور نہ اس کی ربُوبیت میں۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں دو انسانوں کا واقعہ گزر چکا ہے جن میں سے ایک قبر پر مکھی کا چڑھاوا دے کر جہنم میں داخل ہو گیا۔

قوله ، عن الطفيل اخي عائشة لامها :

حضرت طفیل بن عبداللہ بن سنجرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔ والدہ کی طرف سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ ابن ماجہ میں ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے جس کو مصنف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

پیشِ نظر حدیث میں جس خواب کا تذکرہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ سچا خواب تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔ اس حدیث میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے فرمایا :

ما شاء الله و شاء محمد کہنا حرام ہے بلکہ اس حدیث اور گزشتہ حدیث دونوں میں فرمایا کہ صرف

ما شاء الله وحدهٗ - جو اکیلا اللہ چاہے

کہا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت اور تفہیم توحید کا حق ادا کر دیا اور شرک کی ادنیٰ اور اعلیٰ حیثیت سے بھی لوگوں کو ڈرایا اور آگاہ فرمایا۔

لیکن افسوس! کہ قارئینِ کرام امتِ مسلمہ کو شرکِ اکبر میں گرفتار دیکھیں گے کہ ایک ماہ، دو ماہ یا اس سے بھی زیادہ مسافت سے فوت شدہ افراد کو پکارتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نفع دے سکتے ہیں اور نقصان بھی اور اتنی دُور سے وہ سُن رہے ہیں اور لوگوں کی دُعاؤں کو قبول بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے فوت شدہ افراد کو ملک، تدبیر اور علمِ غیب وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے رسُولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو پس پشت ڈال رکھا ہے، اوامر و نواہی سب کو بالائے طاق رکھا ہُوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتاب و سُنّت کو سُنا تک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک کی تردید کے لیے مبعوث فرمایا، آپ ہمیشہ توحیدِ الٰہی کا درس دیتے رہے اور اُمت کو اخلاص عبادت کی دعوت دیتے رہے، حتیٰ کہ اللہ نے دینِ اسلام اور اپنی نعمت کو مکمل فرمایا لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کمال سے گمراہی کو اختیار کر لیا ہے، نجات کے راستہ کو چھوڑ کر ہلاکت و بربادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

Marfat.com

ثُمَّ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ مِّنَ النَّصَارٰی فَقُلْتُ إِنَّكُمْ لَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ۔ قَالُوْا وَ إِنَّكُمْ لَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ۔ مَاشَآءَ اللهُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ۔

فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَخْبَرْتُ بِهَا مَنْ أَخْبَرْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهٗ قَالَ هَلْ أَخْبَرْتَ بِهَا أَحَدًا؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَحَمِدَ اللهَ وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ۔ أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ طُفَيْلًا رَأٰى رُؤْيَا أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ وَ إِنَّكُمْ قُلْتُمْ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِيْ كَذَا وَ كَذَا أَنْ أَنْهَاكُمْ عَنْهَا فَلَا تَقُوْلُوْا: مَاشَآءَ اللهُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا: مَاشَآءَ اللهُ وَحْدَهٗ۔

پھر میرا گذر ایک عیسائی جماعت پر ہُوا میں نے کہا تم اچّھے لوگ ہو اگر یہ نہ کہو کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ وُہ بولے کہ تُم بھی اچھّے لوگ ہو اگر یہ نہ کہا

زیرِنظر حدیث میں جس خواب کا ذکر ہے اُس کا تعلق اگرچہ حالتِ نیند سے ہے لیکن رسولِ مکرم ﷺ نے اس کو صحیح قرار دیا اور فرمایا کہ یہ خواب سچّا ہے۔

Marfat.com

کرو کہ۔ جو اللہ چاہے اور محمد ﷺ چاہے۔

صبح ہوئی تو میں نے یہ بات کچھ لوگوں کو بتائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ سے بھی یہ بات عرض کی۔ فرمایا کسی اور کو بھی بتایا؟ عرض کی جی ہاں! (آپؐ منبر پر کھڑے ہوئے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا۔

اما بعد! طفیل (رضی اللہ عنہ) نے ایک خواب دیکھا ہے جو تم میں سے بعض کو بتا بھی دیا ہے، تم ایک ایسا جملہ بولتے تھے کہ میں اس سے تم کو روکنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ تم آئندہ "جو اللہ اور محمدؐ چاہے" نہ کہا کرو، بلکہ کہا کرو "جو اکیلا اللہ چاہے"۔

فیہ

مسائل

الاولیٰ: مَعْرِفَةُ الْيَهُوْدِ بِالشِّرْكِ الْأَصْغَرِ۔

الثانیۃ: فَهْمُ الْإِنْسَانِ إِذَا كَانَ لَهُ هَوًى

الثالثۃ: قَوْلُهُ ﷺ أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا۔ فَكَيْفَ بِمَنْ قَالَ ؎
مَالِيَ مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ۔
وَ الْبَيْتَيْنِ بَعْدَهٗ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① شرکِ اصغر سے یہودیوں کا آگاہ ہونا۔

② خواہشات کے دباؤ کے وقت انسان کا شرک سے متعلق خوب آگاہ ہونا

③ رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے اور اُس شخص کے شرک میں کون سی کسر باقی رہ گئی ہے جس نے یہ اشعار لکھ دیئے کہ مَالِيَ مَنْ أَلُوْذُ بِهٖ الخ

Marfat.com

الرابعة: أَنَّ هٰذَا لَيْسَ مِنَ الشِّرْكِ الْأَكْبَرِ لِقَوْلِهٖ: "يَمْنَعُنِيْ كَذَا وَ كَذَا"۔

الخامسة: أَنَّ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ مِنْ أَقْسَامِ الْوَحْيِ۔

السادسة: أَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ سَبَبًا لِشَرْعِ بَعْضِ الْأَحْكَامِ۔

---

④ مَا شَاءَ اللهُ وَ شَاءَ مُحَمَّدٌ کہنا شرکِ اصغر ہے نہ کہ شرکِ اکبر۔ اس کے شرکِ اصغر ہونے کی دلیل آپؐ کا یہ ارشاد ہے کہ یمنعني كذا و كذا

⑤ اچھا خواب وحی کی اقسام میں سے ہے۔

⑥ اچھا خواب بعض اوقات کسی حکم کی وضاحت اور تشریح کیلئے دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

باب

من سب الدهر فقد آذى الله

اس باب میں اس اہم بات کی
وضاحت کی گئی ہے کہ زمانے
کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا رسانی
کے مترادف ہے

Marfat.com

وقول اللہ تعالیٰ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (الجاثية : ٢٤)

اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دُنیا ہی کی ہے کہ یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔ اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔

قولہ : وقالوا ما ھی الاحیاتنا الدنیا ،

اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

"اللہ تعالیٰ، دہریہ اور کفار اور ان کے ہمنوا مشرکین عرب کے قیامت کے انکار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ دُنیوی زندگی کو ہی اصل قرار دیتے ہیں جس میں ایک کے بعد دوسری قوم آتی اور اپنی زندگی گزار کر چلی جاتی ہے، ان کے نزدیک دوبارہ اُٹھائے جانے اور قیامت کے برپا ہونے کا کوئی معقول جواز نہیں ہے۔

یہ تھا مشرکین عرب کا عقیدہ جو معاد کے منکر تھے اور فلاسفہ الہیین کا بھی یہی عقیدہ ہے جو نہ تو ابتدائے آفرینش کے قائل ہیں اور نہ قیامت کو مانتے ہیں۔ نیز فلاسفہ دہریہ یا فلاسفہ دوریہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہ لوگ صانع حقیقی کے منکر ہیں۔ مزید برآں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چھتیس ہزار سال کے بعد دوبارہ ہر چیز اپنی پہلی شکل وصورت میں آجاتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے اور رہے گا۔

پس ان لوگوں نے ہر معقول بات اور منقول دلائل کو پس پُشت ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ وما یھلکنا الا الدھر۔

صحیح (بخاری) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کہتا ہے ؛

وما لھم بذلک	ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں،
من علم ان	وہ صرف ایک گمان رکھتے
ھم الا یظنون	ہیں۔

ان مشرکین کی یہ اپنی خیالی باتیں ہیں۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

Marfat.com

صحیحین، ابو داؤد اور نسائی کی وہ روایت جو سفیان بن عیینہ، عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے جس میں آپ نے فرمایا، اللہ کہتا ہے کہ:

یوذینی ابن	ابن آدم زمانے کو گالی دے کر
آدم یسب الدھر	مجھے تکلیف دیتا ہے کیونکہ میں ہی
وانا الدھر بیدی	زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں تمام
الامر اقلب اللیل	امور کی باگ ڈور ہے، دن اور رات
والنھار۔	میں تبدیلی میرا کام ہے۔
وفی روایۃ:	ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:
لا تسبوا الدھر	زمانے کو گالی نہ دیا کرو کیونکہ میں
فانی انا الدھر۔	ہی زمانہ ہوں۔
وفی روایۃ:	ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:
لا یقل ابن آدم:	ابن آدم کو یہ بات نہ کہنی چاہیئے کہ
یا خیبۃ الدھر	اے زمانے! تیرا ستیاناس ہو، کیونکہ
فانی انا الدھر	میں ہی زمانہ ہوں، دن رات کو میں
ارسل اللیل والنھار	ہی بھیجتا ہوں، میں جب چاہوں گا
فاذا شئت قبضتھما۔	ان کو ختم کر دوں گا۔

اس حدیث کے متعلق امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ:

"اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو مختلف طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔

مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ زمانے کی مذمت کیا کرتے تھے۔ جب بھی اُن پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہو جاتی تو زمانے کو گالی دینا شروع کر دیتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ ان مصائب و مشکلات کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہم کو زمانے کے نشیب و فراز نے تباہ کر دیا ہے تو نتیجۃً ان کی گالیوں کا براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہوتی کیونکہ حقیقی طور پر وہ تمام اُمور جو مشرک سرانجام دیتے ہیں، ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے لہذا زمانے کو گالیاں دینے سے روک دیا گیا"۔

فعل کی نسبت زمانے کی طرف کرنا اور اسے بُرا بھلا کہنا یہ مولدین شعراء کے کلام میں کثرت سے ہے جیسے ابن معتز اور متنبی وغیرہ۔

لیکن قرآن کریم کا بعض سن و سال کو شدت سے تعبیر کرنا اس میں داخل نہیں جیسے اللہ تعالیٰ سورۂ یوسف میں فرماتا ہے کہ:

ثم یأتی من بعد	پھر اس کے بعد سات سال قحط سالی
ذلک سبع شداد۔	کے آئیں گے۔

Marfat.com

و فی الصحیح عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم
قَالَ قَالَ اللهُ تَعَالىٰ يُؤْذِيْنِي ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَ أَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ۔
و في رواية : " لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ "۔

صحیح (بخاری) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ
ابنِ آدم زمانہ کو گالی دے کر مجھے تکلیف دیتا ہے کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں دن اور رات میں تبدیلی میں ہی کرتا ہوں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ " زمانہ کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے "۔

کسی شاعر نے کہا ہے کہ :

ان اللیالی من الزمان مهولة　　　تطوی وتنشر بینها الاعمار
راتیں زمانے کو ہولناک بنا دیتی ہیں، ان میں عمریں لپیٹی اور پھیلائی جاتی ہیں

فقصارهن مع الهموم طویلة　　　وطوالهن مع السرور قصار
چھوٹی راتیں غموں کے ساتھ لمبی ہو جاتی ہیں اور لمبی راتیں خوشی کے ساتھ چھوٹی ہو جاتی ہیں

ابو تمام کہتا ہے :

اعوام وصل کاد ینسی طیبها　　　ذکر النوی فکانها ایام
وصل کے سال اس درجہ پُرمسرت ہیں کہ قریب ہے ان کی خوشی موت کے

ثم انبرت ایام هجر اعقبت　　　نحوی اسی فکانها اعوام
تذکرہ کو بھی بھلا دے گی، گویا کہ وہ دن ہیں پھر ان کے پیچھے ہجر کے دن ظاہر ہوئے

ثم انقضت تلک السنون واهلها　　　فکانها وکانهم احلام
اور انھوں نے مجھے غم میں مبتلا کر دیا گویا کہ وہ سال ہیں پھر وہ سال، ان میں بسنے والے سب رخصت ہو گئے اور یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا وہ سال اور وہ لوگ ایک خواب تھے۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: أَلنَّهْيُ عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ

الثانیۃ: تَسْمِيَتُهُ أذَى اللهِ۔

الثالثۃ: أَلتَّأَمُّلُ فِي قَوْلِهِ "فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ"۔

الرابعۃ: أَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ سَابًّا وَ لَوْ لَمْ يَقْصِدْهُ بِقَلْبِهِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① زمانے کو گالی دینے سے روکنا۔

② زمانہ کو گالی دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

③ لفظ ان اللہ ھو الدھر پر غور و فکر کرنا۔

④ زمانے کو بُرا کہنا بعض اوقات گالی ہی ہوتا ہے اگرچہ انسان کے دِل میں گالی دینا مقصود نہ ہو۔

Marfat.com

باب التسمی

تقاضی القضاۃ

مصنف رحمہ اللہ نے کسی کو "قاضی القضاۃ" کہنے کی
ممانعت کے سلسلے میں یہ عنوان تجویز کیا ہے آئندہ سطور
میں آنے والی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عنوان
قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ
اس کی خالق حقیقی سے مشابہت پائی جاتی ہے

Marfat.com

وفی الصحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ: "إِنَّ أَخْنَعَ إِسْمٍ عِنْدَاللهِ رَجُلٌ تَسَمّٰى "مَلِكَ الْأَمْلَاكِ" لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰهُ"۔

صحیح (بخاری) میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ حقیر شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہیں ہے۔

قولہ: ان اخنع اسم عند اللہ رجل تسمی ملک الاملاک:

لفظ ملک الاملاک صرف ذاتِ باری پر ہی صادق آتا ہے۔ کیونکہ وُہی حقیقی ملک اور بادشاہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

لہ الملک ولہ الحمد	اُسی کی سچی بادشاہی ہے اور اُسی
و ھو علی کل	کی تعریف (لامتناہی) ہے اور وہ
شیء قدیر (۶۴-۱)	ہر چیز پر قادر ہے۔

ربّ کائنات دُنیا کے عارضی بادشاہوں میں اپنی مرضی اور مشیت کے مطابق جس قسم کا تصرف چاہتا ہے کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

قل اللھم مالک الملک	کہو کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے
تؤتی الملک من تشاء	مالک تُو جس کو چاہے بادشاہی بخشے
وتنزع الملک ممن تشاء	اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے
و تعز من تشاء	اور جس کو چاہے عزت دے اور
وتذل من تشاء	جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح
بیدک الخیر انک	کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور
علیٰ کل شیء قدیر (۳-۲۶)	بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔

لہٰذا مخلوق میں سے کسی کی اس طرح عظمت نہیں ہونی چاہیئے جس سے وہ خالق کائنات کے مشابہ ہو جائے اور جہاں کہیں مشابہت کا شائبہ ہو وہاں تردید لازمی ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اسی باب کا عنوان قائم کر کے واضح کیا ہے کیونکہ یہ مفہوم صرف اللہ پر ہی صادق آتا ہے لہٰذا مخلوق پر اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے صحیح نہیں ہیں کیونکہ ہر لفظ اپنی عظمت و کمال کا متقضی ہوتا ہے لہٰذا یہ عظمت اللہ کے سوا کسی کے لیے زیب نہیں دیتی۔

Marfat.com

قَالَ سُفْيَانُ رحمه الله: "مِثْلَ شَاهَانِ شَاهْ"۔
وفي رواية: أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ أَخْبَثُهُ۔
قوله: "أَخْنَعَ" يَعْنِي أَوْضَعَ۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں جیسے شاہان شاہ۔

ایک روایت میں "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب اور خبیث" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

أخنع کے معنی سب سے زیادہ ذلیل وخوار۔

قوله، قال سفیان مثل شاهان شاه:
عجمی زبان میں "شاہان شاہ" لفظ ملک الاملاک کے مفہوم کو ادا کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت سفیان رحمہ اللہ نے مثال دے کر سمجھایا ہے۔

قوله، فی روایة اغیظ رجل علی الله،
لفظ اغیظ، غیظ سے مشتق ہے۔ یہ غضب اور بغض کے معنی میں آتا ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ ایسا شخص اللہ کے ہاں انتہائی مغضوب علیہ ہے۔
اللہ کا غضبناک ہونا، یہ اس کی ایسی صفت ہے جس پر بغیر تحریف و تاویل اور بلا تشبیہ و تمثیل ایمان لانا واجب ہے۔ واللہ اعلم
قوله، واخبثه،
یہ لفظ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ملک الاملاک یا شاہان شاہ وغیرہ الفاظ کو اپنے لیے پسند کرے اور خوش ہو وہ عنداللہ بہت ہی خبیث النفس ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے لیے ایسی تعظیم پسند کی جس کا وہ مستحق نہ تھا اور طرفہ یہ کہ اس نے اس تعظیم کو بُرا سمجھا اور نہ ہی اس کی تردید کی۔
قوله، اخنع،
اس کے معنی اوضع کے ہیں یعنی بہت ہی ذلیل۔
مذکورہ صفات کمال توحید جس پر کلمۂ اخلاص دلالت کناں ہے کے منافی ہیں، ان میں شرک کی آمیزش ہے اگرچہ شرک اکبر تک نوبت نہیں پہنچتی۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: أَلنَّهْيُ عَنِ التَّسَمِّيْ بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ۔

الثانیۃ: انّ مَا فِيْ مَعْنَاهُ مِثْلُهُ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ

الثالثۃ: أَلتَّفَطُّنُ لِلتَّغْلِيْظِ فِيْ هٰذَا وَ نَحْوِهٖ مَعَ الْقَطْعِ بِأَنَّ الْقَلْبَ لَمْ يَقْصِدْ مَعْنَاهُ۔

الرابعۃ: أَلتَّفَطُّنُ أَنَّ هٰذَا لِأَجْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① کسی کو ملک الاملاک کے نام سے موسوم کرنے کی ممانعت۔

② ہر وہ لفظ یا جملہ جس سے مَلِک الأملاک کے معنیٰ ظاہر ہوں، اسکی ممانعت، جیسے سُفیان رحمہ اللہ نے مثال دے کر سمجھایا۔

③ اِس باب میں اور دُوسرے تمام مقامات پر جہاں اِس قسم کی شدت اختیار کی گئی ہے، اِس پر ٹھنڈے دِل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ دِلی کیفیت اِس کے مفہوم و معنیٰ کی متحمل نہ بھی ہو پھر بھی اِس قسم کے القاب اسما کا استعمال ممنوع ہے۔

④ اِس بات کو بھی خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اِس نوعیت کی تمام شدتیں صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت ہی کی وجہ سے اختیار کی گئی ہیں۔

Marfat.com

باب

احترام
اسماء اللہ تعالیٰ

اس باب میں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تعظیم
کی جائے اور اسی بنیاد پر مشرکانہ ناموں کو بدل ڈالنا ضروری ہے۔

Marfat.com

عن ابی شریح رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يُكَنَّى أَبَا الْحَكَمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَ إِلَيْهِ الْحُكْمُ۔ فَقَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ۔ فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحکم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا صرف اللہ ہی حکم ہے اور حکم اُسی کا ہے۔

اُنھوں نے کہا میری قوم کے افراد جب کسی معاملے میں اختلاف کرتے ہیں تو میرے پاس آجاتے ہیں، مَیں اُن کا فیصلہ کر دیتا ہوں جس پر دونوں فریق رضامند ہوجاتے ہیں۔ فرمایا کیسی اچھی بات ہے۔

قولہ : عن ابی شریح

صاحب خلاصۃ التذہیب کے قول کے مطابق ابوشریح الخزاعی کا نام خویلد ابن عمرو تھا۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہُوئے۔ ان سے بیس احادیث مروی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم ان کی دو حدیث کی روایت پر متفق اور ایک حدیث میں امام بخاری منفرد ہیں۔

ابوسعید المقبری اور نافع بن جبیر کے علاوہ ایک جماعت نے ابوشریح سے روایت کی ہے۔ ابن سعد کی تصریح کے مطابق ابوشریح ۶۸ھ ہجری مدینہ طیبہ میں فوت ہُوئے۔

قولہ ، انہ کان یکنیٰ ابا الحکم :

جس شخص کا نام والدین میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہو، اس لفظ کو کنیت کہا جاتا ہے جیسے ابُومحمد۔

اور جو اس طرح نہ ہو اُسے لقب کہتے ہیں جیسے زین العابدین وغیرہ۔

قولہ ، ان اللہ ھو الحکم والیہ الحکم ،

دُنیا اور آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔ دُنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما کر فیصلہ کرتا ہے جو اُس نے اپنے تمام انبیاء و رسل پر نازل فرمائی۔ ان فیصلوں کو سمجھنا اُمّتِ محمدیہ کے اہل علم اور اصحابِ بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے آسان

Marfat.com

فرمایا کیونکہ بحیثیت مجموعی اُمتِ مُحمّدیہ گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ بعض مسائل میں اگرچہ علمائے امت مختلف رجحانات رکھتے ہیں لیکن ان میں کسی ایک کا حق پر ہونا لازمی اور ضروری ہے لہذا جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ فہم اور صحیح بات کو سمجھنے اور پرکھنے کا ملکہ عطا فرمایا ہے اس کے لیے حق بات کو پا لینا کوئی مشکل کام نہیں اور یہ صرف اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان اور اس کی خاص توفیق سے ہی ممکن ہے اور یہ اللہ کریم کا خاص عطیہ اور اس کا فضل ہے۔

ہم سب اللہ کریم سے اس عظیم عطیہ اور فضل کی بھیک مانگتے ہیں۔

قوله : واليه الحكم :

دُنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کا فیصلہ ہو گا جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ :

وما اختلفتم فيه	تمہارے درمیان جس معاملہ میں بھی
من شئ فحكمه	اختلاف ہو۔ اس کا فیصلہ کرنا اللہ
الى الله (الشوریٰ-۱۰)	تعالیٰ کا کام ہے۔
فان تنازعتم فى	اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں
شئ فردوه الى	نزاع ہو جائے تو اسے اللہ تعالےٰ
الله والرسول ان	اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو
كنتم تؤمنون	اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت
بالله واليوم الآخر	پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح
ذلك خير واحسن	طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار
تاويلا۔ (النساء-۵۹)	سے بھی بہتر ہے۔

لہذا متنازعہ فیہ مسائل میں اللہ تعالیٰ ہی کو حکم ماننا چاہیئے، اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

اور یا پھر اپنے جھگڑے کو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیئے اسکی صورت یہ ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی خدمت میں جا کر فیصلہ کروایا جائے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔

اور اب آپ کی غیر موجودگی میں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سُنّت اور احادیث کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور اس کے مطابق اپنے اختلاف کو ختم کیا جائے۔

قوله : ان قومى اذا اختلفوا فى شئ :

ابو شریح رضی اللہ عنہ کے اس جُملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قوم نے جب یہ دیکھا کہ ابو شریح رضی اللہ عنہ عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں اور فریقین ان سے خوش ہوتے ہیں تو وہ اپنے اس وصف کی وجہ سے ہر شخص کے منظورِ نظر بن گئے۔ اسی کو صلح کہتے ہیں کیونکہ صلح کا دار و مدار ہی رضا پر ہے نہ کہ دوسرے پر بوجھ ڈالنے اور یہود و نصاریٰ کی طرح

Marfat.com

فَمَالَكَ مِنَ الْوَلَدِ ؟ قَالَ شُرَيْحٌ وَ مُسْلِمٌ وَ عَبْدُ اللهِ : قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ ؟ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَأَنْتَ أَبُوْ شُرَيْحٍ

فرمایا تیری اولاد کیا ہے ؟ عرض کیا شریح ، مسلم اور عبداللہ ۔ فرمایا ان میں سے بڑا کون ہے ؟ مَیں نے کہا شریح ! فرمایا ، تو ٹھیک ہے تم ابو شریح ہو ۔

کہانت پر اعتماد و انحصار کرنے پر ۔

صلح کا دار و مدار اس پر بھی نہیں کہ اہل جاہلیت کی طرح بڑوں کے اقوال کو مُستند سمجھ لیا جائے چنانچہ وہ کتاب و سُنّت کے خلاف اپنے اکابر اور اسلاف سے فیصلے کراتے تھے جیسے آج کل اہل طاغوت کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ ﷺ کو پس پُشت ڈال کر اپنی خواہشات اور مرضی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں آج کل اُمّتِ محمدیہ کی اکثریت اسی مرض میں مبتلا ہے ۔

بعض مقلدین کا بھی یہی حال ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہُوئے جس کی تقلید کرتے ہیں اُس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور صحیح مسلک یعنی کتاب و سُنّت کو چھوڑے ہُوئے ہیں ۔ فانا لله وانا اليه راجعون

قوله : فمالك من الولد :

رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہُوا کہ اگر کوئی شخص اپنی کنیت رکھنا چاہیئے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کے نام سے کنیت رکھے ۔

اس مسئلہ کی تائید میں محدثینِ کرام نے اور احادیث بھی نقل فرمائی ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

ومن لم يحكم بما	اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہُوئے
انزل الله فاولئك هم	احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے تو
الكافرون (۵ - ۴۴)	ایسے ہی لوگ کافر ہیں ۔

کتاب و سُنّت کے مطابق فیصلے نہ کرنے کی مرض آج کل عام ہے ۔ چنانچہ بعض لوگ اپنی رائے اور خواہش کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے گزرے ہوئے اسلاف کے طریقے کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں ۔

ایسی صورت میں جو شخص اپنی رائے ، خواہش اور اپنے اسلاف کے طریقہ پر اڑ جائے اور کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہ کفر ہوگا ۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: إِحْتِرَامُ أَسْمَآءِ اللهِ وَ صِفَاتِهٖ وَ لَوْ لَمْ يُقْصَدْ مَعْنَاهُ۔

الثانیۃ: تَغْيِيْرُ الْإِسْمِ لِأَجْلِ ذٰلِكَ۔

الثالثۃ: إِخْتِيَارُ أَكْبَرِ الْأَبْنَآءِ لِلْكُنْيَةِ

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی عزت و تکریم کرنی چاہیے اگرچہ استعمال کرتے وقت اس کا معنیٰ مقصود نہ ہو۔

② ربِ کریم کے اسماء و صفات کی عزت و تکریم کی وجہ سے نام تبدیل کر لینا۔

③ اپنی کنیت رکھتے وقت بڑے بیٹے کے نام کو اختیار کرنا۔

رسولِ مکرم ﷺ نے اس صحابی کی کنیت ابوالحکم کو تبدیل کر کے اس کے بڑے بیٹے کے نام کنیت رکھ دی اور یہی سُنّت طریقہ مقرر ہُوا۔

یہ تبدیلی اس لیے فرمائی کہ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ ہی حکم ہے۔

ائمہ اسلام کو لفظ حکام سے پکارنا بھی اسی قبیل سے ہے جو آج کل عام بیماری ہے لہٰذا اس حدیث کے پیشِ نظر لفظ حکام کا اطلاق بالکل ترک کر دینا چاہیے۔

Marfat.com

باب

مَنْ هَزَلَ بِشَيْءٍ فِيهِ

ذِكْرُ اللهِ أَوِ الْقُرْآنِ

أَوِ الرَّسُولِ

اِس باب میں

یہ بیان کیا جائیگا کہ قرآنِ کریم، رسولِ کریم ﷺ

یا کسی ایسی چیز کا مذاق اُڑانا جس میں اللہ کریم کا

ذکر ہے ایک کافرانہ فعل ہے

Marfat.com

قولہ تعالیٰ وَ لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَ آيَاتِهِ وَ رَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ○ (التوبة : ٦٥)

اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو "کیا تمھاری ہنسی، دل لگی اللہ، اس کی آیات اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ تھی"۔

قولہ : ولئن سالتھم :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

" ابو معشر مدنی نے محمد بن کعب قرظی وغیرہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ منافقین میں سے ایک شخص نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ :

ہمارے یہ قرار پیٹ کے پجاری ،

زبان کے جھوٹے ،

اور میدانِ جنگ میں انتہائی بزدل ثابت ہوئے ہیں۔

چنانچہ اس منافق کی اس غلط بات کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ یہ منافق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس کی تیز رفتاری کے باعث کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے پتھر اس کے قدموں سے الجھ رہے تھے، ان کی پروا کیے بغیر وہ آپؐ کے پاس پہنچا اور آپؐ نے اس بے ہودہ بات کے متعلق سوال کیا تو اس منافق نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم تو آپس میں استہزاء کر رہے تھے اور مذاق بازی ہو رہی تھی تا کہ سفر کی تکلیف محسوس نہ ہو آپؐ نے قرآن کریم کی تازہ نازل شدہ آیت تلاوت فرمائی :

ابا الله وايته ورسوله	اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان
كنتم تستهزءون۔ لا	لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم نے
تعتذروا قد كفرتم بعد	تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی
ايمانكم ان نعف عن	دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا
طائفة منكم نعذب	دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔

طائفة بانهم كانوا مجرمين۔ (التوبة ـ ٦٥)

Marfat.com

عن ابن عمر و محمد بن کعب و زید بن اسلم و قتادة ﷺ دخل حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ فِيْ بَعْضٍ أَنَّهُ قَالَ رَجُلٌ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكٍ مَا رَأَيْنَا مِثْلَ قُرَّآئِنَا هٰؤُلَآءِ أَرْغَبَ بُطُوْنًا وَ لَآ أَكْذَبَ أَلْسُنًا وَ لَآ أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَآءِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی، زید بن اسلم اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ ان سب کی روایات آپس میں مل جل جاتی ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک منافق نے کہا کہ ہم نے پیٹ کا پجاری، زبان کا جھوٹا اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل ان علم والوں سے کوئی نہیں دیکھا۔

قوله : لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم :

یعنی اس غلط گفتگو اور مذاق و استہزاء کی وجہ سے تم کفر کے مرتکب ہوئے ہو، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں (جیسے مخشی بن حُمیر) تو دوسروں کو ضرور سزا ملے گی۔ یعنی سب کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاء اور مذاق کرکے بدترین جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ ان کو یہ فیصلہ سنا دے کہ قد كفرتم بعد ايمانكم۔

ان لوگوں کی بات درست نہیں جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ لوگ زبانی ایمان لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے ہیں اگرچہ یہ لوگ دل سے تو پہلے ہی کافر تھے۔

کیونکہ زبان سے ایمان کا اظہار اور دل سے کفر و انکار کرنا ظاہری کفر کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ ایمان کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ وہ حقیقتاً پہلے ہی کافر تھے۔

اگر یہ مراد لیا جائے کہ "تم نے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کا اظہار کیا ہے" تو انھوں نے اس کا اظہار عام لوگوں کے سامنے نہیں کیا تھا بلکہ اپنے خاص آدمیوں میں کیا تھا اور وہ ہمیشہ

Marfat.com

يَعْنِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ أَصْحَابَهُ الْقُرَّآءَ۔
فَقَالَ لَهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ كَذَبْتَ
وَ لٰكِنَّكَ مُنَافِقٌ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
ﷺ فَذَهَبَ عَوْفٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
لِيُخْبِرَهُ فَوَجَدَ الْقُرْاٰنَ قَدْ سَبَقَهُ۔
فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
وَ قَدِ ارْتَحَلَ وَ رَكِبَ نَاقَتَهُ۔ فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ
وَ نَتَحَدَّثُ حَدِيْثَ الرَّكْبِ نَقْطَعُ
بِهٖ عَنَّا الطَّرِيْقَ۔

اس قول سے اس کی مراد آں حضرت ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کو فوراً جواب دیا کہ تو جھوٹا اور پکا منافق ہے۔ میں آنحضرت ﷺ کو تمھاری غلط بیانی سے ابھی آگاہ کرتا ہوں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو اس منافق کی بات بتائیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے قرآنِ کریم کی آیات نازل ہو چکی تھیں۔

یہ منافق بھی آں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا تاکہ عُذر خواہی کرے۔ اور آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑے تھے۔ بولا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپس میں دِل بہلا رہے تھے اور سواروں کی سی گپ لڑا رہے تھے جن سے راستہ کاٹنا مقصود تھا۔

Marfat.com

قال ابن عمر رضی اللہ عنہ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مُتَعَلِّقًا بِنَسْعَةِ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ أَنَّ الْحِجَارَةَ تَنْكُبُ رِجْلَيْهِ وَ هُوَ يَقُوْلُ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ۔ فَيَقُوْلُ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (أَبِاللهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ) مَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَ مَا يَزِيْدُهٗ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گویا میں اس وقت اسے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی اونٹنی کے کجاوے کی رسی پکڑے ہوئے ہے اور پتھر اس کے پیروں کو ہٹا رہے ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ بلاشبہ ہم مذاق اور کھیل کرتے تھے۔

اور آپ یہ فرماتے تھے کہ کیا تمھاری دل لگی اور ہنسی اللہ تعالےٰ اور اسکی آیات اور اُس کے رسُول ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو! تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ آپ اس کی طرف نہ توجہ فرماتے اور نہ اِس سے کچھ زیادہ بولتے تھے۔

اپنے خواص ہی کے ساتھ رہے اور الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ منافق ہی رہے۔
زیرنظر واقعہ میں اس بات کو پوری طرح واضح کیا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان کو کسی جملے یا عمل کی وجہ سے کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں دل کے ارادے انتہائی خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ ارادے کی مثال اُس سمندر کی سی ہے جس کا ساحل نہ ہو۔ علم اور اہل علم سے مذاق اور علم کی وجہ سے ان کا احترام نہ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: وَ هِيَ الْعَظِيمَةُ، أَنَّ مَنْ هَزَلَ بِهٰذَا، أَنَّهُ كَافِرٌ۔

الثانیۃ: أَنَّ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأٰيَةِ فِيمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ كَائِنًا مَّنْ كَانَ۔

الثالثۃ: أَلْفَرْقُ بَيْنَ النَّمِيمَةِ وَ بَيْنَ النَّصِيحَةِ لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ۔

الرابعۃ: أَلْفَرْقُ بَيْنَ الْعَفْوِ الَّذِي يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ بَيْنَ الْغِلْظَةِ عَلٰى أَعْدَاءِ اللّٰهِ۔

الخامسۃ: أَنَّ مِنَ الْإِعْتِذَارِ مَا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُقْبَلَ

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① سب سے اہم اور بڑا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے مذاق کرے وہ کافر ہے۔

② جو بھی اس قسم کے گھناؤنے فعل کا مرتکب ہو گا تو اسی آیت کی روشنی میں اُس پر حکم لگایا جائے گا۔

③ چغلی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت کرنے میں فرق۔

④ وہ عفو جسے اللہ کریم پسند کرتا ہے، اس میں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے سختی سے پیش آنے میں فرق۔

⑤ بعض ایسے بھی عذر ہیں جن کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ

وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيْ إِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○

جونہی سخت وقت گزر جانے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں یہ کہتا ہے کہ میں اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی لیکن اگر واقعی میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی مزے کروں گا حالانکہ کفر کرنے والوں کو لازماً ہم بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اور انھیں ہم بڑے گندے عذاب کا مزا چکھائیں گے

Marfat.com

قوله تعالى وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ لا وَ مَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيْٓ إِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ج فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ز وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ (فصلت - ٥٠)

قال مجاهد رحمه الله: "هٰذَا بِعَمَلِيْ وَ أَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٖ".

و قال ابن عباس رضي الله عنهما "يُرِيْدُ مِنْ عِنْدِيْ".

وقوله: "قَالَ إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ".

قال قتادة رحمه الله: "عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ مِنِّيْ بِوُجُوْهِ الْمَكَاسِبِ".

و قال آخرون: "عَلٰى عِلْمٍ مِّنَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَهٗ أَهْلٌ". وَ هٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ مُجَاهِدٍ رحمه الله أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى شَرَفٍ.

جونہی سخت وقت گزر جانے کے بعد ہم اُسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ "میں اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی لیکن اگر واقعی میں اپنے ربّ کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی مزے کروں گا۔" حالانکہ کُفر کرنے والوں کو لازماً ہم بتا کر رہیں گے کہ وُہ کیا کرکے آئے ہیں۔ اور انہیں ہم بڑے گندے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

Marfat.com

هذا لی کا مجاہد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ترجمہ یہ ہے

"مجھے یہ مال میری محنت کی بدولت مِلا ہے اور میں اس کا مستحق ہوں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ترجمہ یہ ہے کہ

"درحقیقت یہ مال میرا ہی ہے۔"

آیتِ کریمہ "انما اوتیتہ علی علم عندی" کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "یہ مال مجھے میرے اُس علم کی بدولت مِلا ہے جو کمائی کے متعلق مجھے تجربات حاصل ہیں۔"

بعض علمائے نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ "مجھے یہ مال اِس لیے مِلا ہے کہ میں اللہ کے ہاں اس کا اہل تھا۔"

مجاہد رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مفہوم ہے کہ "یہ مال مجھے میری بزرگی کی بنا پر مِلا ہے۔"

قولہ: ولئن اذقناہ رحمۃ منا:

اس آیت کریمہ کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں مفسرین کی عبارات کو نقل فرمایا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ یہ عبارتیں اتنی واضح ہیں کہ ان کو پڑھ کر انسان کی بالکل تشفی ہو جاتی ہے، لہٰذا ہم ان عبارتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

قولہ: قال مجاھد

مُجاہد رحمہ اللہ نے "ھذالی" کا مفہوم یہ ادا کیا ہے کہ "میں اپنے اعمال کی وجہ سے ان انعامات کا حق دار تھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "ھذالی" کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ "یہ انعامات میری ہی کوشش کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔"

قولہ: انما اوتیتہ علیٰ علم عندی:

قتادہ رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے "چونکہ میں مختلف علوم و فنون کا ماہر تھا اس لیے ان کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ ملا ہے۔"

دوسرے علمائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ "چونکہ اللہ کو میرے بارے میں یہ علم تھا کہ میں اس کا اہل اور حقدار ہوں لہٰذا مجھے یہ سب کچھ دے دیا گیا ہے۔"

مُجاہد رحمہ اللہ نے جو معنیٰ بیان کیے تھے وہ دوسرے علماء کے مفہوم کے خلاف نہیں۔

Marfat.com

وعن ابي هريرة رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِيَّ إِسْرَاءِيلَ أَبْرَصَ وَ أَقْرَصَ وَ أَعْمَى - فَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبعَث إِلَيْهِمْ مَلِكًا فَأَتَى الْأَبرَص فَقَالَ ، أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَال لَوْنٌ حَسَنٌ وَ جِلْدٌ حَسَنٌ . وَ يَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذَرَنِي النَّاسُ بِهِ - قَالَ : فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرَهُ فَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَ جِلْدًا حَسَنًا -

قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ الْإِبِلَ أَوِ الْبَقَرَ - شَكَّ إِسحاق - فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ ، وَ قَالَ بَارِكَ اللهُ لَكَ فِيهَا - قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَع فَقَالَ : فَأَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : شَعْرٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبَ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذَرَنِي النَّاسُ بِهِ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَ أُعطِيَ شَعْرًا حَسَنًا - فَقَالَ أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ الْبَقَرَ أَوِ الْإِبِلَ - فَأُعْطِيَ بَقَرَةً

Marfat.com

حَامِلاً قَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا۔
فَأَتَى الأَعْمَى فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ
إِلَيْكَ؟ قَالَ أَنْ يَّرُدَّ اللهُ إِلَيَّ
بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ۔ فَمَسَحَهُ
فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ۔
قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ
الْغَنَمَ۔ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا۔ فَانْتَجَ
هٰذَانِ وَ وُلِّدَ هٰذَا۔ فَكَانَ لِهٰذَا
وَادٍ مِّنَ الإِبِلِ۔ وَ لِهٰذَا وَادٍ
مِّنَ الْبَقَرِ وَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ
الْغَنَمِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین قسم کے شخص تھے۔ ایک کوڑھی، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ نے ان کو آزمانا چاہا تو اُنکی طرف فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھے سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟

اُس نے جواب دیا اچھا رنگ اور اچھی چمڑی، اور یہ کہ یہ بیماری مجھ سے رفع ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے کراہت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اُس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بیماری رفع ہو گئی۔ اب اُسے عمدہ رنگ بھی عطا کیا گیا اور بہترین چمڑی بھی عنایت فرمائی گئی۔

پھر سوال کیا کہ اب تمھیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟ جواب میں اُس

Marfat.com

نے اونٹ کہا یا گائے (راوی اسحاق کو شک ہے) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا اللہ تیرے لیے اس میں برکت پیدا کرے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اُس سے کہا تجھے کیا چیز زیادہ پسند ہے؟ اُس نے کہا عمدہ بال اور یہ کہ یہ بیماری، جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے کراہت محسوس کرتے ہیں، مجھ سے رفع ہو جائے

اب فرشتے نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور وہ بیماری ختم ہو گئی اور ساتھ ہی اُسے بہترین بال بھی عطا کیے گئے۔ اس کے بعد فرشتے نے اس سے پوچھا تمھیں کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ کہا گائے یا اونٹ۔ چنانچہ اس کو حاملہ گائے دی گئیں اور کہا اللہ تیرے لیے اِس مال میں برکت عطا کرے

اب فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا کہ تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ اس نے کہا یہ کہ اللہ میری بینائی مجھے واپس لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔

اِس کے بعد پوچھا تجھے کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟ کہا بکری چنانچہ اس کو حاملہ بکری عطا کی گئی۔ کچھ مدّت بعد ان سب کے ہاں اتنی تعداد میں بچے بڑھے کہ اُس کا ایک میدان اونٹوں کا ہو گیا، اُس کا ایک میدان گائے کا اور اُس کا بکری کا۔

جس قدر مفہوم بیان کیے گئے ہیں ان میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا بلکہ ایک ہی معنی واضح ہوتے ہیں۔

قوله : ان ثلاثة من بني اسرائيل ابرص واقرص واعمٰى :

اس عظیم الشان حدیث میں ان لوگوں کا حال مذکور ہے جو انعاماتِ الٰہیہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے انجام سے بھی پردہ اُٹھایا گیا ہے جو انعامات کو استعمال تو کرتے ہیں لیکن شکر ادا نہیں کرتے بلکہ کفرانِ نعمت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

Marfat.com

قَالَ : ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَ هَيْئَتِهِ فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدْ إِنقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ . أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَ الْجِلْدَ الْحَسَنَ وَ الْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي .

فَقَالَ أَلْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ . فَقَالَ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ . أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَص يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا ، فَأَعْطَاكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَالَ ؟ فَقَالَ : إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ ، فَقَالَ . إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ .

وَ أَتَى الأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا . وَ رَدَّ عَلَيْهِ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا . فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ .

Marfat.com

پھر وہی فرشتہ کوڑھی کے پاس، اس کی پہلی شکل و صورت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں، میرے تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ میں آج اپنے وطن میں اللہ کی مدد اور پھر تیری مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھ سے، اُس ذاتِ پاک کے ذریعے سے، جس نے تجھے خوبصورت رنگ، بہتر چمڑی اور مال عطا کیا ہے، یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایک اونٹ دے دے جس پر میں سفر کر کے اپنے وطن پہنچ سکوں۔

اس نے کہا مجھے بہت سی ضرورتیں درپیش ہیں فرشتے نے کہا غالباً میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہ تھا؟ تجھ سے لوگ کراہت محسوس کرتے تھے، فقیر نہ تھا؟ تجھے اللہ عزوجل نے یہ مال عطا کیا۔

اس نے کہا یہ مال مجھے وراثت میں حاصل ہوا ہے، میں نے اسے اپنے باپ دادا سے پایا ہے۔ اس نے کہا اگر تو کذب بیانی کرتا ہے تو اللہ پھر تجھے ایسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔

بعدازاں وہ فرشتہ گنجے کے پاس اسی کی صُورت میں آیا۔ اس سے بھی وہی بات کی جو کوڑھی سے کی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا تو فرشتے نے اس سے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو اس سے پہلے تھا۔

"حقیقتِ شکر یہ ہے کہ انسان انتہائی عجز و انکساری سے اللہ کریم کے انعامات کا دل سے اعتراف کرے اور دل کی گہرائیوں سے منعمِ حقیقی سے محبت رکھے۔ کیونکہ جو شخص اپنی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے انعامات کی حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ انعامات کا شکر ادا کیسے کر سکتا ہے؟

اور جو شخص انعامات کو تو پہچان لیتا ہے لیکن منعم کو نہیں پہچانتا وہ بھی شکر ادا نہیں کر سکتا اور جو انعام اور منعم کو تو پہچانتا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے اور انکار بھی نہیں کرتا، لیکن منعم کے سامنے عجز و انکساری سے پیش نہیں آتا، نہ اُس سے محبت کرتا ہے اور نہ اس سے رضا کا اظہار کرتا ہے، ایسا شخص بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

قَالَ : وَ أَتَى الْأَعْمٰى فِي صُوْرَتِهٖ فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَ ابْنُ سَبِيْلٍ، قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ - أَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ ، شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ -

---

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اِسی کی شکل وصورت میں۔ کہا میں ایک مسکین اور مسافر ہوں۔ میرا تمام سامانِ سفر اور زادِ راہ ختم ہوچکا ہے۔ آج مجھے اپنی پہنچ کے لیے اللہ کی مدد اور پھر تیری اِمداد کے سوا کوئی اور ذریعہ دکھائی نہیں دیتا میں تجھ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر، جس نے تجھے تیری بینائی لوٹائی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں۔

اور جو شخص مندرجہ بالا تمام امور کو بطریقِ احسن انجام دیتا ہے وُہی حقیقت میں شکر کا حق ادا کرتا ہے۔ شکر کے لیے دل میں علم ہونا، علم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان منعم کی طرف میلان رکھتا ہے، اُس سے محبت کرتا ہے اور اس کے سامنے عجز و انکساری سے پیش آتا ہے۔" [1]

قوله ، قذرني الناس ،

مطلب یہ ہے کہ لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے تھے اور اس کے قریب آنا بھی ناپسند کرتے تھے۔

---

[1] مدارج السالکین ، جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ ، ۱۳۶

Marfat.com

فَقَالَ : قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ ،
فَخُذْ مَا شِئْتَ وَ دَعْ مَا شِئْتَ . فَوَ اللهِ لَاَ أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ ،

فَقَالَ : أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَآ أُبْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَ سَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ" (اخرجاه)

اس نے جواب دیا میں اندھا تھا، اللہ نے مجھے بینائی کی نعمت عطا فرمائی، تیرا جو جی چاہے لے لے اور جو جی چاہے چھوڑ دے۔ اللہ کی قسم آج تُو جو کچھ بھی اللہ کے نام پر لے گا، مَیں اِس میں تجھ سے کوئی جھگڑا نہ کروں گا۔

فرشتے نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ تم آزمائے جاچکے۔ اللہ تجھ پر خوش ہوگیا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

فيه مسائل

الاولى: تَفْسِيْرُ الْأٰيَةِ .

الثانية: مَا مَعْنٰى : " لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ".

الثالثة: مَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ : إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ .

الرابعة: مَا فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ الْعَجِيْبَةِ مِنَ الْعِبَرِ الْعَظِيْمَةِ .

Marfat.com

اس بابؑ میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① (سورۂ حٰمٓ السجدہ کی) آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

② آیتِ کریمہ" لیقولن ھذا لی "پر تفصیلی بحث

③ آیتِ کریمہ" انما اوتیتہ علی علم عندی"
کے مفہوم کو تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔

④ اِن تین افراد کے واقعہ میں بڑی بڑی عبرتیں اور نصیحتیں پنہاں ہیں۔

Marfat.com

باب: ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

اِس باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نام اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ شرک فی الالوہیّت اور شرک فی العبدیّت ہے۔ عبدیّت کی نسبت صرف اللہ کی طرف ہونی چاہیئے اور سب لوگ اللہ تعالےٰ ہی کے بندے ہیں۔

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّآ اٰتٰـهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰـهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○
(۷ — ۱۹۰)

قال ابن حزم رحمہ اللہ : إِتَّفَقُوْا عَلٰى تَحْرِيْمِ كُلِّ إِسْمٍ مُّعَبَّدٍ لِّغَيْرِ اللّٰهِ -

كَعَبْدِ عَمْرٍو ، وَعَبْدِ الْكَعْبَةِ ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ حَاشَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اس کی بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام پر غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہو تو وہ نام رکھنا حرام ہے جیسے عبد عمرو، عبد الکعبہ وغیرہ۔ صرف عبد المطلب اس سے مستثنیٰ ہے۔

قوله . فلما اٰتهما صالحا :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پیشِ نظر آیت کریمہ کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث نقل کرتے ہیں :

حدثنا عبد الصمد حدثنا عمر ابن ابراہیم حدثنا قتادہ عن الحسن عن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال ،	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
لما ولدت حواء	جب حوا کے بچہ پیدا ہوا تو شیطان
طاف بها ابليس	اس کے پاس آیا کہ حضرت حوا
وكان لا يعيش	علیہا السلام کی اولاد زندہ نہیں رہتی
لها ولد فقال	تھی۔ ایک دفعہ اس کے ہاں بچہ
سميه عبد الحارث	پیدا ہوا تو شیطان نے کہا کہ اس کا
فانه يعيش فسمته	نام عبد الحارث رکھو گی تو یہ زندہ
عبد الحارث فعاش	رہے گا چنانچہ حوا علیہا السلام نے

Marfat.com

وكان ذٰلك — بچے کا نام عبدالحارث رکھ دیا اور
من وحی الشیطان — وہ زندہ رہا یہ شیطان ہی کا وسوسہ
وامرہ ۔ — اور حکم تھا ۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ زیر نظر آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :

حدثنا ابن وکیع حدثنا سہیل بن یوسف عن عمرو عن الحسن قال :

کان ھٰذا فی — یہ واقعہ سابقہ امتوں میں سے ایک
بعض اھل الملل — شخص کا ہے ۔ حضرت آدم
ولم یکن بادم ۔ — سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اس کا نام عبداللہ ، عبیداللہ وغیرہ رکھتے لیکن قضائے الٰہی سے بچہ زندہ نہ رہتا ۔ ابلیس نے آکر کہا ۔ اگر تم بچے کا نام تبدیل کر کے رکھو گے تو بچہ نہیں مرے گا چنانچہ اس کے بعد جب حضرت آدم و حوا کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انھوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا ۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ۔

قولہ ، قال ابن حزم

ابن حزم رحمہ اللہ اندلس میں چوٹی کے علماء میں سے تھے ۔ ان کا پورا نام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم القرطبی الظاہری ہے ۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے ، عمر کی ۷۲ بہاریں دیکھ کر ۴۵۶ھ میں فوت ہوئے ۔

قولہ ، ہاشمی عبد المطلب :

عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے ۔ ان کا مختصر نسب نامہ یہ ہے :

عبدالمطلب بن ، ہاشم بن ، عبدمناف بن ، قصی بن ، کلاب بن ، مرۃ بن ،

ؒ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "الملل والنحل" میں رقمطراز ہیں کہ :

"جن لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا تھا ۔ ان لوگوں میں نہ تو دین کی سوجھ بوجھ ہے اور نہ شرم و حیا کا جوہر ، کیونکہ ان کی تمام روایات خرافات کا پلندہ ، موضوع اور کذب و افترا کا مجموعہ ہیں اور اُن کی سند قطعاً صحیح نہیں ہے ۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی تھی ۔"

الشیخ عبداللہ بن حسن آل الشیخ فرماتے ہیں کہ :

اللہ تعالیٰ کا آیت کے آخر میں یہ فرمانا کہ "فتعالی اللہ عما یشرکون" سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کے اس حصہ کا تعلق حضرت آدم و حوا سے نہیں ہے بلکہ اس سے مشرکین مراد ہیں ، البتہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فلما اٰتٰھما صالحا سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام ہی مراد ہیں ، جیسا کہ شارح کتاب نے ذکر فرمایا ہے ۔ نیز قرآن کریم کا ظاہری سیاق بھی اسی پر دلالت کناں ہے ۔ واللہ اعلم

(مترجم)

Marfat.com

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی الآیۃ : قَالَ لَمَّا تَغَشَّاهَا أٰدَمُ حَمَلَتْ فَأَتٰهَا إِبْلِيْسُ فَقَالَ : إِنِّيْ صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ أَخْرَجْتُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ لَتُطِيْعَنِيْ أَوْلَأَجْعَلَنَّ لَهُ قَرْنَيْ إِيَلٍ فَيَخْرُجُ مِنْ بَطْنِكِ فَيَشُقُّهُ وَ لَأَفْعَلَنَّ وَلَأَفْعَلَنَّ يُخَوِّفُهُمَا سَمِّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَأَبَيَا أَنْ يُّطِيْعَاهُ فَخَرَجَ مَيِّتًا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ اعراف کی مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ "جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا آپس میں ملے تو یہ حاملہ ہوئیں۔ ابلیس ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں وہی ہوں جس نے تمھیں جنت سے نکالا۔ میری بات مانو اور ہونے والے بچّے کا نام عبدالحارث رکھنا ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سنگا کے دو سینگ بنا دوں گا جس کی وجہ سے یہ بچہ تمھارا پیٹ چیر کر نکلے گا اور میں یہ کروں گا، وُہ کروں گا۔ لیکن حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے اس کی ایک نہ مانی، چنانچہ جب بچّہ پیدا ہوا تو وہ مُردہ تھا۔

کعب بن، لوئی بن، غالب بن، فہر بن، مالک بن، نضر بن، کنانہ بن، خزیمہ بن، مدرکہ بن، الیاس بن، مضر بن، نزار بن، معد بن، عدنان۔

عدنان سے اُوپر نسب نامے میں اختلاف ہے۔ بایں ہمہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے علمائے کرام کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ غیراللہ کی طرف کسی کی عبدیت منسوب کرنا حرام ہے کیونکہ یہ اس کی اُلوہیت اور ربُوبیت میں شرک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مخلوق، اللہ کی مِلک اور اس کی غلام اور تابع ہے اور اس نے خاص اپنی ہی عبادت اور توحید ربُوبیت اور اُلوہیت کے لیے ان کو اپنے بندے کہا ہے پس ایسے لوگ بھی پیدا ہُوئے جنھوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کو

Marfat.com

ثُمَّ حَمَلَتْ فَأَتَـهُمَـا فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ فَأَبَيَا أَنْ يُطِيْعَاهُ فَخَرَجَ مَيِّتًا - ثُمَّ حَمَلَتْ فَأَتَهُمَا فَذَكَرَ لَهُمَا فَأَدْرَكَهُمَا حُبَّ الْوَلَدِ فَسَمَّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ : جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيْمَا أَتٰهُمَا - (رواہ ابن ابی حاتم)

حضرت حوّا پھر دوبارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آکر پھر وہی کہا لیکن حضرت آدم اور حوّا علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور پھر مُردہ بچہ پیدا ہوا۔ پھر تیسری دفعہ حضرت حوّا حاملہ ہوئیں تو شیطان نے پھر آکر بہکانے کی کوشش کی چنانچہ اُن کے دِل میں بچّے کی محبت پیدا ہوگئی اور انھوں نے بچہ پیدا ہونے کے بعد اُس کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ قرآن کریم اِسی کی طرف اِشارہ کرتا ہے کہ "جعلا لہ شرکاء"

رُبُوبیت اور الُوہیت میں واحد و یکتا جانا۔

اور بعض ایسے افراد بھی ہوئے جنھوں نے الُوہیت میں شرک کا ارتکاب کیا اور توحید رُبُوبیت اور توحید اسمار وصفات کا اقرار کیا۔ ایسے افراد پر وہ احکامِ الٰہیہ جن کا تعلق قضار و قدر سے ہے، جاری رہے۔

اللہ تعالیٰ ان ہی کے بارے میں فرماتا ہے :

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا (مریم-۹۳)

زمینوں اور آسمانوں کے رہنے والے سب کے سب اللہ کریم کے سامنے (دست بستہ) غلامانہ حاضر ہوں گے

اسی کو عبودیتِ عامہ کہتے ہیں ۔

البتہ عبودیتِ خاصہ، صرف مخلص اور فرمانبردار افراد کے لیے خاص ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے :

الیس اللہ بکاف عبدہٗ -

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلیے کافی نہیں ؟

Marfat.com

ولہ بسند صحیح عن قتادة رحمه الله قَالَ : شُرَكَاءَ فِيْ طَاعَتِهٖ وَ لَمْ يَكُنْ فِيْ عِبَادَتِهٖ۔

و له بسند صحیح عن مجاهد في قوله : لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا۔ قَالَ : " أَشْفَقَا أَنْ لَّا يَكُوْنَ إِنْسَانًا۔"

وَ ذُكِرَ مَعْنَاهُ عَنِ الْحَسَنِ وَ سَعِيْدٍ وَ غَيْرِهِمَا۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے صحیح سند سے روایت کی ہے جس میں وہ زیر بحث آیت کے مفہوم کے بارے میں کہتے ہیں کہ " انھوں نے صرف شیطان کی بات مانی تھی، عبادت نہیں کی تھی۔"

نیز ابن ابی حاتمؒ نے بسند صحیح حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے آیت لئن اٰتیتنا کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

" وہ ڈرے کہ مُبادا ہمارا بچہ بصورتِ انسان نہ ہو۔"

حضرت حسن بصری اور سعید رحمہما اللہ سے بھی اسی طرح اقوال مروی ہیں۔

قوله : حاشي عبد المطلب :

کل اسم معبد لغیر اللہ کے عموم سے عبد المطلب نام کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اس نام میں قباحت نہیں ہے اس لیے کہ ان کی عبدیت کا تعلق رق یا غلامی سے ہے، عبدیت سے نہیں۔

مطلب، ہاشم کا بھائی تھا۔ اس نے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ ان کے چچازاد بھائی شیبہ نے قبیلہ خزرج کے بنو نجار میں اپنے ماموں کے ہاں پرورش پائی کیونکہ ہاشم کی شادی بنو نجار میں ہوئی تھی جس سے یہ پیدا ہوا۔ جب شیبہ بڑا ہوا تو اپنے ماموں مطلب کے ساتھ اپنے آبائی شہر مکۃ المکرمہ میں آگیا۔ اہل مکہ نے جب اس کو دیکھا تو سفر کی وجہ سے اس کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس سے وہ یہ سمجھے کہ یہی مطلب کا غلام ہے چنانچہ انھوں نے اس کو عبد المطلب کے نام سے مشہور کر دیا چنانچہ اصل نام پر دوسرا نام یعنی عبد المطلب کثرتِ استعمال کی وجہ سے غالب آگیا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولى: تَحْرِيمِ كُلِّ إِسْمٍ مُعَبَّدٍ لِغَيْرِ اللهِ

الثانية: تَفْسِيرُ الْآيَةِ۔

الثالثة: إِنَّ هٰذَا الشِّرْكَ فِي مُجَرَّدِ تَسْمِيَةٍ لَمْ تُقْصَدْ حَقِيقَتُهَا۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) ہر وہ نام جس پر غیر اللہ کی بندگی کی جاتی ہو وہ نام رکھنا حرام ہے۔

(۲) سورۃ اعراف کی آیت کی تفسیر۔

(۳) مذکورۃ الصدر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے واقعہ میں جس شرک کا ذکر ہے اُس کا تعلق صرف نام رکھنے سے ہے حقیقی شرک مقصود نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا تھا کہ:

انا ابن عبد المطلب۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

عبدالمطلب کو عرب میں اور خصوصاً قریش میں بہت عظیم شخص سمجھا جاتا تھا۔ جاہلیت میں اشرافِ عرب اور قریش کا سردار مانا جاتا تھا۔ یہی وہ عبدالمطلب تھا جس نے زمزم کا کنواں کھودا چنانچہ سقایتِ زمزم کا منصب اس کو اور پھر اس کی اولاد کو وراثت میں ملا تھا۔

قوله: قال قتادة: شركاء في طاعته:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شرک کا یہاں ذکر ہوا ہے اس کا تعلق نام کے بارے میں شیطان کا مشورہ مان لینے سے ہے۔ اُس شرک سے نہیں جو ممنوع ہے یہی توجیہ بہتر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ ہمارے ماں باپ آدم وحوا نے صرف نام رکھنے کے معاملہ میں شیطان سے اشتراک کیا تھا ورنہ ان کا غیر اللہ کا بندہ بنانا مقصود نہ تھا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

Marfat.com

الرابعة: إِنَّ هِبَةَ اللّٰهِ لِلرَّجُلِ الْبِنْتُ السَّوِيَّةُ مِنَ النِّعَمِ۔

الخامسة: ذِكْرُ السَّلَفِ أَلْفَرْقَ بَيْنَ الشِّرْكِ فِي الطَّاعَةِ وَ الشِّرْكِ فِي الْعِبَادَةِ۔

---

④ کسی شخص کے ہاں صحیح سالم لڑکی کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

⑤ سلفِ اُمّت کا شرک فی الطاعتہ اور شرک فی العبادۃ میں فرق کو خوب واضح فرمانا۔

Marfat.com

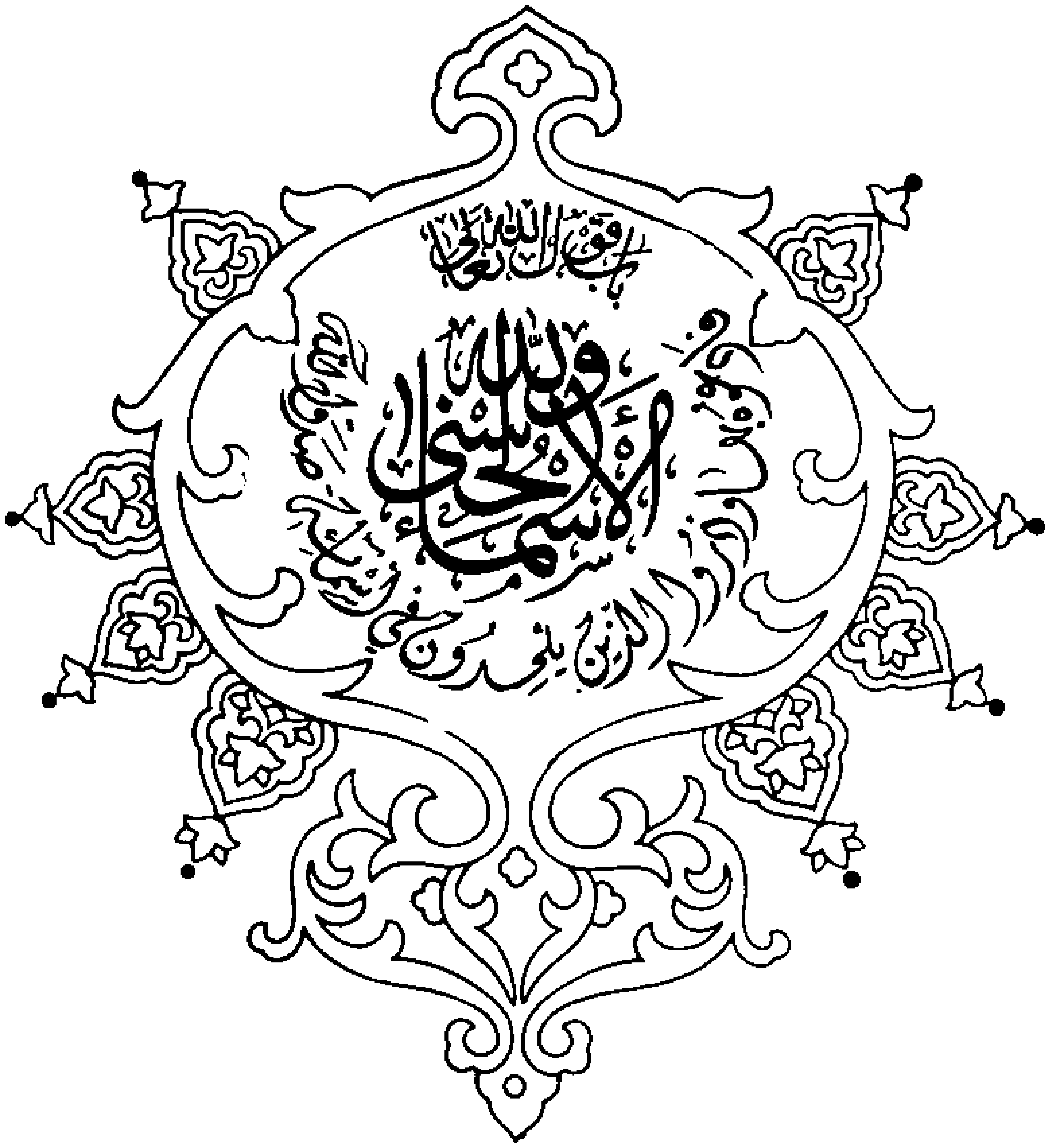

اللہ تعالیٰ اچھے ناموں کا مستحق ہے اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

قولہ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ۔

ذکر ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ: يُشْرِكُونَ۔ وَعَنْهُ: "سَمَّوْا اللَّاتَ مِنَ الْإِلٰهِ وَالْعُزّٰى مِنَ الْعَزِيزِ۔" وعن الأعمش رحمہ اللہ "يُدْخِلُونَ فِيهَا مَا لَيْسَ مِنْهَا۔"

اللہ تعالیٰ اچھے ناموں کا مستحق ہے اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں "يُلْحِدُونَ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ شرک کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ الحاد، یہ ہے کہ لفظ الجلالۃ (یعنی اللہ) کو اللات سے اور العزیز کو عُزّیٰ سے مشتق کرتے تھے۔

الحاد کے متعلق اعمش رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایسے ناموں کا اضافہ کرتے ہیں جو حقیقت میں اللہ کے نام نہیں۔

قولہ: و للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا:

اسی عنوان سے مصنف رحمہ اللہ کا ان لوگوں کی تردید کرنا مقصود ہے جو اموات کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں حالانکہ مشروع یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات اور اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا اللہ ایک ہے اور طاق سے محبت کرتا ہے"۔

یہی روایت صحیحین میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

Marfat.com

جرجانی نے یہی روایت صفوان بن صالح عن الولید بن مسلم عن شعیب نقل کی ہے اور یحب الوتر کے بعد مندرجہ ذیل اللہ کریم کے نام گنوائے ہیں :

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ المَلِكُ
القُدُّوْسُ السَّلَامُ المُؤْمِنُ المُهَیْمِنُ العَزِیْزُ الجَبَّارُ
المُتَكَبِّرُ الخَالِقُ البَارِئُ المُصَوِّرُ الغَفَّارُ القَهَّارُ
الوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الفَتَّاحُ العَلِیْمُ القَابِضُ البَاسِطُ
الخَافِضُ الرَّافِعُ المُعِزُّ المُذِلُّ السَّمِیْعُ البَصِیْرُ
الحَكَمُ العَدْلُ اللَّطِیْفُ الخَبِیْرُ الحَلِیْمُ العَظِیْمُ
الغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ العَلِیُّ الكَبِیْرُ الحَفِیْظُ المُقِیْتُ
الحَسِیْبُ الجَلِیْلُ الكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ المُجِیْبُ الوَاسِعُ
الحَكِیْمُ الوَدُوْدُ المَجِیْدُ البَاعِثُ الشَّهِیْدُ الحَقُّ
الوَكِیْلُ القَوِیُّ المَتِیْنُ الوَلِیُّ الحَمِیْدُ المُحْصِی
المُبْدِئُ المُعِیْدُ المُحْیِیْ المُمِیْتُ الحَیُّ القَیُّوْمُ
الوَاجِدُ المَاجِدُ الوَاحِدُ الاَحَدُ الفَرْدُ الصَّمَدُ
القَادِرُ المُقْتَدِرُ المُقَدِّمُ المُؤَخِّرُ الاَوَّلُ الاٰخِرُ
الظَّاهِرُ البَاطِنُ الوَالِی المُتَعَالِی البَرُّ التَّوَّابُ
المُنْتَقِمُ العَفُوُّ الرَّؤُوْفُ مَالِكُ المُلْكِ ذُو الجَلَالِ وَالاِكْرَامِ
المُقْسِطُ الجَامِعُ الغَنِیُّ المُغْنِی المُعْطِیْ المَانِعُ
الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الهَادِیُ البَدِیْعُ البَاقِی
الوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ

Marfat.com

اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ہمارے سامنے بے شمار روایات ہیں۔ اس روایت کے علاوہ کسی میں اسماء حسنیٰ کا ذکر نہیں ہے اور بعض حفاظِ حدیث کے نزدیک تو اس حدیث میں اسماء حسنیٰ مدرج ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسمائے حسنیٰ صرف ننانوے کے عدد میں منحصر نہیں ہیں، کیونکہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جس شخص کو کوئی غم و حزن یا کسی قسم کی تکلیف پہنچے اور وہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے تو اس کے غموں کے بادل چھٹ جائیں گے اور مصائب و مشکلات کی جگہ خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ جائے گی۔ صحابہ نے یہ سن کر عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم وہ دعا سیکھ لیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، اسے ضرور یاد کر لو۔ دعا یہ ہے:

اللهم انی عبدك ابن	اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔
عبدك ابن امتك	تیرے بندے اور تیری باندی کا
ناصیتی بیدك ماض	بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قبضہ
فی حكمك عدل	میں ہے۔ تیرا فیصلہ مجھ پر عدل و
فی قضاؤك.	انصاف سے جاری ہے۔
اسألك اللهم بكل	اے اللہ! تیرے تمام اچھے نام جو
اسم هو لك سمیت	تو نے اپنے لیے خود تجویز فرمائے
به نفسك او انزلته	ہیں یا تو نے اپنی کتاب میں نازل
فی كتابك او علمته	کیے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو
احدا من خلقك او	سکھلائے یا تو نے ان کو اپنے علم
استأثرت به فی علم	غیب میں منتخب کیا۔ ان کے ذریعہ
الغیب عندك ان	سے میں یہ سوال کرتا ہوں کہ تو
تجعل القرآن العظیم	قرآن کریم کو میرے قلب کی بہار،
ربیع قلبی و نور	میرے سینے کا نور، میرے غم کی
صدری وجلاء حزنی	جلا اور میرے غم و اندوہ کو ختم
وذهاب همی وغمی.	کرنے کا ذریعہ اور سبب بنا دے!

اس روایت کو ابوحاتم اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ نے یلحدون کا ترجمہ یشرکون کیا ہے یعنی وہ شرک کرتے ہیں۔

ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الحاد کا ترجمہ تکذیب بھی نقل کیا ہے مشرک کا شرک کرنا کتاب و سنت کی تکذیب ہی تو ہے جیسا کہ قریش مکہ نے

Marfat.com

آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ کیا تھا نیز آج بھی اُمّتِ مسلمہ میں مُشرکین کر رہے ہیں ۔

ان لوگوں نے محکم آیات میں مذکور شرک کی حُرمت اور اس کی تردید کو اخذ نہ کیا بلکہ انھوں نے حق کو جُھٹلایا ۔ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پر مُصر رہے ۔

کلام عرب میں الحاد مقصد سے انحراف ، کجی اور ظلم پر بولا جاتا ہے ۔

الحاد کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وحقیقۃ الالحاد فیھا المیل بالأشراك والتعطیل والنکران

یعنی الحاد کی حقیقت میں شرک کی طرف میلان اور صفات کی تعطیل اور ان کا انکار بھی داخل ہے ۔

اللہ کے تمام نام اور اس کی تمام صفات ایسی ہیں جن سے انسان اللہ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ایسے نام ہیں جو اس کی جلالت عظمت اور کبریائی پر دلالت کرتے ہیں ۔

متقدمین اور متاخرین تمام اہل سنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی وہ صفات جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ جیسے بھی اللہ کی عظمت و جلالت کے لائق ہیں ان کو بلا تمثیل ، تشبیہ اور تعطیل تسلیم کیا جائے ، جیسا کہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ :

لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر ۔ (الشوریٰ - ۱۱)	کائنات کی کوئی چیز (نہ ذات میں اور نہ صفات میں) اس کے مشابہ نہیں ، وہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے ۔

صفات میں گفتگو ذات میں گفتگو کی فرع ہے لہٰذا دونوں میں سے کسی پر کلام کرنا دونوں پر کلام کرنے کے برابر سمجھا جائے گا ۔ پس اللہ کی ذاتِ حقیقی کو مخلوق سے کسی قسم کی تشبیہ و تمثیل دیئے بغیر ماننا فرض ہے ۔ اسی طرح اس کی حقیقی صفات کو مخلوق سے بلا تشبیہ و تمثیل ماننا ضروری ہے ۔

لہٰذا جو شخص اللہ کی اپنے لیے بیان کردہ صفات یا رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ صفات کا انکار کرے یا ان کی غلط تاویل کرے وہ فرقہ جہمیہ سے ہوگا کیونکہ انھوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کو اختیار کر لیا ہے ۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ

فائدہ جلیلہ

کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں :

جو صفت یا خبر اللہ کریم کی ذات کے لیے بیان ہو ، اس کی چند اقسام ہیں :

Marfat.com

(۱) جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں جیسے موجود اور ذات وغیرہ۔
(۲) جو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار پاتی ہیں جیسے علیم، قدیر، سمیع، اور بصیر وغیرہ۔
(۳) جو اللہ تعالیٰ کے افعال سے متعلق ہیں جیسے خالق، رازق وغیرہ۔
(۴) جو تنزیہ محض ہو وہ اس طرح کہ اس کے اندر کمال کا اثبات ہو نہ یہ کہ صرف نقائص کا انکار ہو جیسے القدوس۔ السلام
(۵) پانچویں صفت وہ ہے جس کا اکثر لوگوں نے ذکر نہیں کیا۔ یہ وہ اسم ہے جو بیشمار اوصاف پر دلالت کرتا ہے کسی خاص اور معین صفت کی وضاحت مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس سے مختلف معانی نکالے جا سکتے ہیں جیسے مجید، عظیم، صمد۔

مجید ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جس میں بہت سی کامل صفتیں پائی جائیں یہ لفظ وسعت اور کثرت کے لیے وضع کیا گیا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ:

(۱) استمجد المرخ والعفار۔ — اس نے مرخ اور عفار سے مدد چاہی یعنی کثرت سے آگ بھڑک اٹھی۔
(۲) وامجد الناقة علفها۔ — اونٹنی کو بہت چارہ دو۔

قرآن کریم میں ہے کہ: ذو العرش المجید

مجید: اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت ہے۔ چونکہ اس میں وسعت عظمت اور شرف ہے لہٰذا اسی بنا پر اس کو عرش مجید کہا گیا ہے۔

غور فرمایئے کہ درود شریف میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے جب ہم اللہ کی بارگاہ سے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر صلوٰۃ وسلام کا سوال کریں تو اُس وقت یہی مجید کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ صلوٰۃ وسلام میں کثرت، وُسعت اور دوام مطلوب و مقصود ہوتا ہے لہٰذا یہاں یہی لفظ موزوں اور مناسب تھا جیسا کہ دُعا میں کہا جاتا ہے:

اغفرلی وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔ — مجھے بخش اور معاف فرما کیونکہ تُو ہی بخشنے والا اور رحیم ہے۔

اس دُعائیہ جُملہ میں اللہ کریم کے اسماء وصفات کے ذریعہ سے کام لیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے وسیلہ حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہے۔

ترمذی میں ایک حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے:

الظّوا بیا ذا الجلال والاکرام۔ — یا ذوالجلال والاکرام کے الفاظ کے ساتھ اصرار سے مانگو۔

ایک دُوسری حدیث میں دُعائیہ جُملے یُوں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

اللّٰھمّ انی أسالك بان لك الحمد لا الٰه الا انت المنّان بدیع — اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہُوں اس وسیلہ سے کہ تیرے ہی لیے تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو احسان کرنیوالا ہے

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ إِثْبَاتُ الأَسْمَاءِ

الثانیۃ كَوْنُهَا حُسْنٰى

الثالثۃ أَلْأَمْرُ بِدُعَائِهِ بِهَا۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) اللہ کریم کے اسماء کو ثابت کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں کا پاکیزہ ہونا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰے کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم۔

السموٰت والارض زمینوں اور آسمانوں کا بنانے والا

یا ذا الجلال والاکرام ہے۔ اے جلال اور بزرگی کے مالک۔

اس دُعا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی حمدوں کے وسیلہ سے سوال کیا گیا ہے۔

اور جُملہ لا الٰہ الا انت المنان میں اسماء اور صفات دونوں کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ قبولیتِ دُعاء کا یہ سنہری موقع ہے۔ یہی وہ باب ہے جس کو توحید کے سلسلہ میں اہم مقام حاصل ہے۔

(۶) چھٹی صفت وُہ ہے جو دو ناموں یا دو وصفوں کے جمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان دونوں ناموں یا وصفوں کو الگ الگ کر کے پڑھا جائے تو یہ تیسری صفت پیدا نہ ہو گی جیسے الغنی الحمید، الغفور القدیر، الحمید المجید وغیرہ۔

اسی پر دوسرے ناموں اور صفتوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے جو قرآن کریم میں بار بار استعمال ہُوئی ہیں۔ الغنی، الحمید الگ الگ کامل صفتیں ہیں۔ جب ان دونوں کو جمع کریں گے تو تیسری صفت پیدا ہو گی۔

جس نے اللہ کو غنی سمجھا اور اس کی حمد بیان کی وہ بھی ثنا کے قابل ہے۔ یہ ثنا دونوں کے اجتماع سے پیدا ہُوئی۔ اسی پر الغفور القدیر، الحمید المجید، العزیز الحکیم وغیرہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

معرفت کا یہ بہت اونچا اور بلند مقام ہے۔

فافھم وتدبر

Marfat.com

الرابعة: تَرْكُ مَنْ عَارَضَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ الْمُلْحِدِيْنَ۔

الخامسة: تَفْسِيْرُ الْإِلْحَادِ فِيهَا۔

السادسة: وَعِيْدُ مَنْ أَلْحَدَ

④ وہ ملحدین جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں معارضہ کرتے ہیں اُن سے قطع تعلق کرنا۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں کس قسم کا الحاد ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت

⑥ جو شخص الحاد جیسے قبیح فعل کا مرتکب ہو، اس کے بارے میں وعید اور ڈانٹ۔

Marfat.com

باب

لا یُقال

السَّلامُ علی اللہ

اِس باب میں اِس امر کی وضاحت کی گئی ہے
کہ "اللہ پر سلام ہو" کے الفاظ زبان سے
نکالنا درست نہیں ہے۔ یہ الفاظ ذاتِ خداوندی
کو زیب نہیں دیتے۔

Marfat.com

وفی الصّحیح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال : إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا -
أَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهٖ أَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّ فُلَانٍ -
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُوْلُوْا أَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ -

---

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ:
ہم جب رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے کہ "اللہ پر اس کے بندوں کا سلام ہو اور فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "السّلام علی اللہ" نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے۔

قولہ ، وفی الصحیح :
یہ روایت صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں مروی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم تشہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں بیٹھتے تو علی عبادہ الصالحین سے پہلے ہم السلام علی اللہ کہتے۔ نیز بعض لوگوں کا نام لے کر بھی ہم سلام کہتے تھے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ ممانعت کی وجہ امام ترمذی نے یہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فان اللہ ھو السلام	اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے اور اسی کی
و منہ السلام .	جانب سے سلامتی نازل ہوتی ہے

رسولِ اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب فرض نماز ختم کرتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یہ دعا بھی پڑھتے :

اللّٰھم أنت السّلام	اے اللہ تو ہی سلام ہے ، اور
و منک السّلام	سلامتی تیری ہی طرف سے نازل

Marfat.com

تبارکت یا ذاالجلال والاکرام ۔ ہوتی ہے۔ اے عظمت اور بزرگی والے! تو ہی بابرکت ذات کبریا ہے
ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی سلام ہوگا۔
قوله : إن الله هو السلام :

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم ہر نقص اور تمثیل سے پاک اور بے نیاز ہے۔ وہ ایسا رب کریم ہے جس میں کمال کی تمام صفات موجود ہیں اور ہر عیب اور نقص سے منزہ ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "بدائع الفوائد" میں لکھتے ہیں:

"السلام اسم مصدر ہے۔ یہ اُن الفاظ میں سے ہے جن کا تعلق دُعاء سے ہوتا ہے۔ یہ انشاء اور خبر دونوں کو متضمن ہے۔ اس کا انداز خبریت، انداز انشائیت سے متناقض نہیں ہے۔

تشہد میں السلام سے یہی معنی مُراد ہیں۔

لفظ السلام میں دو قول مشہور ہیں۔

(۱) پہلا یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مُراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں تم پہ نازل ہوتی ہیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام السلام ہوگا۔ اس نام کے علاوہ دوسرے ناموں میں یہ خوبی نہیں ہے۔

(۲) دُوسرا قول یہ ہے کہ السلام مصدر ہے جس کے معنی السلامۃ کے ہیں لہٰذا تشہد میں سلامتی ہی مطلوب ہے۔

جن لوگوں نے اس دوسرے قول کو پسند کیا ہے اُن کا کہنا یہ ہے کہ یہ نکرہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے سلام علیکم کیونکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہوتا تو اس طرح نکرہ ہرگز استعمال نہ ہوتا۔

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تشہد میں السلام سے مذکور معنی مراد نہیں بلکہ خبر اور دُعاء کا اعلان کرنا مراد ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"صحیح بات یہ ہے کہ دونوں معنوں میں حق اور صواب موجود ہے پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک اصول مدنظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے کسی بھی چیز کا سوال کرے اُسے چاہیئے کہ وہ اپنی مطلوبہ چیز کے مطابق اللہ کے ناموں کا انتخاب کرے جو مطلوبہ سوال کے مناسب ہو کیونکہ سائل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کو شفیع اور وسیلہ بنایا ہے جب انسان اپنی دُعا میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ:

Marfat.com

رب اغفرلی وتب	رب کریم! مجھے بخش اور میری توبہ
علی انک انت	قبول فرما، کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے
التواب الغفور۔	اور بخشنے والا ہے۔

تو سائل اپنے مولا کریم سے دو چیزوں کا سوال کرتا ہے۔ اُس نے اللہ کے اسماء میں سے دو کو وسیلہ بنایا ہے جو حصولِ مطلب کے لیے مُمد و معاون ہیں۔

پس تشہد ایسا مقام ہے جہاں ہر انسان کو سلامتی کی بھیک مانگنی چاہیئے۔ اور سلامتی انسان کے لیے ایک اہم چیز ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہذا اپنے سوال کو اللہ کریم کے ایسے نام سے پکارا گیا ہے جس سے سلامتی حاصل کی جا سکتی ہے اور وہ صرف السلام ہے پس لفظ السلام سے دو معنی مراد ہیں۔

(۱) اللہ کریم کا ذکر۔

(۲) سلامتی کا سوال کرنا۔

کیونکہ ایک مُسلمان کو اسی کی اشد ضرورت ہے اور اصل مقصود بھی یہی ہے کہ انسان تمام آفات سے سلامت رہے۔

لہذا السلام جُملہ سلام علیکم کو متضمن ہے جو کہ اللہ کے ناموں میں سے ایک ہے کیونکہ سلامتی اللہ کریم ہی کی طرف سے آتی ہے۔

اس فائدہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی گرفت اور اس کے عذاب سے نجات پالے اور ہر قسم کے شر اور عیوب سے کنارہ کش ہو جائے۔

اسی معنی کو پیش نظر رکھتے ہُوئے اس کے مختلف صیغوں سے مختلف معنی مراد ہونگے۔

(۱) سلمک اللہ۔

(۲) رب سلم سلم

یہ جُملہ مومنین پُل صراط سے گزرتے ہُوئے کہیں گے۔

(۳) سلم الشیٔ لفلان :

یعنی یہ چیز صرف فلاں شخص کو دے دو۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :

ضرب اللہ مثلا	اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ ایک شخص
رجلا فیہ شرکاء	تو وُہ ہے جس کی ملکیت میں بہت
متشٰکسون و رجلا	سے کج خلق آقا شریک ہیں جو اسے
سلما لرجل۔	اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دُوسرا
(الزمر۔ ۲۹)	شخص پورے کا پورا ایک ہی آقا
	کا غلام ہے۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: تفسیر السلام۔

الثانیۃ: أنہ تحیۃ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) لفظ "السلام" کی تفسیر۔

(۲) یہی لفظ اہلِ جنت کا سلام ہونا۔

سلما لرجل کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں۔

السلم: امن کی حالت کو بھی کہتے ہیں یعنی جنگ کی حالت نہ ہو کیونکہ فریقین میں سے ایک فریق دوسرے فریق کی زیادتی سے محفوظ اور بے خوف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ باب مفاعلہ استعمال ہوتا ہے چنانچہ بعض لوگوں نے مسالمۃ مشارکۃ کے ہم شکل قرار دیا ہے۔

القلب السلیم: بھی مستعمل ہے، قلب سلیم اس دل کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا عیب، کجی اور بغض وعناد نہ ہو، قلب سلیم وہی ہے جو صرف اللہ کے احکام کا مطیع وفرمانبردار ہو اور شرک و کفر، گناہ اور اللہ کی نافرمانیوں سے مجتنب ہو، یہی وہ دل ہے جو حسن معاملہ، صدق اور محبت کی وجہ سے سیدھے راستہ پر گامزن ہے۔ اسی کے لیے اللہ کے عذاب سے نجات اور محض اس کے احسان سے کامیابی مقدر ہے۔

اخذ الاسلام، بھی اسی مادہ سے ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے اللہ کے احکام کو تھام کر اس کی فرمانبرداری قبول کی جاتی ہے۔ اسی سے شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر انسان توحید کی روشنی میں داخل ہو کر رب العالمین کا مطیع و فرمانبردار بن جاتا ہے اور اپنے اعمال کو اللہ کے لیے خالص سرانجام دیتا ہے۔

اس کی مثال اس غلام کی سی ہوتی ہے جس کو اس کے مالک نے صرف اپنے ہی مال سے خریدا ہو جس میں کسی دوسرے کا کوئی حق نہ ہو۔

اسی بنا پر اللہ کریم نے اس مقام پر دو مثالیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) ایک اپنے خالص مسلم کی۔

(۲) اور دوسری مشرک کی۔

Marfat.com

الثالثۃ أَنَّهَا لَا تَصلُحُ لِلّٰهِ۔

الرابعۃ أَلْعِلَّةُ فِيْ ذٰلِكَ۔

الخامسۃ تَعْلِيْمُهُمُ التَّحِيَّةَ الَّتِيْ تَصلُحُ لِلّٰهِ۔

③ یہ لفظ ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے درست نہیں۔

④ اِس لفظ کے نہ کہنے کی وجہ۔

⑤ اُس تحیہ کی تعلیم جو اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے۔

Marfat.com

باب نو

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ

اِس باب میں

اِس باب میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ
اِنسان کو دُعا کرتے وقت پُورے عزم اور وثوق
سے اپنی حاجات ربِ ذوالجلال کے سامنے پیش
کرنی چاہییں شک اور تذبذب کی کیفیت
ہرگز اپنے اُوپر طاری نہ ہونے دے

Marfat.com

فی الصحیح عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ : لَا یَقُلْ أَحَدُکُمْ۔

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ أَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ إِنْ شِئْتَ۔

لِیَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا مُکْرِهَ لَهٗ۔

ولِمُسْلِمٍ : وَلْیُعْظِمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا یَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ أَعْطَاهُ۔

صحیح (بخاری) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ:

اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو میری مغفرت فرما۔ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما۔

بلکہ چاہیے کہ اپنے سوال کو پورے عزم اور پختگی سے پیش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں:

"اپنے رب تعالیٰ سے بڑے وثوق سے سوال کرے کیونکہ اُس کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔

قولہ : فی الصحیح :

انسان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے کہیں مختلف ہے کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص سائل کا سوال اس لیے پُورا کرتا ہے کہ اس کی اپنی ضرورت پوری ہونے کی توقع ہوتی ہے یا سائل سے ڈر کر اس کا سوال پورا کرتا ہے حالانکہ اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا، اس کے باوجود دوسرے کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ مخلوق خدا سے سوال کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ اپنی ضرورت کو مسئول کے ارادے اور اس کی خواہش پر چھوڑ دے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ شاید وہ مجبور ہو کر میرا سوال پُورا کرے۔

Marfat.com

ہاں ! خالق کائنات اور رب العٰلمین سے سوال کرتے وقت ایسا انداز نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق نہیں ہے وہ تمام مخلوق سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اُس کی سخاوت اور اُس کا کرم کامل ترین ہے۔ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے، کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے لمحہ برابر بھی بے نیاز اور مستغنی نہیں ہو سکتا وہ جب دینے پر آتا ہے تو صرف کلام ہی کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے :

یمین اللہ ملأی	رب کریم کے ہاتھ خزانوں سے پُر
لا یغیضها نفقة	ہیں، رات دن بھی خرچ کرتا ہے
سحاء اللیل والنهار	تو ان میں کمی نہیں آسکتی۔ خدارا
ارأیتم ما انفق	غور تو کرو کہ اُس نے زمین و آسمان
منذ خلق السمٰوٰت	کی تخلیق سے لے کر آج تک کس قدر
والارض؟ فانه	انعام واکرام کیے ہیں؛ جو اس کے
لم یغض ما	ہاتھوں میں ہے اس میں ذرہ برابر
فی یمینه و	بھی کمی نہیں آئی۔ اللہ کریم کے دوسرے
فی یده الاخری	ہاتھ میں انصاف ہے۔ اس کے
القسط یخفضه و	ذریعے سے کسی کو بلند کرتا ہے اور کسی
یرفعه۔	کو گراتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر انعام واکرام کی بارش کرتا ہے تو اپنی حکمت سے اور اگر کسی کو محروم رکھتا ہے تو اس میں بھی اُس کی حکمت کے راز پوشیدہ ہیں، وہ حکیم بھی ہے اور خبیر بھی۔

قوله ، ولیعظم الرغبة :

یعنی اپنی ضرورت اور حاجت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم اور اپنی جود و سخا کی بنا پر وہ بڑے بڑے انعام واکرام کرتا ہے اور جو کچھ وہ عطا فرماتا ہے اس کے سامنے وہ بالکل حقیر ہوتا ہے اگرچہ وہ انعام مخلوق کے ہاں بہت ہی بڑا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ :

وتعظم فی عین الصغیر صغارها
وتصغر فی عین العظیم العظائم

چھوٹے کی نگاہ میں چھوٹی چیزیں بھی بڑی معلوم ہوتی ہیں اور بڑے کی آنکھ میں بڑی بڑی چیزیں بھی حقیر معلوم ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: أَلنَّهْیُ عَنِ الإِسْتِثْنَآءِ فِی الدُّعَآءِ۔

الثانیۃ: بَیَانُ الْعِلَّةِ فِیْ ذٰلِكَ۔

الثالثۃ: قوله: لِیَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ۔

الرابعۃ: إِعْظَامُ الرَّغْبَةِ

الخامسۃ: أَلتَّعْلِیْلُ لِهٰذَا الأَمْرِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① دُعا میں "اگر تو چاہے" نہ کہنا چاہیے۔

② اس کے سبب کا بیان۔

③ سوال پورے وثوق سے کرنا چاہیے۔

④ رغبت زیادہ ہونی چاہیے۔

⑤ کثرتِ رغبت کے اسباب۔

Marfat.com

باب
لا یقول عبدی و امتی

اس باب میں

اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص
اپنے غلام کو "میرا بندہ، میری لونڈی" نہ کہے۔

Marfat.com

فی الصّحیح عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم
قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ
وَ ضِّئْ رَبَّكَ ، وَ لْيَقُلْ سَيِّدِي
وَ مَوْلَايَ ۔
وَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ : عَبْدِي
وَ أَمَتِي ۔ وَ لْيَقُلْ : فَتَايَ وَ
فَتَاتِي وَ غُلَامِي ۔

صحیح (مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ "اپنے رب کو کھانا کھلا۔ اپنے رب کو وضو کروا۔" البتہ یوں کہیں کہ میرا سردار، میرا آقا۔

اور کوئی شخص اپنے غلام کو میرا بندہ اور میری لونڈی نہ کہے بلکہ یہ کہے کہ میرا غلام، میرا خادم، میری خادمہ۔

قوله : و فی الصحیح :

زیر نظر حدیث میں جن الفاظ کے استعمال سے روکا گیا ہے اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے ستعمل ہوتے ہیں، پھر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید میں پختگی پیدا کرنے اور شرک کے سدّ باب کے لیے ان کو استعمال کرنے سے روک دیا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ لفظاً مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس سے روکنے کی وجہ محض یہ ہے کہ رب کریم ہی اپنے تمام بندوں کا رب ہے اور یہ لفظ جب کسی دوسرے کے لیے بولا جائے گا تو اس میں اسی مشارکت اور مشابہت پائی جائے گی۔ اس معمولی مشابہت کو بھی ختم کرنے کے لیے ان الفاظ کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ اگرچہ یہ الفاظ استعمال کرتے وقت متکلم کا مقصد شرک فی الربوبیت نہیں ہوتا جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے متکلم کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی ملکیت ہے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: أَلنَّهْيُ عَنْ قَوْلِ : عَبْدِيْ وَ اَمَتِيْ -

الثانیہ: لَا يَقُوْلُ الْعَبْدُ : رَبِّيْ وَلَا يُقَالُ لَهٗ : أَطْعِمْ رَبَّكَ -

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کہنے سے منع کرنا۔

② غلام اپنے آقا کو ربی کہہ کر نہ پکارے اور اسی طرح غُلام کو بھی یہ نہ کہنا چاہیے کہ اپنے رب کو کھانا کھلا۔

یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

پس خالق اور مخلوق کے درمیان شرکت کے معولی سے شائبہ کو بھی ختم کرنے کے لیے اور توحید کی کامل حفاظت اور شرک کے موذی مرض سے دُور رہنے کے لیے اگرچہ لفظاً ہی کیوں نہ ہو، ان الفاظ کو استعمال کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ اس سے شریعت اسلامیہ کا مُدعائے احسن یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُسکی بزرگی کا اظہار ہوتا ہے اور مخلوق سے مشابہت کا پہلو دُور ہوتا جاتا ہے چنانچہ رسُول اکرم ﷺ نے ان الفاظ کے قائم مقام الفاظ بھی فرمادیے ہیں جیسے سیدی ومولای اسی طرح عبدی اور امتی وغیرہ الفاظ کے استعمال سے بھی روک دیا ہے کیونکہ تمام مرد وعورتیں اللہ کے غلام ہیں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے :

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا۔	زمین اور آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اُس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونیوالے ہیں۔

Marfat.com

الثالث: تَعْلِيمُ الأَوَّلِ قَوْلَ : فَتَایَ وَ فَتَاتِيْ وَ غُلَامِيْ۔

الرابع: تَعْلِيمُ الثَّانِيْ قَوْلَ : سَيِّدِيْ وَ مَوْلَايَ۔

الخامس: اَلتَّنْبِيهُ لِلْمُرَادِ وَ هُوَ تَحْقِيقُ التَّوْحِيدِ حَتّٰى فِى الأَلْفَاظِ۔

٣ مالک اور آقا کو یہ تعلیم دی کہ وہ فَتَایَ ، فَتَاتِیْ اور غلامی کے الفاظ استعمال کرے۔

٤ اور غلام کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے آقا کو سَیِّدِیْ اور مولائی جیسے الفاظ کہہ کر پکارے۔

٥ سب سے اہم بات جو اِس باب میں بیان کی گئی وُہ یہ ہے کہ توحید میں پختگی اور نکھار انتہائی لازمی ہے اگرچہ اس کا تعلق صرف الفاظ سے ہی ہو۔

Marfat.com

باب

لا یرد من سأل باللّٰہ

اِس باب میں

یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ
کا نام لیکر سوال کرتا ہے۔ اس کو
خالی ہاتھ واپس نہ لوٹایا جائے

Marfat.com

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم
مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ۔
وَمَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ۔
وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ۔
فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهٗ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تُرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ۔

رواہ ابوداؤد، والنسائی بسند صحیح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مانگے اُسے دو۔
اور جو اللہ تعالیٰ کے نام سے پناہ طلب کرے اُسے پناہ دو۔
اور جو شخص دعوت دے اُسے قبول کرو۔ اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کا بدلہ دو۔
اگر بدلہ نہ دے سکو تو اس کے لیے اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اس کا بدلہ چکا دیا گیا ہے۔

قولہ : من سأل باللہ فاعطوہ :

زیر نظر حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی سائل اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرے تو اس کو خالی ہاتھ واپس کرنا منع ہے۔
یہ سوال کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیل کا محتاج ہے جیسا کہ کوئی سائل سوال کرے کہ میرا بیت المال میں حق ہے اور میں ضرورت مند ہوں لہٰذا میری ضرورت کو پورا کیا جائے۔

پس اس کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی اعانت کرنا واجب ہے یا کوئی سائل کسی شخص کے زائد مال میں سے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کہے تو صاحب مال کو سائل کی ضرورت کے مطابق اس کی حاجت روائی کرنا احسن ہے۔
البتہ وہ مسئول جس کے پاس زائد مال نہیں ہے تو وہ سائل کی ضرورت کو اس انداز

Marfat.com

مسائل

الاولیٰ إعَاذَةُ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

(۱) جو شخص اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اس کو پناہ دینا۔

سے پورا کرے کہ نہ تو وہ خود تکلیف میں پڑے اور نہ اس کے اہل و عیال کو کوئی تکلیف محسوس ہو۔

اور اگر سائل کسی اضطراری حالت میں گرفتار ہے تو اس کی اس تکلیف کو رفع کرنا واجب ہے۔

اپنے مال کو خرچ کرنا شریعت اسلامی کے اعلیٰ وارفع مقامات میں سے ایک بلند ترین مقام ہے۔ اس سلسلے میں جود و سخا کے لحاظ سے لوگوں کے مختلف درجات ہیں۔

قولہ : ومن دعاکم فاجیبوہ :

مسلمانانِ عالم کے آپس میں ایک دوسرے پر بے شمار حقوق ہیں جن کا تذکرہ شریعت اسلامی میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی تمہاری دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرو۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کے درمیان باہمی الفت و محبت کے بڑھنے کے اسباب میں سے ہے۔

قولہ : ومن صنع الیکم معروفا فکافئوہ :

نیکی کا بدلہ نیکی سے دینا، اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ ہے، نیز اس میں بخل اور مذموم خیالات و تصورات سے اجتناب بھی مضمر ہے۔

قولہ : حتیٰ تروا :

لفظ حتی تروا بضم التاء ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ :

"تم خیال کرنے لگو کہ تم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے۔"

اور یہ بھی احتمال ہے کہ بفتح التاء ہو تو پھر اس کے معنی ہوں گے کہ :

"تم جان لو کہ اس کا بدلہ تم نے دے دیا ہے۔"

سُنن ابی داؤد میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں :

من سألکم بوجہ اللہ فاعطوہ۔	جو شخص اللہ کریم کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرے، اُس کو دو۔

Marfat.com

الثانية: إِعْطَاءُ مَنْ سَأَلَ بِاللهِ۔

الثالثة: إِجَابَةُ الدَّعْوَةِ۔

الرابعة: أَلْمُكَافَأَةُ عَلَى الصَّنِيْعَةِ۔

الخامسة: أَنَّ الدُّعَآءَ مُكَافَأَةٌ لِّمَنْ لَّمْ يَقْدِرْ إِلَّا عَلَيْهِ۔

السادسة: حَتّٰى تُرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ۔

(٢) جو شخص اللہ کریم کا نام لے کر سوال کرے اس کی ضرورت کو پورا کرنا۔

(٣) اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا۔

(٤) کسی کے احسان اور بھلائی کا بدلہ دینا۔

(٥) جو شخص احسان کا بدلہ احسان سے نہ دے سکے، اس کے لیے دعا کرنا بھی احسان کا نعم البدل بن جائے گا۔

(٦) یعنی اتنی کثرت سے دعا کرو کہ خود تمہیں یقین ہو جائے کہ احسان کا بدلہ اُتر چکا ہے۔

Marfat.com

اِس باب میں

اِس مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے
کہ اللہ کا واسطہ دے کر جنّت کے
سوا اور کوئی سوال نہ کیا جائے

Marfat.com

عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم
لَا یُسْأَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ إِلَّا الْجَنَّۃُ -(رواہ ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے صرف جنت ہی مانگنی چاہیے۔

فیہ

مسائل

الاولیٰ أَلنَّھْیُ عَنْ أَنْ یُّسْأَلَ بِوَجْہِ اللّٰہِ إِلَّا غَایَۃُ الْمَطَالِبِ۔

الثانیۃ إِثْبَاتُ صِفَۃِ الْوَجْہِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

(۱) اللہ کریم کے نام سے انتہائی اہم اور بڑے بڑے سوال ہی کرنے چاہئیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے لیے "وجہ" کا ثبوت۔

قولہ : لا یسال بوجہ اللہ الا الجنۃ :

سوال :

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین کے لیے طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف نے آپ کی دعوت کو بجائے قبول کرنے کے ٹھکرا دیا اور انتہائی بدسلوکی سے پیش آئے۔ طائف سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں کیں جن میں جنت کا ذکر نہیں ہے جیسے :

اللّٰھم الیک اشکوا اے اللہ! میں اپنی طاقت کی

Marfat.com

ضعف قوتي وقلة	کمزوری، تدبیر کی درماندگی اور لوگوں
حيلتي و هواني على	کے سامنے اپنی ناتوانی کا شکوہ تیری
الناس أنت رب	ہی بارگاہِ قدس میں پیش کرتا ہوں،
المستضعفين وأنت ربي	تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو
الى من تكلني؟	ہی میرا رب ہے۔ تو مجھے کس کے
الى بعيد يتجهمني	سپرد کرے گا؟ کسی دور شخص یعنی غیر
او الى عدو ملكته	رشتہ دار کی طرف جو دیکھ کر ناک بھوں
امري؟ ان لم	چڑھائے یا کسی دشمن کی طرف تو میرا
يكن بك غضب	معاملہ سپرد کرے گا؟
علي فلا أبالي	اگر مجھ پر تیری ناراضی نہ ہو تو مجھے
غير أن عافيتك	کسی قسم کی کوئی پروا نہیں ہے۔
هي أوسع لي.	ہاں مجھ پر تیری عافیت کا سایہ
	میرے لیے بہت زیادہ وسیع ہے۔

اس دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں:

اعوذ بنور وجهك	میں تیرے اس چہرے کے نور کی
الذي أشرقت له	پناہ لیتا ہوں جس سے سب اندھیرے
الظلمات وصلح عليه	روشن ہو جائیں اور دنیا اور آخرت
امر الدنيا والآخرة	کے کام سنور جائیں۔ میں تیری پناہ
ان يحل علي غضبك	لیتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل
او ان ينزل بي	ہو یا تیری ناراضی مجھ پر اترے تیری
سخطك لك العتبى	ہی چوکھٹ ہے، تو مجھ سے راضی
حتى ترضى ولا حول	ہو جا اور اللہ کی توفیق کے سوا گناہ
ولا قوة الا بالله.	سے بچنا ہے اور نہ نیکی کی طاقت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اذکار میں مندرجہ ذیل دعا بھی موجود ہے۔

اللهم أنت احق	اے اللہ! تو سب سے زیادہ ذکر
من ذكر واحق	کیے جانے اور سب سے زیادہ عبادت
من عبد.	کیے جانے کا مستحق ہے۔

اس دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں:

اعوذ بنور وجهك	میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ
الذي اشرقت له	لیتا ہوں جس سے سب آسمان اور
السموات والارض.	زمین روشن ہیں۔

یہ دعا ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے:

اعوذ بوجه الله	میں اللہ کریم کے چہرے اور اللہ عظیم

Marfat.com

الكريم وباسمه الله	کے نام اور اس کے پورے کلمات
العظيم و بكلماته	کی پناہ لیتا ہوں، موت اور ڈسنے
التامة من شر	والی چیزوں کی بُرائی سے اور اے
السامة والّلامة و	رب ہر اُس چیز کی بُرائی سے، اور
من شر ما خلقت	اے رب ہر اُس چیز کی بُرائی سے
اى رب ومن	اور اُس کے بعد کی بُرائی سے اور
شر هذا اليوم و من	دُنیا اور آخرت کی بُرائی سے۔

شر ما بعده ومن شر الدنيا والآخرة۔

احادیثِ مرفوعہ میں صحیح اور حسن اسناد سے ان ادعیہ کے علاوہ بھی دعائیں مذکور ہیں جن میں جنّت کی طلب کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟

جواب :

ان کے علاوہ بھی مرفوع احادیث میں دُعائیں مذکور ہیں۔

اس بات کا احتمال ہے کہ دُعا میں مطلوبہ اشیاء پسند نہ ہوں اور نہ ہی دل میں انکی تمنّا ہو بلکہ ان کو مکروہ سمجھتے ہوئے مانگی گئی ہوں۔

اس کے علاوہ بھی احتمالات ممکن ہیں۔

Marfat.com

باب
ما جاء فی اللّو

اس باب میں

انسان کو مصائب و مشکلات کے وقت صبر و بردباری اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے
اور جو لوگ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو تقدیر کی گرفت سے
آزاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے

Marfat.com

قولہ تعالیٰ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔
(آل عمران : ١٥٤)

قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا۔
(آل عمران : ١٦٨)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیے جاتے

ان کے جو بھائی بندلڑنے گئے اور مارے گئے ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ: اگر وہ ہماری مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔

قولہ : باب ما جاء فی اللّق :

مصائب و مشکلات کے وقت جزع فزع کرنا منع ہے اور اس پر سخت وعید سُنائی گئی ہے۔

قولہ : يقولون لوكان لنا من الأمر شئ :

جنگِ اُحد میں خوف اور بزدلی اور ڈر سے منافقین نے یہ جملہ کہا تھا۔

ابنِ اسحاق رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں، حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھا اور دشمن کا حملہ زبردست تھا کہ اچانک ہم پر نیند کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور ہم میں سے ہر مجاہد کی ٹھوڑی غلبۂ نیند کی بنا پر سینے سے لگ گئی۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ بخدا میں نے متعب بن قشیر منافق کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ:

لوكان لنا من الامر شئ ما قتلنا هٰهنا۔	اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیے جاتے۔

اس سے سُن کر یہ الفاظ میں نے اچھی طرح یاد کر لیے چنانچہ اسی پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ:

يقولون لوكان لنا من الامر شئ ما قتلنا هٰهنا۔	وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کیے جاتے۔

Marfat.com

وفی الصّحیح عن ابي هـريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَ اسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ لَا تَعْجَزَنَّ وَ إِنْ أَصَابَكَ شَيْئٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا لَكَانَ كَذَا وَ كَذَا۔ وَ لٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَآءَ فَعَلَ۔ فَإِنَّ: "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ۔

صحیح (مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نفع بخش چیز کی حرص کر اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگ اور عاجز نہ بن۔

اور کسی وقت اگر مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو یہ نہ کہا کرو "اگر میں ایسا کرتا تو یُوں ہوتا" بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا اور جو اُس نے چاہا وہی ہوا کیونکہ "اگر" شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

مُجاہد رحمہ اللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ:
"زیرِ نظر آیتِ کریمہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہُوئی۔"

یعنی یہ الفاظ عبداللہ بن ابی نے کہے تھے۔

قولہ: احرص علی ماینفعک:

مصنف نے حدیث کا ایک حصہ ذکر فرمایا ہے۔ پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

المؤمن القوی خیر	طاقتور مومن کمزور مومن سے
واحب الی اللہ من	بہرحال اللہ کے ہاں بہتر اور محبوب

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: تَفْسِيْرُ الْآيَتَيْنِ فِيْ آلِ عِمْرَانَ -

الثانیۃ: اَلنَّهْيُ الصَّرِيْحُ عَنْ قَوْلِ : "لَوْ" - إِذَا أَصَابَكَ شَيْءٌ -

الثالثۃ: تَعْلِيْلُ الْمَسْأَلَةِ بِأَنَّ ذٰلِكَ يَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ -

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① سورۂ آل عمران کی دو آیات کی تفسیر۔

② کسی ناگہانی مصیبت پر یہ کہنا سخت جُرم اور گناہ ہے کہ "اگر میں یوں کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی"۔

③ لفظ "اگر" استعمال نہ کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے شیطانی اعمال کا دروازہ کھلتا ہے۔

المؤمن الضعیف ۔ ترین ہوتا ہے۔
وفی کل خیر احرص ہر ایک میں بھلائی ہے، اپنے لیے
علی ما ینفعک ۔ مفید چیز کی حرص رکھیے۔

یعنی ایسے اعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جن سے دُنیوی فائدہ اور اُخروی نجات ممکن ہو۔

مطلب یہ ہُوا کہ ایسے اسباب کی تلاش میں رہے جو دُنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ مند ہوں یعنی جن اسباب و ذرائع کو شریعت اسلامیہ نے واجب، مستحب یا مباح قرار دیا ہے ان کو ترک نہ کیا جائے بلکہ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

قولہ ، واستعن باللہ ؛
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ حکم دیا گیا۔

Marfat.com

الرابعة أَلْإِرْشَادُ إِلَى الْكَلَامِ الْحَسَنِ ۔

الخامسة أَلْأَمْرُ بِالْحِرْصِ عَلٰى مَا يَنْفَعُ مَعَ الْإِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ ۔

السادسة أَلنَّهْيُ عَنْ ضِدِّ ذٰلِكَ وَ هُوَ الْعَجْزُ ۔

---

④ اچھی گفتگو کی ترغیب۔

⑤ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے ایسے اعمال کا شوق دلایا گیا ہے جو نفع بخش ہیں۔

⑥ جو اس کے اُلٹ ہے، اُس یعنی عجز سے روکنا۔

قوله ، ولا تعجزن :

چونکہ عجز شرعاً اور عقلاً مذموم ہے اس لیے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ممانعت کے باوجود لوگوں میں اس کی کثرت ہے۔ انسان کو کسی بھلائی کی طرف رغبت ہو اور اس کے حصول پر قدرت بھی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی استعانت کا طلبگار بھی ہو تو پھر کس قدر جلد اسے حاصل کر سکتا ہے ؛ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

قوله ، وان اصابك شئ فلا تقل لو انی فعلت كذا لكان كذا :

کیونکہ جو چیز مقدر ہے وہ ہو کر رہے گی لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ تسلیم و رضا اور تقدیر پر ایمان کامل رکھے۔ اس کی ترغیب یوں دی گئی کہ وہ یہ کہا کرے کہ :

قدر الله وما شاء فعل ۔ اللہ نے مقدر کیا اور جو اس نے چاہا سو وہی ہوا۔

کیونکہ تمام امور اللہ کی حکمت، علم وفضل اور اس کے عدل و انصاف سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

قوله ، فان لَوْ تفتح عمل الشيطان :

مصائب و مشکلات اور فوت شدہ چیز پر افسوس کرنے اور غم کھانے کی وجہ سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے اس لیے اسے شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

باب النهی عن سب الریح

اس باب میں ہوا اور آندھی کو گالی دینے سے
سختی سے روکا گیا ہے۔

Marfat.com

عن ابیّ ابن کعب رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم
قَالَ لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ
مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا۔
أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ
الرِّيْحِ وَ خَيْرِ مَا فِيْهَا وَ خَيْرِ
مَآ أُمِرَتْ بِهٖ۔
وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ
وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَآ أُمِرَتْ بِهٖ۔
(صحیحه الترمذي)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو گالی نہ دو۔ اگر تمھیں کوئی ناپسند چیز دکھائی دے تو یہ دعا پڑھا کرو۔

اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا سے اور جو اس میں ہے اس کی بہتری چاہتے ہیں اور اس چیز کی بھی بھلائی چاہتے ہیں جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور ہم پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کے شر سے اور جو اس میں ہے اور اس چیز کے شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

قوله : لا تسبوا الريح ،

ہوا۔ اللہ کی مخلوق میں سے ایک ہے جو اس کی قدرت اور اس کے ارادے کے مطابق چلتی ہے لہذا جو شخص ہوا کو گالی دے گا گویا اس نے ہوا کے خالق کو گالی دی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی جو زیر بحث حدیث میں مذکور ہیں یعنی ہوا اور جو اس کے اندر پوشیدہ ہے اس کی بھلائی نیز ہوا کے شر اور جو شر اس میں نہاں ہے اس سے پناہ مانگنا۔

اللہ نے اپنے بندوں پر یہ بات مشروع کی کہ وہ صرف اس چیز کا سوال کریں جو ان کے لیے فائدہ مند ہو اور ہر اس چیز سے پناہ مانگیں جو ان کو تکلیف دے اور یہ کہ وہ یہ سوال اللہ کی عبادت، اس کی اطاعت سمجھتے ہوئے کریں اور اس پر ایمان بھی رکھیں، یہ صفت صرف اہل توحید اور اہل ایمان کی ہے بخلاف اہل شرک اور اہل بدعت کے۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: أَلنَّهْيُ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ

الثانیۃ: أَلْإِرْشَادُ إِلَى الْكَلَامِ النَّافِعِ إِذَا رَأَى الْإِنْسَانُ مَا يَكْرَهُ۔

الثالثۃ: أَلْإِرْشَادُ إِلَى أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ۔

الرابعۃ: أَنَّهَا قَدْ تُؤْمَرُ بِخَيْرٍ وَ قَدْ تُؤْمَرُ بِشَرٍّ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① ہوا کو گالی دینے کی ممانعت۔

② جب انسان ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو اُس وقت نفع مند دُعا کی تعلیم دی گئی ہے۔

③ اِس بات سے بھی انسان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

④ اِس راز سے بھی پردہ اُٹھایا گیا ہے کہ ہوا کو کبھی بھلائی اور خیر کا اور کبھی تباہی مچانے کا بھی حکم ملتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب قول اللہ تعالیٰ

يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ

يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ط

يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا

هَاهُنَا ط قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ

مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ط

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

Marfat.com

قولہ تعالیٰ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَلْ لَّنَا
مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۔
قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ ۗ يُخْفُونَ
فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ
يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۗ
قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ
إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ ۔
وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○
(آل عمران : ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگے جو سراسر خلافِ حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصّہ ہے اِن سے کہو (کسی کا کوئی حصّہ نہیں) اِس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے دِلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔

اِن کا اصل مطلب یہ ہے کہ اگر اختیارات میں ہمارا کچھ حصّہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔

Marfat.com

اِن سے کہہ دیجئے کہ اگر تُم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

اور یہ معاملہ جو پیش آیا تو یہ اس لیے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اُسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دِلوں میں ہے اُسے چھانٹ دے۔ اللہ تعالیٰ دِلوں کا حال خُوب جانتا ہے۔

قولہ : یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ :

یہ آیاتِ بینات اللہ تعالیٰ نے جنگِ اُحد کے واقعہ کے ربط میں نازل فرمائیں غزوۂ اُحد میں ایک خاص واقعہ پیش آیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشٰی طائفۃ منکم (آل عمران ۱۵۴)	اللہ تعالیٰ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی، یعنی غنودگی کی کیفیت تم پر طاری کی۔

غنودگی کی یہ حالت ایمان والوں، میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنے والوں، اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھنے والوں، مصائب و مشکلات میں صبر کرنے والوں اور سچائی کے خوگر افراد پر طاری ہوئی، یہ وُہی حضرات تھے جنھیں یقین تھا کہ ربّ ذوالجلال اپنے رسولِ مقبول ﷺ کی ضرور مدد فرمائے گا اور تمام وعدوں اور توقعات کو پورا کرے گا اور دوسرے گروہ کے بارے میں فرمایا گیا :

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم	اور ایک فرقہ کو اپنی جانوں کا فکر تھا۔

ان کو یہ نعمتِ عظمٰی نصیب نہ ہُوئی کیونکہ وہ جزع فزع، قلق و اضطراب اور خوف و ہراس کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہلِ جاہلیت کے سے سوءِ ظن اور بدگمانی میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے اس سُوءِ ظن کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہُوئے فرماتا ہے :

یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ	اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگے۔

منافقین کے اس بزدل گروہ نے جب دیکھا کہ وقتی طور پر مشرکین کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے تو انھوں نے اس کو آخری فیصلہ سمجھا۔ ان کے دلوں میں یہ بات گھر کر گئی کہ اب اسلام اور اہلِ اسلام کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔

شکوک و شبہات میں گرفتار لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اہلِ اسلام جب کسی مُصیبت میں گھر جاتے ہیں تو ان سے اسی قسم کی لغو گفتگو اور نامعقول باتیں سرزد ہوتی ہیں۔

Marfat.com

قوله تعالیٰ: أَلظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ (الفتح ۔ ۶)

قال ابن القیم رحمه الله في الآية الاولى: فُسِّرَ هٰذَا الظَّنُّ بِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَا يَنْصُرُ رَسُوْلَهُ وَ أَنَّ أَمْرَهُ سَيَضْمَحِلُّ۔

وَ فُسِّرَ بِأَنَّ مَآ أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ بِقَدْرِ اللّٰهِ وَ حِكْمَتِهِ۔ فَفُسِّرَ بِإِنْكَارِ الْحِكْمَةِ وَ إِنْكَارِ الْقَدْرِ وَ إِنْكَارِ أَنْ يَّتِمَّ أَمْرُ رَسُوْلِهِ وَ أَنْ يُّظْهِرَهُ اللّٰهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ۔

جو اللہ تعالیٰ کے متعلق بُرے گمان رکھتے ہیں برائی کے پھیر میں خود ہی آگئے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیر نظر آیتِ کریمہ میں سوءِ ظن کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا اور یہ کہ اُس کی دعوت عنقریب ختم ہو جائے گی۔

اور یہ کہ جو مصیبت ان کو پہنچی ہے وُہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہ تھی۔ پھر یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اُس کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ پُورا نہ ہوگا اور نہ ہی یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اُحد کے متعلق منافقین کے اس سوءِ ظن پر تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

لہ زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۶ ، اغاثۃ اللهفان ۔

Marfat.com

"منافقین کی اُس بدگمانی اور سوءِ ظن کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ اکرم ﷺ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا۔ اب اس کی دعوت کمزور پڑ جائے گی۔ حتیٰ کہ اس کا رسول دشمنوں کے ناپاک ہاتھوں سے قتل ہو جائے گا۔

ان کی اس بدگمانی کی مزید توضیح کی گئی ہے کہ جو کچھ مسلمانوں کو تکلیف اٹھانی پڑی ہے اس میں قضا و قدر کو کوئی دخل نہیں اور نہ اس میں کوئی حکمتِ الٰہی مضمر ہے۔ حکمت اور قضا و قدر کے انکار کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے اس سوءِ ظن کو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ اکرم ﷺ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا اور یہ کہ اس کے دین اور دعوت کو پھیلنے سے روک دے گا۔

سورۂ فتح میں مشرکین و منافقین کے اسی سوءِ ظن کا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و یعذب المنٰفقین و المنٰفقٰت و المشرکین والمشرکٰت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء و غضب اللہ علیھم و لعنھم و اعدلھم جھنم، وساءت مصیرا۔	اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دیگا جو اللہ کے متعلق بُرے گمان رکھتے ہیں۔ بُرائی کے پھیر میں وہ خود ہی آ گئے۔ اللہ کا غضب ان پر ہُوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم مہیا کر دی، جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ (الفتح)

قولہ: الظانین باللہ ظن السوء:

ابنِ جریر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کی بدگمانی یہ تھی کہ وہ اپنے رسول اور اہلِ ایمان کی دشمنوں کے مقابلہ میں مدد نہیں کرے گا اور نہ اہلِ اسلام کا بول بالا ہو گا اور اب کافر ہی غالب رہیں گے۔ یہی وہ بدگمانی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر کیا ہے۔

قولہ، و یعذب المنٰفقین و المنٰفقٰت:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کو اس کے حکموں میں متہم کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بدگمانی کیے ہوئے ہیں کہ یہ لوگ اب قتل ہو جائیں گے اور ان کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا چنانچہ اللہ کریم نے ان کی اسی بے ہودگی کی وجہ سے فرمایا کہ:

علیھم دائرۃ السوء۔	اُن کی اس بدگمانی کا وبال اُن پر ہی پڑے گا۔

Marfat.com

وَ هٰذَا هُوَ ظَنُّ السَّوْءِ الَّذِي ظَنَّ الْمُنَافِقُوْنَ وَ الْمُشْرِكُوْنَ فِي سُوْرَةِ الْفَتْحِ فَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا ظَنَّ السَّوْءِ لِأَنَّهُ ظَنٌّ غَيْرُ مَا يَلِيْقُ بِهٖ سُبْحَانَهُ وَ غَيْرُ مَا يَلِيْقُ بِحِكْمَتِهٖ وَ حَمْدِهٖ وَ وَعْدِهِ الصَّادِقِ ۔

فَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ يُدِيْلُ الْبَاطِلَ عَلَى الْحَقِّ إِدَالَةً مُّسْتَقِرَّةً يَضْمَحِلُّ مَعَهَا الْحَقُّ ۔ أَوْ أَنْكَرَ أَنْ تَكُوْنَ مَا جَرٰى بِقَضَآئِهٖ وَ قَدَرِهٖ ۔

مُنافقین اور مُشرکین کا یہی وہ بُرا گمان ہے جس کا سُورۃ الفتح میں تذکرہ ہے۔ یہ ایسا بُرا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شانِ عُظمٰے کے منافی ہے۔ اِس کی حکمت، بُزرگی اور سچے وعدہ کے بھی خلاف ہے۔

مشرکین اور منافقین کی یہی وہ بدگمانی تھی جس کا تذکرہ سُورۃ الفتح میں کیا گیا ہے. یہ بدگمانی اللہ تعالیٰ کے لیے زیب نہیں دیتی اور نہ ہی اُس کے حکم، اس کی حمد اور اس کے سچے وعدوں کے مطابق تھی.

پس جو شخص یہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر ایسا مسلط کرے گا جس سے حق کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا یا قضا و قدر کے فیصلوں کا انکار کرے یا تقدیر کا بایں معنی انکار کرے کہ اس میں کوئی حکمت نہ تھی جس پر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جا سکے بلکہ یہ گمان کرے کہ تمام امور محض انسان کے ارادہ سے انجام پذیر ہو رہے ہیں تو :

ذلك ظن الذين كفروا	یہ بدگمانیاں ان لوگوں کی ہیں جو
فويل للذين كفروا	کافر ہیں، ان کافروں کے لیے جہنم
من النار۔ (ص - ٢٧)	کا عذاب ہے۔

Marfat.com

پس جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر ایسا غلبہ دے گا جو ہمیشہ قائم رہے گا اور اِس کی وجہ سے حق ختم ہو جائے گا یا اِس بات سے انکار کرے کہ اُس کی تقدیر حکمتِ کاملہ پر مبنی نہیں جس کی وجہ سے وُہ تعریف کا مستحق ہو۔

اَوْ أَنْكَرَ أَنْ يَّكُوْنَ قَدَرُهٗ لِحِكْمَةٍ بَالِغَةٍ يَّسْتَحِقُّ عَلَيْهَا الْحَمْدُ۔ بَلْ زَعَمَ أَنَّ ذٰلِكَ لِمَشِيْئَةٍ مُّجَرَّدَةٍ۔ فَذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔

وَ أَكْثَرُ النَّاسِ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ فِيْمَا يَخْتَصُّ بِهِمْ وَ فِيْمَا يَفْعَلُهٗ بِغَيْرِهِمْ وَ لَا يَسْلَمُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ وَ أَسْمَآءَهٗ وَ صِفَاتَهٗ وَ مُوْجِبَ حِكْمَتِهٖ وَ حَمْدِهٖ۔

فَلْيَعْتَنِ اللَّبِيْبُ النَّاصِحُ لِنَفْسِهٖ بِهٰذَا۔ وَلْيَتُبْ إِلَى اللّٰهِ وَ لْيَسْتَغْفِرْهُ مِنْ ظَنِّهٖ بِرَبِّهٖ ظَنَّ السَّوْءِ۔

وَ لَوْ فَتَّشْتَ مَنْ فَتَّشْتَ لَرَأَيْتَ عِنْدَهٗ تَعَنُّتًا عَلَى الْقَدَرِ وَ مَلَامَةً لَّهٗ۔

وَ إِنَّهٗ كَانَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَّكُوْنَ

Marfat.com

كَذَا وَ كَذَا فَمُسْتَقِلٌّ وَ مُسْتَكْثِرٌ
وَ فَتِّشْ نَفْسَكَ هَلْ أَنْتَ سَالِمٌ ؟

فَإِنْ تَنجُ مِنْهَا تَنجُ مِنْ ذِي عَظِيمَةٍ
وَ إِلَّا فَإِنِّيْ لَآ اَخَالُكَ نَاجِيًا

یا اس بات کا انکار کرے کہ اس کی تقدیر حکمت کی بنا پر نہیں جس پر وہ تعریف کا مستحق ہو۔

بلکہ یہ گمان کرے کہ یہ محض اس کی مشیت پر ہے۔ پس یہ کافروں کا گمان ہے، سو کافروں کے لیے جہنم کی آگ کی سزا مقرر ہے۔

اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ سے سوئے ظن رکھتے ہیں اس بارے میں جو اُن کے ساتھ خاص ہے اور اس بارے میں جو وہ غیروں سے کرتا ہے۔

اور اس بُرے گمان سے کوئی سلامت نہیں رہتا مگر وہ شخص جو اللہ کو اس کے اسماء صفات کو، اور اس کی حکمت و تعریف کے اسباب کو پہچانے۔

پس ہر اس عقلمند شخص کو جو اپنی بھلائی اور خیر خواہی چاہتا ہے، اُسے مندرجہ بالا امور میں غور کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں توبہ و استغفار کرنی چاہیے اور اپنے ربِ کریم کے بارے میں بُرے گمان سے بچے۔

اگر تُو لوگوں کو غور سے دیکھے گا تو ان میں سے اکثر کو ایسا پائے گا کہ وہ تقدیر کے معاملے میں بے روی پر ملامت کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔

اور یہ کہتے ہیں کہ اِس طرح یا اُس طرح ہونا چاہیے تھا۔ سو بعض کم خیال کرتے ہیں اور بعض زیادہ۔ اب تم خود اپنا جائزہ لو۔ کیا اِس سلسلے میں تم راہِ راست پر ہو؟

اگر تُو اس سے بچ گیا ہے تو بڑی بات سے بچا ہے ورنہ میں تجھے بچنے والا نہیں سمجھتا۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولیٰ: تَفسِیرُ أیَةِ آلِ عِمرَانَ

الثانیۃ: تَفسِیرُ أیَةِ الفَتحِ

الثالثۃ: أَلإِخبَارُ بِأَنَّ ذٰلِكَ أَنوَاعٌ لَا تُحصَرُ.

الرابعۃ: أَنَّهُ لَا یَسلَمُ مِن ذٰلِكَ إِلَّا مَن عَرَفَ الأَسمَاءَ وَ الصِّفَاتِ وَ عَرَفَ نَفسَهُ

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① سُورۃ آلِ عمران کی آیت کی تفسیر۔

② سُورۃ الفتح کی آیت کی توضیح۔

③ بُرے گمان کی بیشمار قسمیں ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

④ ان بُرے گمانوں سے وُہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات اور اپنے نفس کی معرفت سے بہرہ مند ہو۔

Marfat.com

باب ماجاء

فِی مُنکِرِی القَدَرِ

اِس باب میں

بتایا گیا ہے کہ تقدیر کا اِنکار کرنا شریعتِ اسلامی سے انکار کے مُترادف ہے مُنکرینِ تقدیرِ الٰہی کی حیثیت اِسلام میں وُہی ہے جو مُجوسیوں کی ہے

Marfat.com

وَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَ الَّذِيْ نَفْسُ ابْنِ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ لِأَحَدِهِمْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا ثُمَّ أَنْفَقَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ - ثُمَّ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَلْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْأٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ ۔

(رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ فرمایا کہ اُس ذاتِ واحد کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر کسی شخص کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اُس کی یہ خیرات اُس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

(یہ کہنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے) بطورِ استدلال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کیا کہ ایمان یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے تمام رسُولوں، قیامت کے دِن اور تقدیر پر، خواہ اچھی ہو یا بُری، ایمان لے آئے۔

قوله ، باب ماجاء فی منکری القدر :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحیح مُسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ میں یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

"ہمارے شہر بصرہ میں سب سے پہلے جس شخص نے تقدیر کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا وہ معبد جہنی ہے۔

ایک دفعہ میں اور حمید بن عبدالرحمان الحمیری حج یا عمرہ کی نیت سے بیت اللہ پہنچے، تو ہم نے کہا، کیا ہی اچھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ملے تو

Marfat.com

ہم تقدیر کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں اور یہ لوگ جو اعتراضات کرتے ہیں اُن کا تسلی بخش جواب معلوم کریں۔ اتفاق سے مسجد الحرام میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہماری ملاقات ہو گئی، ہم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا، میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی گفتگو کے لیے مجھ ہی سے کہے گا چنانچہ ایسا ہی ہُوا، میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا :

اے ابُو عبدالرحمان! ہمارے علاقہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور حصُولِ علم میں کوشاں بھی رہتے ہیں لیکن تقدیر کے بارے میں اُن کا خیال یہ ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور تمام امور اپنے اپنے وقت پر خود بخود ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

"وہاں جا کر اُن سے کہنا کہ میں اُن سے اور وہ مجھ سے بریٔ الذمہ ہیں"،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے قسم اُٹھا کر فرمایا :

"اگر ان میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے وزن کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کر دے تو بھی اللہ تعالیٰ اُسے قبول نہ فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے"۔

یہ کہہ کر فرمانے لگے کہ میرے والد محترم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں :

كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ. شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ۔	ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت ہی سفید اور بال انتہائی سفید تھے۔
لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ	اُس پر سفر کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے تھے اور ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا بھی نہ تھا، وہ آکر آنحضرت ﷺ کے پاس گھٹنے سے گھٹنا
فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ ؟	ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ کر عرض کناں ہُوا کہ اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتائیے ؟
قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ	رسُولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں۔

Marfat.com

وَ تُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

قَالَ ، صَدَقْتَ۔

(یہ جواب سُن کر) کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا۔

فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَ يُصَدِّقُهٗ۔

ہم سب سُننے والے اس پر متعجب تھے کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور پھر خود ہی اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ؟ قَالَ ، اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ۔

اُس نے پھر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی تمام کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور تقدیر پر خواہ اچھی ہو یا بُری ایمان لائے۔

قَالَ صَدَقْتَ۔

اُس نے کہا، آپ نے سچ فرمایا۔

قَالَ ، فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ؟

اُس نے (تیسرا) سوال کیا کہ احسان کے بارے میں مجھے بتایئے۔

قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

آپ نے فرمایا، احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو (اگر یہ تصور پیدا نہ ہو تو) یہ سمجھ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

قَالَ ، فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ؟

اُس نے پھر سوال کیا کہ قیامت کے متعلق بتایئے؟

قَالَ ، مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔

آپ نے فرمایا، اس میں مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

قَالَ ، فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا؟

اُس نے پھر سوال کیا کہ قیامت کے نشانات اور علامات ہی بتا دیجئے؟

قَالَ ، اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا۔

آپ نے فرمایا، (قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے) کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔

Marfat.com

عن عبادة ابن الصامت رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ لِإِبْنِهِ يَا بُنَيَّ! إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَنَّ مَآ أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَ مَآ أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ أُكْتُبْ فَقَالَ رَبِّ! مَا ذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ أُكْتُبْ مَقَادِيْرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

يَا بُنَيَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "مَنْ مَاتَ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا فَلَيْسَ مِنِّيْ"۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا! ایمان کا ذائقہ اُس وقت تک نہیں چکھ سکو گے جب تک کہ تم یہ نہ سمجھ لو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نہیں پہنچی اُس میں تم گرفتار نہیں ہو سکتے۔

مَیں نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اُس سے کہا کہ لکھ۔ قلم نے عرض کی یا اللہ! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت تک کے لیے ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔

Marfat.com

بیٹا! مَیں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "جو شخص اس عقیدہ کے خلاف مرا وہ میری اُمت میں سے نہیں ہے۔"

وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ	اور یہ کہ تُو دیکھے گا کہ بدن اور پاؤں
الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ	سے ننگے اور نادار آدمی بکریوں کے
الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي	چرواہے بڑی بڑی بلند عمارتیں تعمیر
الْبُنْيَانِ۔	کریں گے۔
قَالَ: فَانْطَلَقَ	راوی کہتا ہے یہ باتیں کرکے وہ شخص
فَلَبِثْنَا مَلِيًّا ثُمَّ	چلا گیا اور ہم کافی دیر بیٹھے رہے
قَالَ:	کہ رسول اللہ ﷺ نے پُوچھا کہ
يَا عُمَرُ! اَتَدْرِيْ مَنِ	اے عُمر! تمھیں معلوم ہے یہ سائل
السَّائِلُ؛ قُلْتُ: اَللّٰهُ	کون تھا؛ مَیں نے عرض کی، اللہ
وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔	اور اُس کا رسُول ہی بہتر جانتے ہیں۔
قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ عليه السلام	آپ نے فرمایا، یہ جبریلؑ تھے۔
اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ	تمھیں تمھارے دین کی باتیں سمجھانے
دِيْنَكُمْ۔	کے لیے آئے تھے۔

قولہ: عن عبادة بن الصامت ،

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث امام ابُو داوٗد نے بھی نقل کی ہے البتہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اسے پورا نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، ولید بن عبادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى	مَیں اپنے والدِ محترم حضرت عبادہؓ کے
عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ وَهُوَ	پاس ان کی تیمار داری کے لیے گیا تو
مَرِيْضٌ اَتَخَايَلُ	مجھے خدشہ ہُوا کہ اب آپ فوت ہو
فِيْهِ الْمَوْتَ۔	جائیں گے۔
فَقُلْتُ يَا اَبَتَاهُ	مَیں نے عرض کی کہ ابّا جان! مجھے
اَوْصِنِيْ وَاجْتَهِدْ لِيْ	کچھ وصیت فرمایئے اور خُوب
	اچھی طرح سے وصیت کریں۔
فَقَالَ: اَجْلِسُوْنِيْ	حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے
قَالَ: يَا بُنَيَّ! اِنَّكَ لَنْ	بٹھادو۔ (اور بیٹھ کر) فرمانے لگے کہ
تَجِدَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ وَلَنْ	بیٹا! تم اُس وقت تک ایمان کا مزہ
تَبْلُغَ حَقِيْقَةَ الْعِلْمِ بِاللّٰهِ	اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر

Marfat.com

حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔	سکتے جب تک کہ تقدیر الٰہی پر خواہ اچھی ہو یا بُری ایمان نہ لاؤ۔
قُلْتُ يَا اَبَتَاهُ! فَكَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ مَا خَيْرُ الْقَدَرِ وَشَرُّہٗ؟	مَیں نے عرض کی اباجان! مَیں تقدیر کی اچھائی اور بُرائی کا کیسے پتہ چلاؤں؟
قَالَ: تَعْلَمُ اَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَمَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ۔	حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بولے: اسطرح کہ تم کو یقین ہو کہ جو تکلیف تمھیں نہیں پہنچی وہ نہیں پہنچ سکتی تھی، اور جس تکلیف میں تم گرفتار ہو گئے، وہ ٹل نہیں سکتی تھی۔
يَا بُنَيَّ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ،	اے میرے بیٹے! مَیں نے رسُول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:
اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اُكْتُبْ۔	اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، اور اُسے کہا کہ لکھ۔
فَجَرٰى فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔	تو قلم نے اُسی وقت لکھنا شروع کر دیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب کچھ لکھ دیا۔
يَا بُنَيَّ! اِنْ مِتَّ وَلَسْتَ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلْتَ النَّارَ۔	لہٰذا اے بیٹے! اگر اس ایمان کے بغیر تمھیں موت آگئی تو جہنم میں جاؤ گے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو متصل سند سے روایت کیا ہے جو عطاء ابن ابی رباح عن الولید بن عبادہ عن ابیہ ہے۔

اس حدیث اور ایسی ہی دُوسری احادیث سے ثابت ہُوا کہ جو کچھ ہو چکا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الطلاق)	اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور سات ہی زمینیں پیدا فرمائیں اُن میں ربّ کریم کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تقدیر کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی آیات ہیں۔

بعض ائمہ سلف کا کہنا ہے کہ منکرین تقدیر سے علم اور دلائل سے مناظرہ کرو، اگر وہ مان جائیں تو مغلوب ہو جائیں گے اور اگر انکار پر اڑے رہے تو کافر قرار پائیں گے۔

Marfat.com

وفي رواية لاحمد : إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْقَلَمَ۔ فَقَالَ لَهُ أُكْتُبْ فَجَرٰى فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

وفي رواية لابن وهب : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "فَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ أَحْرَقَهُ اللهُ بِالنَّارِ"۔

وفي المسند والسنن عن ابن الديلمي قَالَ أَتَيْتُ أُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِنَ الْقَدْرِ فَحَدِّثْنِيْ بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللهَ يُذْهِبُهُ مِنْ قَلْبِيْ۔

مسند امام احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اِس سے فرمایا کہ لکھ! چنانچہ قلم نے اُسی وقت قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کو لکھ دیا۔

ابنِ وہب کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تقدیر پر، وہ بھلی ہو یا بُری، ایمان نہیں لاتا اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ میں جلائے گا۔

مسند احمد اور سنن (ابی داؤد) میں ابنِ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تقدیر کے بارے میں میرے دِل میں کچھ خدشات ہیں۔ آپ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیے جس سے میرے دِل کے خدشات دُور ہو جائیں۔

Marfat.com

فَقَالَ لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَ تَعْلَمَ أَنَّ مَآ أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَ مَآ أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَ لَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَكُنْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ - قَالَ فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ ابْنِ الْيَمَانِ وَ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ فَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي بِمِثْلِ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (حدیثٌ صحیحٌ ، رواہ الحاکم فی صحیحہ)

حضرت اُبَیّ ابنِ کعب رضی اللہ عنہ بولے " اگر تُم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ یہ صدقہ اُس وقت تک قبول نہ کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور یہ یقین نہ رکھو کہ جو تکلیف تمھیں پہنچی ہے وُہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو تکلیف نہیں آئی اُس میں تم مبتلا نہیں ہوسکتے تھے اور اگر تم اِس عقیدہ کے خلاف مَر گئے تو جہنمی ہو گے۔

ابنِ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اِس کے بعد مَیں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہ، ابنِ یمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس جا کر اِسی پریشانی کا اظہار کیا تو اِن بزرگوں نے بھی وُہی حدیث سُنائی جو حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی۔

قولہ ، وفی المسند والسنن عن ابن الدیلمی ،
ابن دیلمی کی کنیت ابو بُسر یا ابو بشر نام عبداللہ بن فیروز ہے۔ ابُو داؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں ،

Marfat.com

مسائل

الاولیٰ: بَيَانُ فَرْضِ الْإِيمَانِ بِالْقَدْرِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① تقدیر پر ایمان لانے کی فرضیت۔

لَوْ اَنَّ اللهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ۔	اگر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے تمام رہنے والوں کو عذاب میں مبتلا کر دے تو وہ ظالم نہ ہوگا۔
وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْ اَعْمَالِهِمْ۔	اور اگر وہ اپنی رحمت کی بارش کر دے تو یہ اُن کے لیے اُن کے اعمال سے کہیں بہتر ہوگی۔
وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِّيُخْطِئَكَ۔ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِّيُصِيْبَكَ۔ وَلَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَكُنْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔	اور اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دو تو اُسے اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور یہ یقین نہ جانو کہ جس مصیبت میں تم مبتلا تھے وہ ٹلنے والی نہ تھی۔ اور جس مشکل سے بچ گئے ہو اس میں مُبتلا نہیں ہو سکتے تھے اور اگر تم اس عقیدہ کے بغیر مر گئے تو اہل جہنم میں سے ہو جاؤ گے۔

ابن دیلمی کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سُن کر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب سُن کر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ ان کے بعد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو انھوں نے بھی اسی مفہوم کی ایک حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی۔ (یہ روایت ابن ماجہ میں ہے)

مذکورۃ الصدر اور ان کے علاوہ اسی مفہوم کی دُوسری احادیث ان لوگوں کے خلاف بطورِ حُجت دلیل ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں جیسے معتزلہ وغیرہ۔ اور وہ لوگ جو گناہ گار کو ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دیتے ہیں ان کا یہی وہ عقیدہ ہے جو اکبر الکبائر اور بہت بڑی نافرمانی ہے اور ایسے ہی لوگوں نے فرقہ جہمیہ کی موافقت کی ہے جو اللہ کی صفات کی نفی کرتے ہیں۔

Marfat.com

الثانية: بَيَانُ كَيْفِيَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ۔

الثالثة: إِحْبَاطُ عَمَلِ مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ۔

الرابعة: أَلْإِخْبَارُ أَنَّ أَحَدًا لَّا يَجِدُ طَعْمَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِهٖ۔

الخامسة: ذِكْرُ أَوَّلِ مَا خَلَقَ اللّٰهُ۔

السادسة: أَنَّهٗ جَرٰى بِالْمَقَادِيْرِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ۔

السابعة: بَرَاءَتُهٗ ﷺ مِمَّنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ۔

الثامنة: عَادَةُ السَّلَفِ فِيْ إِزَالَةِ الشُّبْهَةِ بِسُؤَالِ الْعُلَمَاءِ۔

التاسعة: أَنَّ الْعُلَمَاءَ أَجَابُوْهُ بِمَا يُزِيْلُ شُبْهَتَهٗ وَ ذٰلِكَ أَنَّهُمْ نَسَبُوا الْكَلَامَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَطْ۔

٭

② ایمان کی کیفیت کا بیان

③ جو شخص تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا اُس کے اعمال کا اکارت جانا۔

④ اِس بات کی وضاحت کہ جو شخص تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا وہ ایمان کے مزے سے بالکل محروم رہے گا۔

⑤ اُس چیز کا ذکر جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا (یعنی قلم)

Marfat.com

⑥ قلم نے حکمِ الٰہی سُنتے ہی اُس وقت سے لے کر جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اُسی وقت لکھ دیا۔

⑦ جس شخص کا تقدیر پر ایمان نہیں اُس سے رسُول اللہ ﷺ کی بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار۔

⑧ سلف صالحین کی یہ عادتِ مُبارکہ تھی کہ علمائے کرام سے دریافت فرما کر شبہات کا ازالہ کرتے۔

⑨ تقدیر کے متعلق جتنے شُبہات پیدا ہو سکتے تھے، عُلمائے کرام نے اِن سب کا ایک ایک کر کے اسکو جواب دیا ہے کیونکہ اُنھوں نے اپنے دلائل کو براہِ راست رسُول اللہ ﷺ کی طرف منسُوب کیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ مَاجَآءَ

فِی الْمُصَوِّرِیْنَ

اِس باب میں

اِس مسئلہ شرعی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں

کہ تصویر اُتارنے اور اُتروانے والے اللہ تعالیٰ کے

نزدیک سخت ترین عذاب کے مستوجب قرار دیے گئے ہیں

Marfat.com

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: "وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً"۔

(اخرجاه)

وَ لَهُمَا عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو میرے جیسی بناوٹ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ایسے لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ، یا ایک جو تو بنا کر دکھلائیں؟

صحیحین میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے بنانے میں اُس کی مشابہت کرتے ہیں۔

قوله : باب ماجاء فی المصورین :

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کی ممانعت اور اس کی حُرمت کی وجہ خود بیان فرمائی کہ مصوّر تصویر کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسی بنانے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ تخلیق کائنات اور تدبیر امر سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں

پس انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہ دے ــــ کیونکہ اس میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو ممنوع اور حرام ہے۔

قوله : ولمسلم عن ابی الهیاج الاسدی :

"ابو الہیاج اسدی ان کا نام حیان بن حصین ہے اور علیؓ سے خلیفہ راشد امیر المومنین علی

Marfat.com

وَ لَهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذَّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ۔

وَ لَهُمَا عَنْهُ مَرْفُوْعًا: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوْحَ وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ"۔

وَلِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ رحمہ اللہ قَالَ : قَالَ لِي عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ أَلَّا تَدَعَ صُوْرَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا۔ وَ لَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے تو قیامت کے دن اُس سے کہا جائے گا کہ اِس تصویر میں رُوح پھونکے لیکن وُہ اِن میں رُوح ہرگز نہ پھُونک سکے گا۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رُوایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا، اُس کے لیے ہر تصویر کے عوض ایک ایک جان بنائی جائے گی جس کے ذریعے اُسے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں ابوالھیاج اسدی رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا مَیں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس

Marfat.com

پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟
(پہلا یہ کہ) جو تصویر نظر آئے اُسے مٹا دو۔
(دوسرا یہ کہ) ہر وُہ قبر جو بلند ہو اُسے زمین کے برابر کر دو۔

فیہ

مسائل

الاولیٰ أَلتَّغلِیظُ الشَّدِیدُ فِی الْمُصَوِّرِینَ.

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① تصویر بنانے والوں کے لیے سخت وعید۔

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مُراد ہیں۔

قولہ : الا ابعثك على مابعثنى عليه رسول الله ﷺ

زیر نظر حدیث میں اُن امور کا ذکر ہے جن کے انکار اور ازالے کا حکم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن :

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا	ظالموں نے اس لفظ کو جس کا ان کو
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ	حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور
لَهُمْ (البقرة - ٥٩)	لفظ کہنا شروع کر دیا۔

چنانچہ لوگوں نے تصاویر کو کثرت سے بنانا شروع کر دیا اور ان کو بطورِ حجت اور آلہ استعمال کیا۔

قبروں پر کثرت سے قبّے ہی نہیں بنائے بلکہ اُن کو انتہائی خوبصورت بنا دیا گیا ہے نیز ان کو وثن اور بُت خانہ بنا کر اسے دین سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ یہ تمام بُرائیوں اور گناہوں سے سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ اس میں مُردوں کی تعظیم اور ان میں غلو پایا جاتا ہے اور وہ عبادات جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص تھیں وہ غیر اللہ کے لیے ہونے لگیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"سُنّت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور آج کل لوگوں نے جو قبور سے متعلق رویّہ اختیار کر رکھا ہے ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور دونوں کے طریق کار ایک دوسرے سے جُدا ہیں اور یہ دونوں طریق ہائے عمل کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔"

Marfat.com

الثانیۃ أَلتَّنْبِيْهُ عَلَى الْعِلَّةِ وَ هُوَ تَرْكُ الْأَدَبِ مَعَ اللهِ لِقَوْلِهِ : " وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ـ

الثالثۃ أَلتَّنْبِيْهُ عَلَى قُدْرَتِهِ وَ عَجْزِهِمْ فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ حَبَّةً أَوْ شَعِيْرَةً ـ "

الرابعۃ أَلتَّصْرِيْحُ بِأَنَّهُمْ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا ـ

الخامسۃ أَنَّ اللهَ يَخْلُقُ بِعَدَدِ كُلِّ صُوْرَةٍ نَفْسًا يُعَذَّبُ بِهَا الْمُصَوِّرُ فِي جَهَنَّمَ ـ

السادسۃ أَنَّهُ يُكَلَّفُ أَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ ـ

السابعۃ أَلْأَمْرُ بِطَمْسِهَا إِذَا وُجِدَتْ ـ

(۲) تصویر نہ بنانے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی بے ادبی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری بناوٹ جیسی بنانا چاہتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مخلوق کی عاجزی کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک ذرہ (ایک دانہ) یا کم از کم ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں؟

Marfat.com

④ اِس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ تصویر بنانے والے کو دُوسرے لوگوں سے سخت عذاب ہو گا۔

⑤ دنیا میں مُصوِّر نے جتنی تصویریں بنائی ہوں گی، اتنی ہی جانیں قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ بنائے گا جن کے ذریعے سے مُصوِّر کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا۔

⑥ مُصوِّر کو مجبُور کیا جائے گا کہ وُہ اِن تصاویر میں رُوح ڈالے۔

⑦ جہاں بھی تصویر ملے اُسے مٹا دینے کا حکم۔

Marfat.com

باب ماجاء فی کثرۃ الحلف

اس باب میں بکثرت قسمیں کھانے کی ممانعت
اور اس پر وعید اور تہدید کی گئی ہے

Marfat.com

قولہ تعالیٰ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ (المائدہ: ۸۹)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ الْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ۔ (اخرجاہ)

اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قسم کھانے سے سامانِ تجارت بک تو جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

قولہ: واحفظوا ایمانکم:

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کفارہ ادا کیے بغیر اپنی قسموں کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا کرو"۔

ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ:

"خواہ مخواہ قسمیں نہ کھائی جائیں"

بعض اہل علم نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ:

"اپنی قسمیں توڑا نہ کرو"۔

آیت مذکورہ دونوں معنوں کو متضمن ہے۔

قولہ: الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للکسب:

صاحب مال بعض اوقات اصل قیمت سے زیادہ یوں قسم کھاتا ہے کہ میں نے اس مال کو اتنی قیمت دے کر خریدا ہے تو خریدار اس کی قسم پر اعتبار اور اس کو سچا سمجھتے ہوئے مال کو خرید لیتا ہے حالانکہ صاحب مال اپنی قسم میں جھوٹا ہوتا ہے۔

صورت مذکورہ میں اگرچہ صاحب مال نے کچھ زیادہ ہی کما لیا لیکن درحقیقت اس کی جھوٹی قسم نے برکت کو ختم کر دیا جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی برکت ختم ہونے کی تائید ہوتی ہے رہا وہ اجر و ثواب جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس سے ملے گا تو وہ اطاعت خداوندی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ دنیا کی زیب و زینت گناہ گار کے لیے اپنی پوری رعنائی اور خوش نمائی کے ساتھ جلوہ گر ہے لیکن اس کا انجام اضمحلال اور زوال کے سوا کچھ نہیں۔

Marfat.com

وعن سلمان رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

أُشَيْمِطٌ زَانٍ

وَ عَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ

وَ رَجُلٌ جَعَلَ اللهَ بِضَاعَتَهُ لَا يَشْتَرِي إِلَّا بِيَمِينِهِ وَ لَا يَبِيعُ إِلَّا بِيَمِينِهِ۔

(رواہ الطبرانی بسند صحیح)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے اِنسانوں سے بات نہ کرے گا، نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

۱ــ بُوڑھا زانی،

۲ــ تکبّر کرنے والا فقیر

۳ــ وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا مال سمجھا ہُوا ہے۔ بایں صورت کہ مال کو خریدتے اور بیچتے وقت قسم ضرور اٹھاتا ہے۔

قولہ ؛ عن سلمان رضی اللہ عنہ :

سلمان سے سلمان فارسی مراد ہیں۔

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ جب رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ اُس وقت مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔

ابو عثمان نہدی، شرحبیل بن سمط وغیرہ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ان کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا؛

Marfat.com

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَةً	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میرے اہل بیت میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ میرے ساتھیوں میں سے چار سے بہت محبت رکھتا ہے۔
عَلِيًّا وَاَبَا ذَرٍّ وَسَلْمَانَ وَالْمِقْدَادَ (ترمذی، ابن ماجہ)	یعنی علی، ابو ذر، سلمان فارسی اور مقداد رضی اللہ عنہم

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ سلمان سے مراد سلمان بن عامر بن اوس الضبی ہیں۔

قوله : ثلاث لا يكلمهم الله ،

زیر نظر حدیث میں مذکور تین قسم کے افراد کے لیے یہ سخت ترین وعید اور ڈانٹ ہے۔ باقی رہے اہل ایمان : تو اُن کے حق میں تواتر سے یہ ثابت ہے کہ رب کائنات جلا و علا قیامت کے میدان میں اُن سے ہمکلام ہوگا اور اہل ایمان بھی اپنے رب کریم سے گفتگو کریں گے کتاب وسُنّت میں اس کے دلائل واضح اور اظہر من الشمس ہیں۔

اس سے فرقۂ جہمیہ اور اشاعرہ کی تردید بھی ہوگئی جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے منکر ہیں۔

قوله : ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم :

سزا کی یہ انتہا ہے۔ عقلمند انسان کے لیے یہ توبیخ اور ڈانٹ ہے۔ شاید کہ وہ ان قبیح افعال سے ڈر جائے۔

قوله ، اشيمط زان ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے صیغۂ تصغیر استعمال فرمایا کیونکہ بوڑھے شخص کے اندر زنا پر اُبھارنے والی قوت انتہائی کمزور ہوتی ہے۔ ایسا شخص پھر بھی زنا کی طرف میلان رکھے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ شخص گناہ اور فسق و فجور سے محبت رکھتا ہے اور اس کے دل میں خوفِ الٰہی بالکل نہیں ہے۔

قوله : وعائل مستكبر :

فقیر اور نادار تکبّر کرنے والا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ اس کے پاس اتنے وسائل ہی نہیں جو متکبرانہ کردار ادا کرنے کے مُحرّک ہوں لہٰذا ایسے شخص کا تکبّر کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ اسکی طبیعت ہی متکبرانہ ہے لہٰذا ایسے شخص کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے کیونکہ وہ اسباب کبر نہ ہونے کے باوجود تکبّر کرتا ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔

قوله : ورجل جعل الله بضاعته :

یعنی جو شخص اپنا سرمایہ قسم اُٹھانا ہی قرار دے لے اور بات بات پر قسم کھاتا چلا جائے۔

Marfat.com

وفی الصحیح عن عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ -

ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهٖ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ؟

ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ -

---

صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمّت کا بہترین دور وہ ہے جس میں مَیں خود موجود ہوں۔

پھر وہ دور جو میرے بعد آنے والا ہے، پھر وہ دور جو اس کے بعد آئے گا۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دور کے بعد دو ادوار کا ذکر فرمایا یا تین کا؟

پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بلا طلب گواہی دیں گے، خیانت کریں گے، امانت دار نہیں ہوں گے، جب نذر مانیں گے تو اسے پورا نہیں کریں گے اور اُن میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

قولہ: وفی الصحیح،

یہاں صحیح مسلم مُراد ہے۔

یہ روایت امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے البتہ صحیح بخاری میں خَیْرُکُمْ کے الفاظ ہیں۔

Marfat.com

قوله : خیر امتی قرنی :

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دَور کو اس لیے بہتر قرار دیا کہ اس دَور کے مسلمانوں میں صالحیت بکثرت تھی اور بُرائی برائے نام رہ گئی تھی۔ نیز حق کی مخالفت کرنے والوں اور بدعتیوں کی سختی سے بیخ کنی کی جاتی تھی جیسے خارجی، فرقہ قدریہ اور جہمیہ وغیرہ۔

قوله : ثم الذین یلونھم :

دُوسرے دَور کے مسلمانوں کو تیسرے دَور کے لوگوں پر اس لیے فضیلت دی گئی کہ دوسرے دَور میں اسلام کا خُوب بول بالا ہُوا علم اور علماء کی کثرت تھی۔

رہا تیسرا دَور، تو اس میں بدعت اور اہل بدعت نے سر اُٹھایا، لیکن علماء کرام نے ان کو ختم کرنے کی بھرپور جدوجہد کی اور ان پر ہر طرح سے نکیر کی گئی اور وہ اپنی کثرت کے باوجود انتہائی ذلیل وخوار ہوئے۔

قوله : فلا ادری :

اس حدیث کے راوی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو شبہ ہے کہ آپ نے یہ الفاظ دو بار فرمائے یا تین بار؟

ان تین ادوار کے بعد اسلام کے اندر جس کثرت سے بدعتیں پیدا ہُوئیں اور مسلمانوں میں جس قدر خواہشات نے جنم لیا، اُس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ:

"ایسے افراد موجود ہوں گے جو بن بُلائے گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے"۔

ان لوگوں کے ہاں شہادت کی قدر وقیمت کا فقدان ہوگا اور صدق وسچائی کی جستجو ناپید ہو چکی ہوگی۔ یہ صُورتِ حال اس لیے پیدا ہوگی کہ اُن کے دین اور اسلام میں ضعف اور کمزوری واقع ہو جائے گی۔

قوله : ویخونون ولا یؤتمنون :

رسُولِ کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت خیانت اور بد دیانتی کی خوگر ہو چکی ہوگی۔

قوله : وینذرون ولا یوفون :

یعنی اُن پر جو چیز واجب ہوگی اُسے ادا نہیں کریں گے۔ ان مذموم اعمال کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ اُن کا اسلام انتہائی کمزور ہوگا اور وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوں گے۔

قوله : ویظھر فیھم السمن :

دُنیا کی رغبت ومحبت اور تنعم ان پر غالب آجائے گا، روزِ قیامت سے غفلت اور یومِ آخرت سے بے پروائی کے نتیجے میں اُن کی یہ حالت ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسُول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

Marfat.com

و فیه عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ: "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَ يَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ"۔

وَ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ كَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَ الْعَهْدِ وَ نَحْنُ صِغَارٌ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دَور وہ ہے جس میں مَیں خود موجود ہوں، پھر وُہ دَور جو میرے بعد آنے والا ہے، پھر وہ دَور جو اُس کے بعد آئے گا، اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی گواہی قسم سے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں ہمارے بزرگ ہمیں گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لیے مارا کرتے تھے۔

لَا يَأْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ	ہر آنے والا دور بد سے بدتر آئیگا
اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ	یہاں تک کہ تم اپنے رب کریم کے
حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّكُمْ۔	حضور پیش ہو جاؤ گے۔

اب صورتِ حال یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اُمت کے اندر بُرائیاں بڑھ رہی ہیں یہاں تک

کہ شرک و بدعت لوگوں کے اندر گھس آیا ہے اور اس سے وہ لوگ بھی نہیں بچ سکے جن کو اہلِ علم کہا جاتا ہے اور جو رات دن تعلیم و تربیت اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں دین میں اختلاف اور تفرقہ بازی کا دور دورہ ہے۔

مشرق میں بنی بویہ کی حکومت کے سرکردہ لوگ اہل بیت نبوی میں غلو کا شکار ہو چکے ہیں، قبروں میں مساجد بنا کر اہل قبور کے متعلق غلو میں مبتلا ہیں۔

دوسری طرف قرامطہ کی حکومت ہے جو شریعت میں کفر و الحاد کا راستہ اختیار کر چکی ہے اور طرح طرح کی بیسیوں بدعات میں ملوث ہے جن کا شمار ممکن نہیں۔ قرامطہ کا مذہب

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ: أَلْوَصِيَّةُ بِحِفْظِ الْاَيْمَانِ۔

الثانیۃ: أَلْإِخْبَارُ بِأَنَّ الْحَلْفَ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① اپنی قسم کی حفاظت کرنے کی وصیت کی گئی ہے۔

② خواہ مخواہ اور جھوٹی قسم اٹھانے سے مال کی قیمت تو اچھی مل جاتی ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

مشہور ہے جس کے تعارف کی ضرورت نہیں۔

شرک و بدعت کو مٹانے کے لیے اہل سنت برسرپیکار ہیں اور حق کو غالب کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں لیکن شرک و بدعت اور خواہش پرستی نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور وہ اپنے پورے عروج پر ہے اور صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھ لیا گیا ہے اور اسی پر چھوٹوں کی پرورش ہو رہی ہے اور نوجوان بوڑھے ہو رہے ہیں۔

قولہ: خیر الناس قرنی:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہترین دور صرف تین ہی تھے۔

قولہ: ثم یجیئ قوم:

ایمان میں کمزوری، دُنیاوی مال و اسباب میں رغبت، گناہ و معاصی میں انہماک۔ اور دُنیا کو دل سے چاہنے کا نتیجہ یہی ہوگا کہ انسان گواہی کی پروا کرے گا اور نہ قسم کو وقعت دے گا۔

قولہ: قال ابراهیم:

سلفِ اُمت کا یہی معمول تھا کیونکہ احکام اسلام کی حفاظت اور اس پر عمل کرنا اور کروانا اُن کا طرۂ امتیاز تھا لہٰذا وہ جس چیز کو بُرا خیال کرتے اس سے فوراً اور سختی سے روک دیتے تھے نیز چھوٹے بچوں کو تعلیم و تربیت کی تمرین اور علمی مشق بھی ہو جاتی۔

Marfat.com

الثالث: أَلْوَعِيْدُ الشَّدِيْدُ فِيْمَنْ لَاْ يَبِيْعُ وَ لَاْ يَشْتَرِيْ إِلَّاْ بِيَمِيْنِهِ۔

الرابع: أَلتَّنْبِيْهُ عَلٰى أَنَّ الذَّنْبَ يَعْظُمُ مَعَ قِلَّةِ الدَّاعِيْ

الخامس: ذَمُّ الَّذِيْنَ يَحْلِفُوْنَ وَ لَاْ يُسْتَحْلَفُوْنَ

السادس: ثَنَاءُهُ ﷺ عَلَى الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ أَوِ الْأَرْبَعَةِ وَ ذِكْرُ مَا يَحْدُثُ۔

السابع: ذَمُّ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ وَ لَاْ يُسْتَشْهَدُوْنَ۔

الثامن: كَوْنُ السَّلَفِ يَضْرِبُوْنَ الصِّغَارَ عَلَى الشَّهَادَةِ وَ الْعَهْدِ۔

---

③ اُس شخص کو سخت ڈانٹ پلائی گئی ہے جو مال خریدتے اور بیچتے وقت خواہ مخواہ قسمیں اٹھاتا ہے۔

④ اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے کہ جس شخص میں گناہ میں ملوث ہونے کے امکانات انتہائی قلیل اور تھوڑے ہوں اور وہ پھر بھی گناہ کی طرف زیادہ میلان رکھے تو اُس کا یہ گناہ صغیرہ نہ ہوگا بلکہ کبیرہ گناہ شمار ہوگا۔

Marfat.com

⑤ ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جن سے قسم طلب نہیں کی جاتی لیکن وہ اس کے باوجود قسمیں اٹھاتے ہیں۔

⑥ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب ترین تین یا چار ادوار کی تعریف فرمائی ہے اور جن نئی نئی بدعات کا ظہور ہونے والا تھا اُس کی پیش گوئی بھی فرما دی۔

⑦ بطورِ خاص اُن افراد کی سخت مذمت کی گئی ہے جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی دیتے ہیں۔

⑧ سلفِ اُمت کا یہ دستور تھا کہ نابالغ بچوں کو گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لیے زدوکوب کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

باب ما جاء

في ذمة الله وذمة نبيه

اس باب میں وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے عہد و پیمان کو توڑ دے تو یہ گناہ ہلکا ہے بہ نسبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان توڑنے سے۔

Marfat.com

قول الله تعالیٰ وَ أَوْفُوْا بِعَهْدِ اللهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (النحل : ٩١)

وعن بريدة رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ وَ مَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ـ

فَقَالَ أُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ ، فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ ـ

أُغْزُوْا وَ لَا تَغُلُّوْا وَ لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا ـ

اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اُس سے کوئی عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اُوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ سب افعال سے باخبر ہے۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو ایک بڑی فوج یا چھوٹے لشکر پر امیر مُقرّر کرتے تو اُسے اللہ کے تقویٰ اور اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے کی بطورِ خاص وصیّت فرماتے۔

پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسی کا نام لے کر غزوہ کرو اور ہر شخص سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ سے کُفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

غزوہ کرو (اور یاد رکھو) کہ نہ تو خیانت کرنا، نہ عہد و پیمان توڑنا، نہ کسی کو مُثلہ

Marfat.com

کرنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔

قولہ : واوفوا بعھد اللہ الخ
اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :
" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تاکیدی حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے قول وقرار اور عہد وميثاق کو پورا کریں اور ایمان کی حفاظت کریں۔ اسی لیے حکم فرمایا کہ دیکھو :
لَا تَنْقُضُوا الْأَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا۔ قسم کھانے کے بعد اسے توڑو نہیں۔

قولہ : لا تنقضوا الأیمان الخ
ان سے وہ قسمیں مراد ہیں جو کسی کو ترغیب دینے یا کسی چیز کے نہ دینے کے بارے میں کھائی جاتی ہیں۔

قولہ : إن اللہ یعلم ما تفعلون۔
اس فرمان الٰہی میں اُن لوگوں کے لیے سخت تہدید اور وعید پنہاں ہے جو قسم کھانے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

قولہ : عن بریدۃ :
بریدہ بن الحصیب اسلمی ہیں، اُن سے یہ روایت اُن کے بیٹے سلیمان بیان کرتے ہیں۔

قولہ : کان رسول اللہ ﷺ اذا امر امیرا الخ
حدیث نبوی کے اس جملہ سے امیر مقرر کرنے کی وضاحت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو امیر مقرر کرتے وقت اُس کو بطور خاص ضروری ہدایات دینی چاہئیں۔
امام ابراہیم الحربی رحمہ اللہ سریہ اور جیش میں فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں السریہ، اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں اندازاً چار سو گھڑ سوار ہوں اور جیش کا اطلاق اس لشکر پر ہوتا ہے جس میں چار سو سے زائد گھڑ سوار ہوں۔
تقویٰ اللہ، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس کی اطاعت میں زندگی گزاری جائے۔

قولہ : ومن معه من المسلمین خیرا :
یعنی امیر لشکر کو اس بات کی وصیت فرمائی کہ جو لوگ تمہاری ماتحتی میں ہیں ان کے ساتھ بھلائی، نرمی اور احسان سے پیش آنا اور اُن کے سامنے بڑا بننے کی کوشش نہ کرنا۔

قولہ : اغزوا بسم اللہ :
یعنی رب کریم سے مدد و استعانت چاہتے ہوئے اس عظیم الشان عمل کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص سمجھتے ہوئے میدان کارزار کی طرف بڑھو۔ لفظ بسم اللہ میں حرف "با"، اللہ تعالیٰ سے استعانت اور اس پر توکل کے لیے استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

وَ إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ أَجَابُوا لَكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ۔

ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوا لَكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ أَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ۔

فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَ الْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

اور جب مُشرک دشمن سے آمنا سامنا ہو تو اُس کے سامنے تین شرطیں پیش کرنا۔ اگر ان میں سے ایک بھی قبول کرلے تو اُسے منظور کرلینا، پھر جنگ سے رُک جانا

اِسلام کی طرف دعوت دینا، اگر اُسے قبول کرلیں تو اِس کو منظور کرلینا اور پھر انھیں دار الکفر سے دارُالسلام یعنی مُہاجرین کے مقام (مدینہ طیّبہ) کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دینا اور یہ بتانا کہ اگر یہ لوگ ہجرت کریں گے تو ان کو وہ سب

Marfat.com

حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتا ہے انھیں بھی برداشت کرنا ہوگا۔

ا— اگر ہجرت کرنے سے انکار کریں تو پھر یہ لوگ اُن بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے اور ان کو مالِ غنیمت اور مالِ فیئ میں سے حصہ نہیں ملے گا، بجز اس کے کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔

قوله: قاتلوا من كفر بالله:

یہ حکم اپنے اندر عمومیت لیے ہوئے ہے۔ اس میں ہر وہ محارب شامل ہے جو کفر کی سرحدوں میں داخل ہے خواہ وہ میدان جنگ میں ہو یا اپنے گھر میں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حکم سے بعض افراد کو خارج کر دیا ہے۔ مثلاً معاہد، رہبان، عورتیں اور نابالغ بچے۔ ان کو قتل کرنا درست نہیں۔

قوله: ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا:

غلول یہ ہے کہ مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی اس میں سے کچھ حصہ الگ کر لیا جائے ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (آل عمران - ١٦١)

اور جو شخص خیانت کرے گا، وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا

غدر: یہ ہے کہ اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا جائے۔

تمثیل: یہ ہے کہ دشمن کے کسی سپاہی کو قتل کر کے اس کے ناک، کان اور ہاتھ کاٹ کر بدن سے جدا کر دیے جائیں اور اس کی لاش کو بدشکل اور عیب دار بنا دیا جائے۔

قوله: واذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم الى ثلاث خلال او خصال:

راوی کو شبہہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لفظ خلال ارشاد فرمایا یا خصال۔ بہرکیف دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

قوله: فأيتهن ما اجابوك فاقبل منهم وكف عنهم:

لفظ اَيَّتهُنَّ۔ اَجَابُوكَ کی وجہ سے منصوب ہے۔

قوله: ثم ادعهم الى الاسلام:

صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں "ثمّ" کا لفظ آیا ہے۔

Marfat.com

فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوْا لَكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ قَاتِلْهُمْ۔

وَ إِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَ لٰكِنْ إِجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَ ذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ إِنْ تَخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَ ذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تَخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ۔

وَ إِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ وَ لٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ فِيْهِمْ حُكْمَ اللّٰهِ أَمْ لَا؟ (رواہ مسلم)

۲- اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو پھر اُن سے جزیہ طلب کرنا۔ اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو قبول کر لینا اور جنگ سے رُک جانا۔

۳- اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے جنگ کرنا۔

Marfat.com

اور اگر تم کبھی کسی قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کر لو اور دشمن یہ چاہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذمہ لے لو تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ لے لینا کیونکہ اگر تم اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑ دو گے تو اس کا گناہ بہر حال اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذمہ توڑنے سے ہلکا ہوگا۔

اور جب تم کسی قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کر لو اور وہ یہ چاہے کہ تم ان کو اللہ کے حکم پر اتار لو تو ایسا ہرگز نہ کرنا، اس لیے کہ تمھیں کیا معلوم کہ تُو اُن میں اللہ کا حکم پا سکتا ہے یا نہیں؟

قولہ، ثم ادعھم الی التحول من دارھم الی دار المھاجرین:

دار المہاجرین سے مدینہ طیبہ مُراد ہے۔

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا اُس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلا جائے۔

جب کسی شہر میں کثرت سے گناہ ہونے شروع ہو جائیں تو وہاں کے مرد متقیم کو بھی حکم ہے کہ وہ شہر چھوڑ دے۔ فقہاء کرام نے اپنی اپنی کتب میں اس کی تصریح کی ہے۔

قولہ، فان ھم ابوا ان یتحولوا منھا:

یعنی جو شخص مسلمان تو ہو گیا ہے لیکن اس نے ہجرت نہیں کی اور نہ ہی جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کی تو ایسے مسلمان کو خمس اور مال فیٔ میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔

قولہ، فان ھم ابوا فاسئلھم الجزیۃ:

حدیث نبوی کے ان الفاظ کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے ہر کافر سے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، اہل کتاب ہو یا کوئی اور جزیہ وصول کرنے کے سلسلے میں حجت قرار دیا ہے۔

جزیہ کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جن کے پاس سونا ہے اُن سے چار دینار فی کس اور جن کے پاس چاندی ہے اُن سے چالیس درہم فی کس کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مالدار ہو یا غریب ہر شخص سے ایک ایک دینار وصول کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مالدار سے اڑتالیس درہم، متوسط طبقہ کے لوگوں سے چوبیس درہم اور غریب افراد سے بارہ درہم وصول کیے جائیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور دوسرے علماء کا مسلک یہ ہے کہ صرف بالغ، عاقل اور آزاد

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ أَلْفَرْقُ بَيْنَ ذِمَّةِ اللهِ وَ ذِمَّةِ نَبِيِّهٖ وَ ذِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

الثانیۃ أَلْإِرْشَادُ إِلٰى أَقَلِّ الْأَمْرَيْنِ خَطَرًا ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① اللہ کریم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذِمّہ اور عام مسلمانوں کے ذِمّہ میں فرق۔

② دو خطرناک کاموں میں سے جو زیادہ ہلکا ہو اُسے اختیار کرنے کی طرف رہنمائی۔

شخص سے جزیہ لیا جائے۔ البتہ جو شخص اپنے گھر بار سمیت مسلمانوں سے دُور ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) ایک یہ کہ اُسے مسلمانوں کے شہروں میں لایا جائے اور پھر اُس سے جزیہ لیا جائے۔

(۲) دُوسری صورت یہ ہے کہ اُس سے جنگ کی جائے۔

قولہ: واذا حاصرت اھل حصن:

حدیث کے اس جملے میں اُن فقہاء کرام اور اہلِ اصول کے لیے دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسائل اجتہادیہ میں ایک ہی پہلو درست ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا مشہور مسلک یہی ہے۔

قولہ: فارادوك ان تجعل لھم ذمۃ اللہ و ذمۃ نبیہ:

الذمۃ: بمعنی عہد، پیمان۔

تخفر: کے معنی توڑنا۔

مطلب یہ ہے کہ اس بات کا خدشہ ہے کہ جو شخص عہد و پیمان پورا نہیں کرتا اُس سے نقضِ عہد کا وقوع لازم ہے۔

لہٰذا رَبِّ کریم کے عہد کو توڑنے سے اپنا عہد توڑنا باعتبارِ معصیت کے ہلکا ہے۔

Marfat.com

الثالث: قولهٗ : أَغۡزُوۡا بِسۡمِ اللهِ فِيۡ سَبِيۡلِ اللهِ۔

الرابع: قوله : "قَاتِلُوۡا مَنۡ كَفَرَ بِاللهِ

الخامس: قولهٗ : "إِسۡتَعِنۡ بِاللهِ وَ قَاتِلۡهُمۡ"۔

السادس: اَلۡفَرۡقُ بَيۡنَ حُكۡمِ اللهِ وَ حُكۡمِ الۡعُلَمَآءِ۔

السابع: فِيۡ كَوۡنِ الصَّحَابِيِّ يَحۡكُمُ عِنۡدَ الۡحَاجَةِ بِحُكۡمٍ لَا يَدۡرِيۡ أَيُوَافِقُ حُكۡمَ اللهِ أَمۡ لَا ؟

③ آپکا یہ فرمان کہ بسم اللہ کہہ کر اور صرف رضائے الٰہی کو مدِنظر رکھ کر جہاد میں حصہ لو۔

④ آپ کا یہ فرمان کہ جو اللہ سے کفر کرتا ہے اُس سے جنگ کرو۔

⑤ آپکا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور کُفّار سے جنگ کرو۔

⑥ اللہ کریم اور عُلماء کے حکم میں فرق۔

⑦ بوقتِ ضرورت صحابیؓ بھی ایسا حکم دے سکتا ہے جسے وہ نہیں جانتا کہ آیا یہ حکم اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باب

ماجاء فی الاقسام علی اللہ

اس باب میں

اس بات کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی کے بارے میں
اس طرح اللہ کی قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا

Marfat.com

عن جندب بن عبد الله رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَجُلٌ وَ اللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ - فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ ؟ إِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ وَ أَحْبَطْتُ عَمَلَكَ (رواہ مسلم)

وَ فِي حديث ابي هريرة رضی اللہ عنہ أَنَّ الْقَائِلَ رَجُلٌ عَابِدٌ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَ اٰخِرَتَهٗ

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ بخدا! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کی مغفرت نہیں کریگا اللہ عزّ وجل نے فرمایا کہ یہ کون ہوتا ہے جو میرے متعلق قسم کھائے کہ میں فلاں شخص کی مغفرت نہیں کروں گا۔

میں نے اس کی مغفرت کردی اور تیرے (قسم کھانے والے کے) اعمال ضائع کردیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے کہ قسم کھانے والا شخص عبادت گزار تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قسم اٹھانے والے شخص نے ایسی بات کہی جس کی وجہ سے اپنی دنیا اور آخرت برباد کرڈالی۔

قوله ، باب ما جاء في الاقسام على الله ،

قوله ، يتالى : اس نے قسم کھائی ، لفظ الیۃ تشدید یا کے ساتھ ۔ اس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔

Marfat.com

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ : كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي اِسْرَائِيْلَ مُتَوَاخِيَيْنِ.	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو شخص ایک دُوسرے سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے۔
فَكَانَ اَحَدُهُمَا يُذْنِبُ وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ.	اُن میں سے ایک گنہگار اور دُوسرا عبادت گزار تھا۔
فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُوْلُ : اَقْصِرْ	عبادت گزار اپنے دوست کو گناہ میں ملوث دیکھتا تو ہمیشہ یہ کہتا کہ تم باز آجاؤ۔
فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ اَقْصِرْ.	ایک روز اُسے گناہ کرتے دیکھا تو کہا اب تو رک جاؤ۔
فَقَالَ : خَلِّنِي وَ رَبِّي . اَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا ؟	گنہگار نے جواب دیا : مجھے میرے رب کے سپرد کر دو، کیا تمھیں میرا نگران بنایا گیا ہے ؟
فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ.	عابد نے کہا : بخدا ! اللہ تعالیٰ نہ تیری مغفرت فرمائے گا اور نہ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔
فَقُبِضَ اَرْوَاحُهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.	اب ان دونوں کی رُوح قبض کرلی گئی اور وہ پروردگارِ عالم کے حضور پیش ہو گئے۔
فَقَالَ لِهٰذَا الْمُجْتَهِدِ اَكُنْتَ بِيْ عَالِمًا اَوْ عَلٰى مَا فِيْ يَدِيْ قَادِرًا ؟	اللہ تعالیٰ نے عابد سے کہا، کیا تجھے میرے بارے میں علم تھا یا میرے انعامات پر تجھے قدرت حاصل تھی؟
وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ : اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْآخَرِ اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ.	گنہگار کو حکم دیا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور عابد کے متعلق فرمان جاری کیا کہ اُسے دوزخ میں پھینک دو۔

قوله : انت القائل رجل عابد :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے یہ الفاظ، حدیث کے ان الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ؛

كَانَ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ	ان میں سے ایک عبادت گزار تھا۔

Marfat.com

فیہ مسائل

الاولی: أَلتَّحذِيرُ مِنَ التَّأَلِّي عَلَى اللهِ۔

الثانیۃ: كَوْنُ النَّارِ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِنَا مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ۔

الثالثۃ: أَنَّ الْجَنَّةَ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

الرابعۃ: فِيهِ شَاهِدٌ لِقَوْلِهِ "أَنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

① اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے سے ڈرنا۔

② عذابِ دوزخ ہمارے جُوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

③ جنّت کا بھی یہی حال ہے۔

④ زیر نظر حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول" اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ" میں اِس بات کی دلیل ہے کہ انسان بعض اوقات ایسا جملہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے

مندرجہ بالا دونوں احادیث کا مفہوم اور مندرجہ ذیل حدیث کا معنی ایک ہی ہے کہ:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا سَخَطَهُ اِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

بعض اوقات انسان زبان سے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ قیامت تک اللہ کی ناراضگی کا مستحق ہو جاتا ہے اور اُسے خبر تک نہیں ہوتی۔

Marfat.com

الخامسة: أَنَّ الرَّجُلَ قَدْ يُغْفَرُلَهٗ بِسَبَبٍ هُوَ مِنْ أَكْرَهِ الْأُمُوْرِ إِلَيْهِ۔

---

⑤ بعض اوقات ایسے معاملے میں بھی بخشش ہو جاتی ہے جو انسان کے نزدیک بہت برا ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب

لایستشفع باللہ علی خلقہ

اس باب میں اس امر کی
صراحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی
کی حیثیت نہیں دینی چاہیے خواہ وہ شخص اپنے طور
پر کتنی بھی اہمیت کا مالک ہو

Marfat.com

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ؓ قَالَ جَآءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نُهِكَتِ الْأَنْفُسُ، وَ جَاعَ الْعِيَالُ وَ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ لَنَا رَبَّكَ فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ وَ بِكَ عَلَى اللّٰهِ۔

حضرت جبیر ابن مطعم ؓ بیان کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایک دیہاتی عرض کرنے لگا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! جانیں تلف ہو گئیں، بچے بھوکے مر گئے اور مال برباد ہو گیا۔ آپؐ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے پاس اور آپؐ کو اللہ کے ہاں سفارشی بناتے ہیں۔"

قوله : جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال یا رسول ﷺ

مصنّف رحمہ اللہ نے حدیث کو مختصر نقل فرمایا ہے۔ قارئین کرام کی معلومات کے لیے ہم یہاں پوری حدیث درج کرتے ہیں۔

عن جبیر ابن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ عن جدّہ قال :

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَهَدَتِ الْأَنْفُسُ وَضَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْأَمْوَالُ۔ فَاسْتَسْقِ لَنَا۔ فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ﷺ لوگوں کو سخت امتحان کا سامنا ہے۔ بچے ضائع ہو گئے، مال برباد ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے ہیں لہٰذا آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دُعا کریں ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی بناتے ہیں۔

Marfat.com

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيحَكَ أَتَدْرِيْ مَا اللهُ ! إِنَّ شَأْنَ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلٰى أَحَدٍ ۔ وذکر الحدیث، رواہ ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی کی بات سن کر بار بار سبحان اللہ پڑھا۔ یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر بھی نمودار ہوا، پھر فرمایا "تجھ پر افسوس! تو جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے؟ اُس کی شان اتنی بلند ہے کہ اُسے کسی کے حضور سفارشی نہیں لے جایا جاتا۔"

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَيْحَكَ أَتَدْرِيْ مَا تَقُوْلُ ؟	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہو معلوم ہے تو کیا کہہ رہا ہے؟
وَسَبَّحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ أَصْحَابِهِ.	اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں میں اس بات سے ناگواری معلوم ہونے لگی۔
ثُمَّ قَالَ : وَيْحَكَ أَنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ.	پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تجھ پر افسوس! اللہ تعالیٰ کو اس کی کسی مخلوق کے پاس سفارشی نہیں بنایا جا سکتا۔
شَأْنُ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ .	اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔

Marfat.com

فیہ

مسائل

الاولیٰ إِنْكَارُهُ عَلَىٰ مَنْ قَالَ "نَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْهِ"۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① جس شخص نے یہ کہا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے پاس سفارشی بناتے ہیں" اس پر ناراض ہونا اور اُس کی اِس بات کو خلافِ شریعت قرار دینا۔

وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللهُ ؟	تجھ پر افسوس ہو، کیا جانتے ہو کہ اللہ کی کیا شان ہے ؟
اِنَّ عَرْشَهُ عَلٰى سَمَاوَاتِهٖ كَهٰكَذَا۔ وَقَالَ بِاِصْبَعِهٖ	اُس کا عرش آسمانوں کے اوپر قبّے کی طرح ہے۔
وَاِنَّهُ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ۔	وہ اس طرح چرچراتا ہے۔ جیسے کجاوا (زین) سواری کے بوجھ کی وجہ سے آواز کرتا ہے۔

ابن یسار رحمہ اللہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں :

اَللّٰهُ فَوْقَ عَرْشِهٖ	اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے۔
وَعَرْشُهُ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ	اور اُس کا عرش آسمانوں کے اُوپر ہے

قولہ : وَيْحَكَ :

یہ لفظ زجر و توبیخ کے لیے بولا جاتا ہے۔

قولہ : اَتَدْرِيْ مَا اللهُ ؟ :

اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے بارے میں آنے والے دیہاتی سائل کی لاعلمی کا پتا چلتا ہے

قولہ : اَنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ :

تمام امُور اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں، مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں۔ وہ جسے کچھ دینا چاہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے نہ دینا چاہے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ بلند و بالا ہے۔

حدیث کے اس جملے میں فرقہ جہمیہ کا رد ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علو (بلندی) ثابت کی گئی ہے۔

Marfat.com

الثانية: تَغَيُّرُهُ تَغَيُّرًا عُرِفَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ مِنْ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ.

الثالثة: أَنَّهُ لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ قَوْلَهُ: "نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللهِ".

الرابعة: أَلتَّنْبِيهُ عَلَى تَفْسِيرِ سُبْحَانَ اللهِ.

الخامسة: أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يَسْأَلُونَهُ ﷺ أَلإِسْتِسْقَاءَ.

---

(٢) رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ انور کا اس طرح متغیر ہو جانا کہ صحابۂ کرام کے چہروں پر بھی اس کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

(٣) رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ ناپسند نہیں فرمایا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کے حضور آپؐ کو سفارشی بناتے ہیں"۔

(٤) سُبحان اللہ کے معنیٰ و مفہوم کی وضاحت۔

(٥) مسلمان، رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بارش کی دُعا کروایا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کر کے اپنی عادت کے مطابق کسی حدیث کے صحیح اور حسن ہونے کے بارے میں سکوت فرمایا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی زندگی میں سفارش کرائی جائے ـــــــ تو حضورؐ کو شفیع بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے دُعا کی استدعا کی جائے کیونکہ آپ ﷺ مستجاب الدعوات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ سے دُعا کی التجا کرنا جائز نہیں (جیسا کہ باب الشفاعۃ ـــ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جابجا فوت شدہ افراد کو سفارشی بنانے کی تردید فرمائی ہے اور جو لوگ غیر اللہ سے حاجات طلب کرتے ہیں ان کی کلیۃً نفی کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب ما جاء

فِی

حمایۃ النبی ﷺ

حمی التوحید

وسدّہ طرق الشرک

اِس باب میں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کے پہلو کو کیونکر ثابت کیا اور کس طرح اُس راہ کو بند کر دیا ہے جو شرک کی طرف لے جاتی ہو

Marfat.com

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ ﷺ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا ۔ فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ۔

قُلْنَا وَ أَفْضَلُنَا فَضْلاً وَّ أَعْظَمُنَا طَوْلاً ۔ فَقَالَ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ أَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَ لَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۔

(رواہ ابوداود بسند جید)

حضرت عبداللہ بن شخیر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں بنی عامر کے ایک وفد کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے عرض کی آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سردار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بابرکت اور بلند ہے۔

ہم نے پھر عرض کیا آپؐ ہم سے افضل ترین اور بے شمار احسان کرنے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ یا اِس طرح کی مناسب باتیں کرو اور یاد رکھنا کہ کہیں شیطان کے پھندے میں نہ آجانا۔

قولہ ، باب ماجاء فی حمایۃ النبی ﷺ

اس باب میں اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن اقوال و اعمال کی جو عقیدہ توحید میں نقص و اضمحلال کا باعث بنتے ہیں کس طرح بیخ کنی کی اور شجر توحید کی آبیاری کے لیے کیا کیا کوششیں فرمائیں۔

کتاب التوحید کے اختصار کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے وہ اکثر ارشادات جو عقیدہ توحید کو مضبوط کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے تھے درج کیے گئے ہیں اور اُن اقوال و اعمال کی بھی وضاحت کی گئی ہے جن سے توحید میں نقص پڑ سکتا تھا۔ مصنف رحمہ اللہ نے ایک ایک باب باندھ کر اُن پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جس سے مصنف رحمہ اللہ کے تبحر علمی کا پتا چلتا ہے۔

قولہ ، یاخیرنا وابن خیرنا :

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعریف اس لیے ناپسند فرمائی کہ کہیں لوگ غلو اور مبالغہ آمیزی

Marfat.com

وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَاسًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا خَيْرَنَا وَ ابْنَ خَيْرِنَا وَ سَيِّدَنَا وَ ابْنَ سَيِّدِنَا۔

فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ۔

أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهٗ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ۔ رواہ النسائی بسند جید

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں چند لوگ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسُولؐ! اور اے وُہ کہ جو ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں اور یہ کہ ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہی باتیں کرو جو تم کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں بہکا دے۔

مَیں محمّدؐ، اللہ کا بندہ اور اُس کا رسُول ہوں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اُس مرتبہ سے جس پر اللہ کریم نے مجھے رکھا ہے بڑھا دو۔

کا شکار نہ ہو جائیں جیسا کہ رسُولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ علیہما السلام إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا : عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهٗ۔	میرے بارے میں غلو سے کام نہ لینا، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں غلو کیا تھا مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہُوں۔ لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسُول ہی کہو۔

اُمّت پر شفقت و محبّت اور نصیحت کا یہ کامل ترین نمونہ ہے کیونکہ رسُولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے غلو میں مُبتلا کرنے والے ذریعہ ہی سے منع فرما دیا۔

قولہ: انا محمد عبد اللہ و رسولہ:

عبدیت اور رسالت یہ دو صفتیں ایسی ہیں جن سے انسان اعلیٰ ترین مراتب کا حامل سمجھا جاتا ہے اور رسُول اللہ ﷺ میں یہ دونوں صفتیں بوجہِ اکمل پائی جاتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ:

وہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے تمام فرشتے طلب رحمت کی التجا کرتے رہتے ہیں لہٰذا اُمتِ محمدیہ کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درُود و سلام بھیجتے رہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بہترین تعریف کی ہے اور آپ کے سینہ مبارک کو کھول دیا ہے اور آپ کی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے اور آپ کے ذکر کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے حتیٰ کہ اذان، تشہد اور خطبوں میں اپنے ذکر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر بھی فرمایا۔ فصلی اللہ علیہ وسلم۔

قولہ: وسیدنا وابن سیدنا:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "بدائع الفوائد" میں لکھتے ہیں:

کسی شخص کو السید کہہ کر پکارنے میں علمار کا اختلاف ہے۔

بعض عُلمار نے ناجائز قرار دیا ہے جیسے امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ۔ یہ علمار کرام اس باب میں اسی حدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کو یا سیدنا کہا گیا تو آپ نے فرمایا:

السید اللہ تبارك وتعالیٰ — اللہ تبارک وتعالیٰ ہی السید ہے۔

اور بعض علمار نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسُول اللہ ﷺ نے اپنے انصاری ساتھیوں سے فرمایا تھا کہ:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ — اپنے سید کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ حدیث پہلی سے زیادہ صحیح ہے۔

ان مؤخر الذکر علمار کا کہنا ہے کہ السید ایسا لفظ ہے جو کسی دوسرے لفظ کی طرف مضاف نہیں ہوتا، چنانچہ کسی بھی یتیم کو سید کندہ نہیں کہا جائے گا اور نہ کسی ملک کو سید البشر سے پکارا جائے گا۔

اس قاعدہ کی رُو سے لفظ السید اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔

ان عُلمار کرام کی یہ توجیہ صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ جب لفظ السید اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوگا تو اُس وقت بمنزلہ مَلِک، مَولیٰ اور ربّ کے ہوگا۔ وہ معنی ہرگز نہ ہوں گے جو مخلوق پر استعمال کرتے وقت ہوتے ہیں۔

شارح کتاب التوحید علامہ عبد الرحمان بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انھوں نے قرآن کریم کی آیت اَللّٰهُ

Marfat.com

فيه مسائل

الاولى: تَحْذِيرُ النَّاسِ مِنَ الْغُلُوِّ۔

الثانية: مَا يَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ مَنْ قِيلَ لَهُ أَنْتَ سَيِّدُنَا۔

الثالثة: قوله لَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ مَعَ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا إِلَّا الْحَقَّ۔

الرابعة: قوله مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① مُبالغہ آمیزی سے لوگوں کو ڈرانا۔

② جس شخص سے یہ کہا جائے کہ آپ میرے سردار ہیں تو اُسے جواب میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

الصَّمَدُ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ :

اَنَّهُ السَّيِّدُ الَّذِي كَمُلَ فِيهِ جَمِيعُ اَنْوَاعِ السُّؤْدَدِ۔	وہ ذاتِ بابرکت جس میں سیادت کی تمام صفاتِ کاملہ موجود ہوں۔

ابو وائل نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ :

هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي انْتَهٰى سُؤْدَدُهُ۔	جس کی سیادت کمال انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔

Marfat.com

③ باوجود اِس کے کہ لوگوں نے سچی اور حق بات کہی تھی لیکن رسُولِ اکرم ﷺ نے فرمایا "کہیں تم کو شیطان بہکا نہ دے"۔

④ رسُولِ اکرم ﷺ کے اِس فرمان کہ "مَیں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اُس مرتبہ سے جس پر اللہ کریم نے مجھے فائز کیا ہے، بڑھا دو"۔ کی وضاحت

Marfat.com

باب

قول اللہِ تعالیٰ

وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ والأرض جمیعاً قبضتہ یوم القیٰمۃ والسّمٰوٰت مطویّٰت بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عمّا یشرکون ۝

اِس باب میں

اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کی ہمہ گیریوں کی وضاحت کی گئی ہے

اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اُس درجہ رفعت و علو کا حامل ہے کہ

کوئی دوسرا اُس کی برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا دُنیا کی

ہر شے اُس کے قبضہ میں ہے اور آسمان و زمین میں جو کچھ

بھی موجود ہے وہ اُسی کے حکم و اشارے سے قائم اور اُسی کا محتاج ہے

Marfat.com

قال الله تعالیٰ وَ مَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ
وَ الْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحَانَهٗ
وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر: ٦٧)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ جَآءَ حِبْرٌ مِّنَ الْأَحْبَارِ
إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ :

يَا مُحَمَّدُ ، إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللهَ يَجْعَلُ
السَّمٰوٰتِ عَلٰى إِصْبَعٍ وَ الْأَرَضِيْنَ عَلٰى
إِصْبَعٍ وَ الشَّجَرَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَ الْمَآءَ
عَلٰى إِصْبَعٍ وَ الثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَ سَآئِرَ
الْخَلْقِ عَلٰى إِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ
فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ
تَصْدِيْقًا لِّقَوْلِ الْحِبْرِ

ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ (اُس کی قُدرتِ کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے روز پُوری زمین اُس کی مُٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دستِ راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک اور بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی عالِم، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا کہ

اے محمدؐ! ہم اپنی کتاب میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو

Marfat.com

ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر، کیچڑ کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا۔ میں ہی بادشاہ ہوں

یہودی عالم کی یہ بات سُن کر رسُول اللہ ﷺ اس کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے اتنے مُسکرائے کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں نمایاں طور سے نظر آنے لگیں۔

قولہ ، وما قدروا اللہ حق قدرہ ؛

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ؛

" مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہٗ قدر نہیں کی کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی شروع کر دی۔ اللہ کریم تو اس قدر عظمت و بلندی والا ہے کہ دُوسرا کوئی بھی اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ وہ ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز اس کے تصرف میں ہے ۔

السدی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ؛

" مُشرکین نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں تسلیم کیا جس طرح کہ اُس کی عظمت کرنی چاہیے "

محمد بن کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں ؛

" اگر مشرکین اللہ تعالیٰ کی کما حقہٗ قدر کرتے تو اُس کی تکذیب نہ کرتے "

اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں بہت سی احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ یہ اور اس کی ہم معنی دوسری آیات قرآنی کے بارے میں سلفِ اُمت کا مسلک یہ ہے کہ ان کو بلا تکییف اور بلا تحریف اُسی طرح مان لیا جائے جس طرح کہ یہ بیان کی گئی ہیں۔

قولہ ، جاء حبر من الاحبار الی النبی ﷺ

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ؛

يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو
وَيَطْوِي السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ	اپنی گرفت میں لے گا اور آسمانوں
ثُمَّ يَقُوْلُ ؛ اَنَا	کو دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے

Marfat.com

اَلْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ ؟	گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں آج زمین کے بادشاہ کہاں ہیں ؟

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کی اس سند میں منفرد ہیں ۔

قولہ ، یطوی اللہ السموات ثم یأخذھن بیدہ الیمنی ،

زیر نظر اور اس مفہوم کی حامل دوسری احادیث اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی قدرت و رفعت پر واضح طور پر دلالت کناں ہیں نیز ان احادیث سے جہمیہ اور اشاعرہ وغیرہ فرقوں کی تردید بھی ہوتی ہے ۔

وہ تمام صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بیان فرمائی ہیں اور وہ صفات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے کمال، اُس کی عظمت اور اُس کی جلالت قدر پر دلالت کناں ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی مرسل اور نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا امتی ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؛

"کتاب اللہ اول سے آخر تک سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ اور تمام ائمہ کرام کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے کہ رب کریم ہر چیز سے بلند ہے، اور یہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں سے اوپر عرش پر مستوی ہے" ۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ؛

كُنَّا وَالتَّابِعُوْنَ مُتَوَافِرُوْنَ نَقُوْلُ ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتْ بِهِ السُّنَّةُ مِنْ صِفَاتِهٖ	ہم اور تمام تابعین کرام یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے اور کتاب و سُنّت میں جن جن صفات کا تذکرہ ہے اُن سب پر ہم ایمان رکھتے ہیں ۔

ابو عمر الطلمنکی رحمہ اللہ اپنی تصنیف "کتاب الاصول" میں رقمطراز ہیں ؛

اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ بِذَاتِهٖ ۔	تمام اہل سُنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہے ۔

اسی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں ،

اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ بِالْحَقِيْقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ ۔	اہل سُنّت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہے اُس کی یہ صفت حقیقی ہے مجازی نہیں ۔

علامہ موصوف اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے مستوی عرش ہونے پر بحث کرتے ہوئے

Marfat.com

ثُمَّ قَرَأَ وَ مَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَ الْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

و في رواية لمسلم: " وَ الْجِبَالَ وَالشَّجَر عَلٰى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ ، أَنَا اللهُ "۔

و في رواية للبخاري: يَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰى إِصْبَعٍ وَ الْمَآءَ وَ الثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَ سَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰى إِصْبَعٍ (اخرجاه)

و لمسلم عن ابن عمر مرفوعا۔ " يَطْوِي اللهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ؟

ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِيْنَ السَّبْعَ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ؟

و روى عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْأَرَضُوْنَ السَّبْعُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ إِلَّا كَخَرْدَلَةٍ فِي يَدِ أَحَدِكُمْ۔

پھر آپؐ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی کہ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے (اُس کی قدرتِ کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے روز پُوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی۔

Marfat.com

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ کر اور ان کو ہلا ہلا کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی اللہ معبودِ برحق ہوں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آسمانوں کو ایک انگلی پر پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دستِ راست میں لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو سرکش اور متکبر سمجھا؟

پھر ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو سرکش اور متکبر سمجھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اُن کا ایک قول منقول ہے کہ ساتوں آسمان اور زمینیں ربِ ذوالجلال کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے تُم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

آیت کریمہ :

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ. تم جہاں کہیں ہو وہ تمھارے ساتھ ہے

اور اسی مفہوم کی دوسری آیات کا معنیٰ یُوں بیان کرتے ہیں :

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ	تمام اہلِ سُنّت کا اس پر اجماع ہے
أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ اللهَ	کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ
فَوْقَ السَّمٰوٰتِ بِذَاتِهِ	آسمانوں کے اوپر اپنے عرش عظیم پر
مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهِ	جیسے اُس کی ذات کو لائق ہے،
كَيْفَ شَاءَ.	مستوی ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا جس نے سب سے پہلے انکار کیا وہ جعد بن درہم تھا، اُس نے جہاں اللہ تعالیٰ کے مستوی عرش ہونے کا انکار کیا وہاں تمام صفات الہیہ کا بھی انکار کیا ہے۔ اس بدعقیدہ شخص کو خالد بن عبداللہ القسری نے قتل کیا تھا، یہ واقعہ بہت

Marfat.com

مشہور ہے۔

جعد بن درہم کے اس عقیدہ بد کو جہم بن صفوان نے پروان چڑھایا جس کو فرقہ جہمیہ کا امام کہا جاتا ہے۔

جہم بن صفوان نے اس عقیدہ کی خوب تشہیر کی اور متشابہ آیات سے استدلال کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا۔ جہم بن صفوان تابعین کے آخری دور میں ہوا ہے۔

اس کے عقیدہ بد کی تردید اس دور کے جید علماء اور ائمہ نے کی۔ امام اوزاعی۔ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ لیث بن سعد۔ ثوری۔ حماد بن زید۔ حماد بن سلمہ۔ ابن المبارک رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے ائمہ ہدیٰ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے جو زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں:

لِلّٰهِ اَسْمَاءٌ وَصِفَاتٌ	اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ایسے
لَا يَسَعُ اَحَدًا رَدُّهَا	ہیں جن کی تردید ممکن نہیں ہے۔
وَمَنْ خَالَفَ بَعْدَ	دلائل معلوم ہونے کے بعد جو شخص
ثُبُوْتِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ	انکار کرے اُسے کافر قرار دیا جائیگا
كَفَرَ وَاَمَّا قَبْلَ قِيَامِ	البتہ دلائل معلوم ہونے سے پہلے
الْحُجَّةِ فَاِنَّهُ يُعْذَرُ	ایسے شخص کو اس کی جہالت کی وجہ
بِالْجَهْلِ وَنُثْبِتُ هٰذِهِ	سے معذور سمجھا جائے گا۔ ہم اُن تمام
الصِّفَاتَ وَنَنْفِي عَنْهُ	صفات کو ثابت کرتے ہیں اور تشبیہ
التَّشْبِيْهَ كَمَا نَفٰى	کی نفی کرتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ
عَنْ نَفْسِهِ۔	نے تشبیہ کی نفی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ
فَقَالَ:	فرماتا ہے۔
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ	اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سُننے
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ	والا اور دیکھنے والا ہے۔

قوله: وعن العباس بن عبد المطلب:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر نقل فرمایا ہے۔ ابوداؤد میں مکمل روایت موجود ہے۔ اس کی افادیت کی بنا پر ہم اُسے پورا نقل کرتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِيْ	میں ایک جماعت کے ساتھ جس میں
عِصَابَةٍ فِيْهِمْ رَسُوْلُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود
اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَرَّتْ بِهِمْ	تھے بطحاء میں تھا کہ آسمان سے ایک

Marfat.com

سَحَابَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهَا	بدلی گزری، آپ نے اس کی طرف
فَقَالَ :	دیکھنے کے بعد فرمایا ،
مَا تُسَمُّونَ هٰذِهِ ؟	کہ اس کا نام کیا ہے ؟
قَالُوا :	سب نے جواب دیا کہ اسے سحاب
اَلسَّحَابَ .	کہتے ہیں ۔
قَالَ :	آپ نے پوچھا ، کیا اسے مُزن بھی
وَالْمُزْنَ ؟	کہتے ہو ؟
قَالُوا :	صحابہ نے عرض کی کہ ہاں ! مزن
وَالْمُزْنَ .	بھی کہتے ہیں ۔
قَالَ :	آپ نے پوچھا ، کیا اسے عنان بھی
وَالْعَنَانَ ؟	کہتے ہو ؟
قَالُوا :	سب نے کہا ، جی ہاں ! عنان بھی
وَالْعَنَانَ .	کہتے ہیں ۔

قال ابوداؤد لم اتقن العنان جيدا :

قَالَ : هَلْ تَدْرُونَ مَا	آپ نے پھر سوال کیا کہ کیا تمھیں معلوم
بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ	ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان
وَالْأَرْضِ ؟	کتنا فاصلہ ہے ؟
قَالُوا : لَا نَدْرِيْ .	سب نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں ۔
قَالَ : إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا	آپ نے فرمایا کہ ۷۱ ، ۷۲ یا ۷۳ سال
وَاحِدَةٌ أَوْ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَّ	کی مسافت ہے ۔
سَبْعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ السَّمَآءُ	پہلے اور دُوسرے آسمان کے درمیان
الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذَالِكَ	بھی اُتنا ہی فاصلہ ہے اسی طرح
حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ	آپ نے ساتوں آسمانوں کا فاصلہ
سَمٰوَاتٍ .	تفصیل سے بیان فرمایا ۔
ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ	پھر ساتویں آسمان کے اُوپر ایک
بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ	سمندر ہے ، سمندر کے نیچے ، اور
وَأَعْلَاهُ مِثْلَ مَا بَيْنَ	ساتویں آسمان کے درمیان اور سمندر
سَمَآءٍ إِلٰى سَمَآءٍ	کے اوپر بھی اتنا ہی فاصلہ ہے ، پھر
ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ	اس کے اوپر آٹھ قوی ہیکل فرشتے
أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ	ہیں ، اُن کی ایڑیوں اور گھٹنوں کے
وَرُكَبِهِمْ مِثْلَ مَا بَيْنَ	درمیان بھی دو آسمانوں کے درمیان

Marfat.com

سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ ۔ جتنا فاصلہ ہے ۔
ثُمَّ عَلٰی ظُهُوْرِهِمُ الْعَرْشُ پھر اُن کی پشتوں پر عرش ہے عرش
بَیْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ کَمَا کے نیچے اور اُوپر اتنی مسافت ہے
بَیْنَ سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ جتنی کہ دو آسمانوں کے درمیان ہے ۔
ثُمَّ اللّٰهُ تَعَالٰی فَوْقَ ذٰلِكَ ۔ پھر اس کے اوپر اللہ تعالٰی کی ذات ہے ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سندِ حسن سے روایت کیا ہے ۔

اسی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے :

مَا بَیْنَ سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ ہر آسمان کے درمیان پانچ سو سال
خَمْسُمِائَةِ عَامٍ ۔ کی مسافت ہے ۔

دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اگر قافلہ کی رفتار کا اندازہ لگایا جائے تو پانچ سو سال اور اگر برید (ڈاک) کا اندازہ لگایا جائے تو تقریباً ستر سال کی مسافت بنتی ہے ۔

پیشِ نظر حدیث کے صحیحین وغیرہ میں شواہد موجود ہیں جنھوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے وہ درست معلوم نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اس حدیث کے اس کثرت سے شواہد موجود ہیں ، جن کو ردّ کرنا اور اُن کی تاویل کرنا ممکن نہیں ہے ۔

مصنف رحمہ اللہ نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف کو توحیدِ الوُہیت سے شروع کیا ۔ کیونکہ اُمتِ مسلمہ کی اکثریت اس توحید سے بے خبر اور شرک و اصنام پرستی میں مُبتلا ہو چکی تھی ، لہذا مصنف رحمہ اللہ نے توحیدِ اُلوہیت کو خوب وضاحت سے بیان کیا ۔ توحیدِ الوُہیت ہی وُہ اہم ترین مسئلہ ہے جس کی طرف تمام انبیا کرام علیہم السلام نے لوگوں کو دعوت دی اور شرک سے روکا ۔ لہذا توحیدِ الوُہیت کی طرف دعوت دینا تمام اُمورِ دین سے اہم اور واجب ہے ۔ اس کی طرف وُہی شخص دعوت دے سکتا ہے جس کے دل و دماغ میں یہ رچ بس گئی ہو اور جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی دعوت دینے کی قدرت و طاقت بھی عطا فرمائی ہو اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرتے ہیں اُن سے جہاد بھی کر سکے ۔

پس مصنف رحمہ اللہ نے ان ابواب میں اسی توحیدِ الوُہیت کو ثابت کیا ہے جیسا کہ قارئین کرام مطالعہ فرما چکے ہیں ۔

آخر میں مصنف رحمہ اللہ نے توحیدِ اسماء و صفات پر اپنی کتاب کو ختم کیا ہے ، عوام کی اکثریت نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور ان لوگوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی جو علم کے دعویدار تھے اور وہ اہلِ کلام جو توحیدِ اسماء و صفات میں مشغول ہُوئے اُن پر حُسنِ ظن کی وجہ سے کچھ اہلِ علم نے ان کی آراء کو قبول کیا ، انھوں نے بھی فرقہ جہمیہ کے مذہب کو تقویت دی اور توحیدِ اسماء و صفات میں الحاد سے کام لیا اور کتاب و سُنّت کی واضح نصوص ، سلفِ اُمت ، ائمہ حدیث و تفسیر کی مخالفت کی ۔

Marfat.com

و قال ابن جریر : حدثنی یونس اخبرنا ابن وھب

قال قال ابن زید حدثنی ابی قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فِی الْکُرْسِیِّ إِلاَّ کَدَرَاھِمَ سَبْعَۃٍ أُلْقِیَتْ فِی تُرْسٍ ۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے بطریق یونس روایت کی ہے جس میں ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے والدِ محترم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں اُن سات درہموں کے برابر ہیں جو کسی ڈھال میں ڈال دیے گئے ہوں ۔

دُوسری طرف علمار اہلِ سنّت اپنی قلت کے باوجود توحیدِ اسمار وصفات پر مضبوطی سے جمے رہے ۔

پس امام الدعوۃ الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کو اللہ نے توحید کی ان اقسام کی معرفتِ تامہ سے نوازا اور آپ نے کتاب و سُنّت کے دلائل سے توحید کی تمام اقسام کو الگ الگ اور وضاحت سے بیان فرمایا ، پس تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں جس نے امام الدعوۃ کو حق وصداقت کی طرف اُس وقت رہنمائی فرمائی جب کہ اسلام کی اجنبیت اپنے عروج پر تھی جس کی وجہ سے شہروں اور بستیوں میں رہنے والے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے ۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں توحید کی اُن تین اقسام کو بتفصیل بیان کیا ہے ، جس کی طرف علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے کہ :

والعلم اقسام ثلاث مالها من رابع والحق ذو تبیان
علم باوصاف الالٰہ وفعلہ وکذلك الأسماء للرحمٰن
والامر والنھی الذی ھو دینہ وجزاؤہ یوم المعاد الثانی

علم کی تین اقسام ہیں کوئی چوتھی نہیں اور حق تو واضح ہے ۔
معبودِ حقیقی نہایت رحم کرنے والے کے اوصاف ، اس کے افعال اور اسمار کا علم ۔
اوامر ونواہی کا علم جو کہ دینِ خداوندی ہے اور قیامت کے دن اللہ کی جزا و سزا کی معرفت ۔

وصلی اللہ علی سید المرسلین وامام المتقین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین . وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین .

Marfat.com

و قال قال ابو ذر ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا الْكُرْسِيُّ فِي الْعَرْشِ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ أُلْقِيَتْ بَيْنَ ظَهْرَيْ فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ -

عن ابن مسعودٍ ﷺ قال : بَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَ الَّتِيْ تَلِيْهَا خَمْسُمِائَةِ عَامٍ ، وَ بَيْنَ كُلِّ سَمَآءٍ وَ سَمَآءٍ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ -

وَ بَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَ الْكُرْسِيِّ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ -

وَ بَيْنَ الْكُرْسِيِّ وَ الْمَآءِ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ -

وَ الْعَرْشُ فَوْقَ الْمَآءِ وَ اللهُ فَوْقَ الْعَرْشِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ -

---

علامہ ابن جریر ﷺ کہتے ہیں، حضرت ابوذر غفاری ﷺ نے کہا کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ

کرسی، عرش کے مقابلے میں ایک لوہے کے چھلّے کی طرح ہے جسے کسی چٹیل میدان میں پھینک دیا گیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ پہلے اور اُس کے آگے والے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کے درمیان پانچ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

Marfat.com

اور ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

اور کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

اور عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ کریم عرش کے اوپر ہے، تمہارے اعمال میں سے کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اخرجه بن مهدي عن حماد بن سلمة عن عاصم عن زر عن عبد الله و رواه بنحوه المسعودي عن عاصم عن ابي وائل عن عبد الله قاله الحافظ الذهبي رحمه الله تعالیٰ. قال: و له طرق

وعن العباس بن عبد المطلب ﷺ قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَلْ تَدْرُونَ كَمْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ؟ قُلْنَا: أَللهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِمَائَةِ سَنَةٍ وَ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ مَسِيرَةُ خَمْسِمَائَةِ سَنَةٍ. وَ كِثَفُ كُلِّ سَمَاءٍ مَسِيرَةُ خَمْسِمَائَةِ سَنَةٍ. وَ بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَ الْعَرْشِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَ أَعْلَاهُ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ. وَ اللهُ تَعَالٰى فَوْقَ ذٰلِكَ وَ لَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ. (اخرجه ابو داود وغيره)

یہ حدیث ابن مہدی عن حماد بن سلمہ عن عاصم عن زر عن عبداللہ مروی ہے۔

اسی طرح مسعودی نے عن عاصم بن ابی وائل عن عبداللہ، روایت کی ہے۔ یہ حافظ

Marfat.com

ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے اور بھی طرق ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھیں معلوم ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان دونوں کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔

اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ایک سمندر ہے، اس کے نچلے اور اوپر کے حصے کا فاصلہ وہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے اور اعمالِ بنی آدم میں سے کوئی عمل اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

فیہ مسائل

الاولیٰ تفسیرُ قولِہٖ تعالیٰ: وَ الْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

الثانیۃ أَنَّ هٰذِهِ الْعُلُوْمَ وَ أَمْثَالَهَا بَاقِيَةٌ عِنْدَ الْيَهُوْدِ الَّذِيْنَ فِيْ زَمَنِهٖ ﷺ وَ لَمْ يُنْكِرُوْهَا وَ لَمْ يَتَأَوَّلُوْهَا۔

الثالثۃ أَنَّ الْحِبْرَ لَمَّا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ صَدَّقَهٗ وَ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِتَقْرِيْرِ ذٰلِكَ۔

Marfat.com

الرابعة وَقُوعُ الضِّحْكِ مِنْ رَسُولِ اللهِ لَمَّا ذَكَرَ الْحِبرُ هٰذَا الْعِلْمَ الْعَظِيمَ.

الخامسة أَلتَّصْرِيحُ بِذِكْرِ الْيَدَيْنِ وَ أَنَّ السَّمٰوٰتِ فِي الْيَدِ الْيُمْنٰى وَ الْأَرَضِينَ فِي الْأُخْرٰى.

السادسة أَلتَّصْرِيحُ بِتَسْمِيَتِهَا الشِّمَالَ.

السابعة ذِكْرُ الْجَبَّارِينَ وَ الْمُتَكَبِّرِينَ عِنْدَ ذٰلِكَ.

الثامنة قَوْلُهُ: كَخَرْدَلَةٍ فِي كَفِّ أَحَدِكُمْ.

التاسعة عِظَمُ الْكُرْسِيِّ بِالنِّسْبَةِ إِلَى السَّمَآءِ.

العاشرة عِظَمُ الْعَرْشِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْكُرْسِيِّ.

الحادية عشرة أَنَّ الْعَرْشَ غَيْرُ الْكُرْسِيِّ وَ الْمَآءِ.

الثانية عشرة كَمْ بَيْنَ كُلِّ سَمَآءٍ إِلَى سَمَآءٍ؟

الثالثة عشرة كَمْ بَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَ الْكُرْسِيِّ؟

الرابعة عشرة كَمْ بَيْنَ الْكُرْسِيِّ وَ الْمَآءِ.

الخامسة عشرة أَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَآءِ.

Marfat.com

السادسة عشرة أَنَّ اللهَ فَوقَ العَرشِ -

السابعة عشرة كَمْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الأَرْضِ ؟

الثامنة عشرة كِثَفُ كُلِّ سَمَاءٍ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ -

التاسعة عشرة أَنَّ الْبَحْرَ الَّذِي فَوْقَ السَّمٰوٰتِ أَسْفَلُهُ وَ أَعْلَاهُ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ -

وَ اللهُ أَعْلَمُ -

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ -

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① قرآنِ کریم کی آیت " وَ الأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ " کی تفسیر

② اِس حدیث میں جن علوم کا ذکر کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کے یہودیوں میں موجود تھے، اِسی لیے نہ تو اُنھوں نے اِن کی تاویل کی اور نہ انھیں جھٹلایا۔

③ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہودی عالِم نے اللہ تعالےٰ کی بعض صفات بیان کیں تو آپؐ نے اس کی تصدیق کی اور اس کی مزید تصدیق کے لیے قرآنِ کریم بھی نازل ہوا۔

④ یہودی عالِم کی طرف سے جب اِس عظیم علم کا اظہار ہوا تو اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُسکرانا۔

Marfat.com

⑤ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کے ثبوت کی وضاحت اور کہ اللہ تعالیٰ کے سیدھے ہاتھ میں آسمان اور دوسرے میں زمینیں ہوں گی۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے اپنے ایک ہاتھ کو بایاں بتانے کی صراحت۔

⑦ اُس وقت اللہ تعالیٰ کا بڑے بڑے سرکش اور متکبرین کو پکارنا۔

⑧ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں زمین و آسمان کا یوں ہونا) جیسے تم میں سے کوئی شخص رائی کا دانہ اپنی مٹھی میں لے لے۔

⑨ بنسبت آسمان کے کرسی کا بڑا ہونا۔

⑩ بنسبت کرسی کے عرش کا بڑا ہونا۔

⑪ کرسی، پانی اور عرش تینوں کا الگ الگ ہونا۔

⑫ دو آسمانوں کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ (کی وضاحت)

⑬ ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ (کی وضاحت)

⑭ پانی اور کرسی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ (کی وضاحت)

⑮ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے۔

⑯ اللہ تعالیٰ عرش پر مُستوی ہے۔

⑰ زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ (کی وضاحت۔)

⑱ آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

⑲ ساتوں آسمانوں کے اُوپر جو سمندر ہے اُس کے نیچے اور اُوپر پانچ پانچ سو سال کی مسافت کا راستہ ہے۔ (واللہ اعلم)

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

فہرس

باب بیان شئ من انواع السحر	۳۵٤
باب ماجاء فی الکہان ونحوھم	۳٦۳
باب ماجاء فی النشرة	۳۷۳
باب ماجاء فی التطیّر	۳۷۹
باب ماجاء فی التنجیم	۳۹٦
باب ماجاء فی الاستسقاء بالانواء	٤۰٤
باب قول الله تعالٰی ومن الناس من یتخذ من دون الله انداداً یحبونھم کحب الله	٤١٥
باب قول الله تعالٰی انما ذلکم الشیطٰن یخوف اولیاء ہ فلا تخافوھم وخافونِ ان کنتم مؤمنین	٤٢٥
باب قول الله تعالٰی وعلی الله فتوکّلوا ان کنتم مؤمنین	٤۳۸
باب قول الله تعالٰی افأمنوا مکر الله فلا یأمن مکر الله الا القوم الخٰسرون	٤٤٦
باب من الإیمان بالله الصبر علی اقدار الله	٤٥۲
باب ماجاء فی الریاء	٤٦١
باب من الشرک ارادة الانسان بعمله الدنیا	٤٦۹
باب من اطاع العلماء والامراء فی تحریم ما احلّ الله او تحلیل ما حرّم الله فقد اتخذھم اربابا من دون الله	٤۸۷
باب قول الله تعالٰی الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک	٤۹٥
باب من جحد شیئا من الأسماء والصفات	٥۱۰
باب قول الله تعالٰی یعرفون نعمة الله ثم ینکرونھا واکثرھم الکافرون	٥۲۰
باب قول الله تعالٰی فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون	٥۲٥
باب ماجاء فیمن لم یقنع بالحلف بالله	٥۳۲
باب قول ما شاء الله وشئت	٥۳٥
باب من سب الدھر فقد اذی الله	٥٤۳
باب التسمی بقاضی القضاة ونحوہ	٥٤۸
باب احترام اسماء الله تعالٰی وتغییر الاسم لاجل ذلک	٥٥۲
باب من ھزل بشئ فیه ذکر الله او القرآن او الرسول	٥٥۷

Marfat.com

باب قول الله تعالى فلما اتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما اتاهما فتعالى الله عما يشركون ٥٦٣
باب قول الله تعالى ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها ٥٧٤
باب لا يقال السلام على الله ٥٨٢
باب قول اللهم اغفرلي ان شئت ٥٩٠
باب لا يقول عبدي وامتي ٥٩٦
باب لا يرد من سأل بالله ٦٠٠
باب لا يسأل بوجه الله الا الجنة ٦٠٤
باب ماجاء في اللو ٦٠٨
باب النهي عن سب الريح ٦١٣
باب قول الله تعالى يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية ٦١٧
باب ماجاء في منكري القدر ٦٢٠
باب ماجاء في المصورين ٦٢٩
باب ماجاء في كثرة الحلف ٦٤١
باب ماجاء في ذمة الله و ذمة نبيه ٦٤٧
باب ماجاء في الاقسام على الله ٦٥١
باب لا يستشفع بالله على خلقه ٦٦٦
باب ماجاء في حماية النبي ﷺ حمى التوحيد وسده طرق الشرك ٦٧٢
باب ماجاء في قول الله تعالى وما قدروا الله حق قدره والارض جميعا قبضته يوم القيمة والسموات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون ٦٨١

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

وبعد

راجعت الملاحظات التي كنت أبديتها في الكتب التي كانت أحيلت
إلي في ذي الحجة ١٤٠١ وهي: ترجمة كتاب ثمرة عيون المهدية
وكتاب التوحيد بالعربية وكتاب التوحيد المترجم بأردو. والرد المصفى
المخفي المترجم ومختارات من الجامع الفريد. وقارنت الصفحات
المصححة بأصل الملاحظات التي كان طلبت من المترجم تصحيحها
فوجدت أن المترجم - الشيخ عطاء الله ثاقب - قد صحح
الأخطاء بأمانة وجد جزاه الله خيرا

كتبه وصي الله محمد عباس

١١/٦/١٤٠٢

معهد الحرم المكي
الوارد ٥٧٤
التاريخ ٦/١٤٠٢

مدير معهد الحرم المكي

جدول الخطاء والصواب

صفحہ ۴۲ سطر ۲۵ کو اس طرح پڑھا جائے۔

اور میرے صحابہؓ کے آج کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

صفحہ ۴۴ سطر ۲۰ تا ۲۳ کو اس طرح پڑھا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو ایسی وصیت سے تشبیہ دی ہے، جسے لکھ کر سر بمہر کر دیا گیا ہو۔ اور جس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے وفات تک اُمت کو ان اوامر و نواہی کی طرف دعوت دیتے رہے، جن پر یہ آیات مشتمل ہیں۔

صفحہ ۱۲۵ سطر ۶ اور ۷ کے درمیان اس عبارت کا اضافہ کر لیا جائے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے کی جب یہ حالت ہو تو اس نے صحیح بات کو الٹ دیا اور ان صلحا سے وہ چیز طلب کی جس کی وہ عمر بھر تردید اور مخالفت کرتے رہے، جیسے اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا مرتکب ہونا۔

Marfat.com

كتاب
التوحيد

الذی هو حق اللہ علی العبید

اُردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

تألیف

مجدّد الدعوۃ الاسلامیہ شیخ الاسلام

محمدّ بن عبد الوہّاب رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ ——— ۱۲۰۶ھ

Marfat.com

تفسیر کلمۂ توحید

تالیف

مجدد الدعوة الاسلامیة شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۱۱۵ھ —— ۱۳۰۶ھ

اردو ترجمہ

عطاء اللہ ثاقب

انصار السنة المحمدیة

المرکز الرئیسی ۱۱ - کلیار روڈ ، رستم پارک ، نواں کوٹ ، لاہور

Marfat.com

کتاب

کشف الشبہات

تألیف

مجدد الدعوة الاسلامیة شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوهاب التمیمی رحمه الله

١١١٥ھ   ١٢٠٦ھ

ترجمہ و تفہیم

عطاء اللہ ثاقب

ذخیرہ
لاہور پاکستان

ناشر

انصار السنة المحمدیة

المرکز الرئیسی ، ١١ - کلیار روڈ ○ رستم پارک ○ نواں کوٹ ○ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

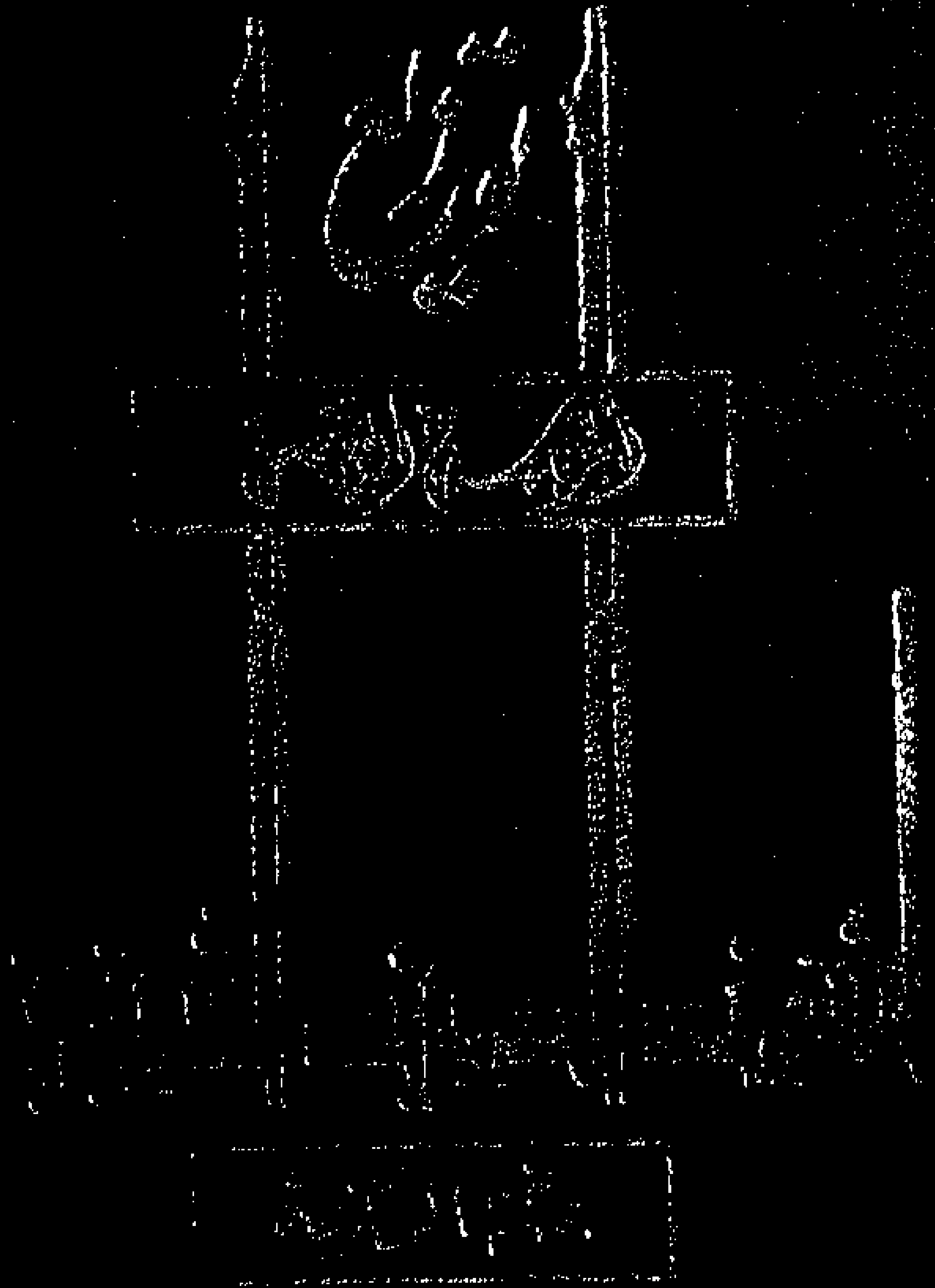

Marfat.com

Marfat.com

تأليف

١١١٣هـ ـ ١٢٨٥هـ

Marfat.com